سیرۃ جناب زینب سلام اللہ علیہا

(اثر)

سید محمد حسنین جعفری (بی۔اے آکسن)

ناظم تعلیمات سرکار عالی (وظیفہ یاب)

(مطبوعہ)

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز

(حیدرآباد دکن)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ

ایک عرصہ سے ہماری تمنا تھی کہ جناب صدیقہ صغریٰ زینب الکبریٰ علیہا السّلام کی سوانح عمری لکھیں لیکن یہ کام آسان نہ تھا اور انسان بالطبع سہل پسند واقع ہوا ہے اس کی طبیعت مشکل کاموں سے بھاگتی ہے۔ ارادے متزلزل ہو جاتے ہیں۔ عزم باقی نہیں رہتا۔ یہی حال ہمارا ہوا کہ رہ رہ کر خیال تو آتا تھا کہ اس کام کا بیڑا اٹھالیں لیکن ہر دفعہ مشکلات اور دشواریوں کا تصور ہمت پست کر دیتا تھا۔

سچ ہے کہ کل شی مرھون باوقاتہ یعنی ہر چیز اور ہر کام کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ جب وقت آجاتا ہے تو منجانب اللہ خود بخو

اس کی تکمیل کے اسباب فراہم ہوجاتے ہیں اور وہ کام ہوکر رہتا ہے۔

اسی سال ماہ محرم میں جب ہم کتاب" اقوال اہل بیتؑ نبی مختارؐ در ترجمۂ جلد اول بحار الانوارؒ" کی تکمیل میں مصروف تھے تو ایک روز نواب سید علیخاں سلمہ اللہ تعالیٰ جاگیردار سے جو ہمارے چچیرے بھائی ہیں اور امور دینی سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں ملاقات ہوئی اور اثناء گفتگو میں موصوف عزیز نے خواہش ظاہر کی کہ ہم اردو میں جناب زینب علیہا السلام کی ایک جامع سوانح عمری لکھیں تاکہ اردو داں حضرات وخواتین اس سے مستفید ہوں۔ پہلے سے دل میں خیال تو تھا ہی ان کی تحریک نے تازیانہ کا کام کیا اور ہم نے مصمم ارادہ کرلیا کہ" بحار الانوارؒ" کے ترجمہ کی طباعت ختم ہوتے ہی جناب معصومہؑ کی سوانح عمری کی تالیف کا کام شروع کردیں گے چنانچہ خدا کے فضل اور جناب مظلومہؑ کی تائید سے ایسا ہی ہوا۔

جناب زینب علیہا السّلام کی سیرت وسوانح عمری کی تالیف کے لئے کافی معلومات حاصل کرنا مجھ جیسے نا اہل کے لئے ضروری تھا۔ اس ضرورت کی بھی بڑی حد تک نواب سید علیخاں سلمہٗ نے اس طرح تکمیل کردی کہ ان کے ذاتی کتب خانہ میں جناب معصومہؑ کے متعلق جتنی کتابیں تھیں انہوں نے ہمارے حوالے کردیں۔ ہم نے بھی چند اور کتب فراہم کئے اور ان کا مطالعہ کیا اور ان سب کتابوں کی مدد سے اس کتاب کی تالیف عمل میں آئی۔

حضرات اہل بیت طاہرین علیہم السّلام کے حالات اور سوانح عمری کی ایسی ترتیب و تالیف جو آجکل کے تاریخ و سیرت نویسی کے اصول کے مطابق ہو بہت مشکل ہے۔

ان مقدس ہستیوں کے متعلق جو کچھ بھی معلومات ہم کو حاصل ہو سکتے ہیں ان کے تین ذرائع ہیں یعنی اسلامی تواریخ۔ کتب حدیث و اخبار اور کتب مقاتل

(۱) اسلامی تواریخ۔

ابتدا، میں اہل عرب نے اپنی زبان یعنی عربی میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخیں لکھیں اس کے بعد ایرانی مسلمانوں نے عربی اور فارسی میں متقدمین کی کتب سے مواد حاصل کر کے تواریخ مرتب کیں۔

کہا جاتا ہے کہ تاریخ نویسی کی ابتدا، بنی امیہ کے دور حکومت میں ہوئی ابتداءً جو تواریخ لکھی گئیں وہ دو قسم کی ہیں بعض تو احادیث اور روایات کا مجموعہ ہیں جن میں تاریخی واقعات کے متعلق جو کچھ راویوں نے بیان کیا لکھ لیا گیا چاہے وہ راوی کیسے ہی علم و قابلیت کے ہوں۔ بعض تواریخ قبائل عرب اور ان کے سرداروں کے قصے۔ کہانیوں اور کارگذاریوں کا مجموعہ ہیں جو تاریخ سے زیادہ افسانوں کی شان رکھتے ہیں کچھ زمانہ کے بعد محققین پیدا ہوئے جنہوں نے بڑی دلچسپی اور جانفشانی سے چند ایسی کتابیں لکھیں جو حقیقتاً تواریخ کہی جانے کی مستحق ہوئیں لیکن ان تواریخ کو

بھی موجودہ اصول کے لحاظ سے جانچا جائے تو ناقص ثابت ہوتی ہیں۔

مسٹر سیمن آکلے پروفیسر عربی جامعہ کیمبرج (المتوفی ۱۷۲۰ء) اپنی کتاب "ہسٹری آف سیاراسن" کے مقدمہ میں عربوں کی لکھی ہوئی تواریخ کے متعلق کہتے ہیں:

"عربوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے یونانی زبان سیکھی۔ یونانی ادب اور فلسفہ پر کافی عبور حاصل کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی اگر یہ لوگ یونانی مورخین کی تصانیف و تالیفات کا اور ان کے تاریخ نویسی کے اصول کا بھی جد وجہد اور دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرتے تو آج ہم ایسے عربی مورخین پاتے جن کا شمار اچھے اور صحیح اصول پر تاریخ لکھنے والوں میں ہوسکتا تھا۔۔۔ ۔۔۔لیکن ایسا نہیں ہوا"

پھر ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"میرے دل میں علوم مشرقیہ کی اس قدر عزت و وقعت ہے کہ میں عربی مورخین کی مذمت کرنا نہیں چاہتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ انہوں نے تاریخ نویسی کا غلط طریقہ اختیار کرکے ہم کو اس مسرت اور فائدہ سے محروم کردیا جو ہم کو ان کی لکھی ہوئی تاریخوں سے حاصل ہوسکتا تھا۔ مورخ کے فرائض اور حدود کیا ہوتے ہیں انہوں نے کماحقہٗ نہ سمجھا اس لئے ان فرائض اور حدود کو نظرانداز کردیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں کے بعض مورخین نے اہم تاریخی واقعات کے ساتھ چھوٹی چھوٹی غیراہم باتیں بکثرت لکھ

ڈالیں پھر بعض مورخین نے تاریخی واقعات کو بیان کرنے میں ایسی عبارت انگیزی اور انشا، پردازی کی کہ ان کی تاریخیں اچھی خاصی ادق ادبی کتابیں ہوگئیں۔ انہوں نے تاریخی واقعات کی تحقیق وتنقید کے عوض اپنی ادبی مہارت و قابلیت اور زورِقلم کا مظاہرہ کیا۔ بعض مورخین نے معمولی روزمرہ کے واقعات کو اپنی ادبی قابلیت کی وجہ اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا کہ بادی النظر میں وہ بڑے اہم تاریخی واقعات نظر آنے لگے۔ ان سب اسقام کی وجہ ہمارے لئے ان کی لکھی ہوئی تاریخوں کا مطالعہ کرنا اور ان سے صحیح تاریخی واقعات کا اخذ کرنا بہت مشکل ہوگیا۔"

پروفیسر آکلے عربی مورخین کی ایک خوبی بھی بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ عربی مورخین کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ انہوں نے واقعات کو جیسا اپنے اسلاف یعنی آبا و اجداد سے سنا من وعن بلاکم وکاست ویسا ہی لکھ دیا۔ اس میں کسی قسم کی تصنع یا غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔

مشہور ومعروف مورخ گبن بھی عربی مورخین کے متعلق وہی رائے رکھتے ہیں جو پروفیسر آکلے کی ہے اور تقریباً وہی بات کہی ہے جو پروفیسر صاحب ان سے بہت قبل کہہ گئے تھے یہ لکھتے ہیں:۔

"بعض عربی مورخین نے اپنی کتابوں میں صرف تاریخی واقعات یکے بعد دیگرے خشک طریقہ پر بیان کردئے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے اپنے

بزرگوں سے سنا لکھ دیا بعض مورخین نے تاریخی واقعات کی تحقیق وتنقید کو اہمیت دینے کے عوض فصاحت وبلاغت سے کام لیا اور اپنی تواریخ کو ادبی کتابیں بنادیں تاکہ اپنی ادبی قابلیت کی داد لیں اور پڑھنے والوں سے خراج تحسین حاصل کریں"

ہمارے استاد پروفیسر مارگولیت جو جامعہ اکسفورڈ میں ایک عرصہ تک عربی کے پروفیسر رہ چکے تھے اور جن کا حال ہی میں انتقال ہوا پروفیسر آکلے اور گبن کے ہم خیال تھے۔ اپنی کتاب "محمدؐ نزم" میں لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ عرب کے بہترین مورخین بھی قابلیت اور عظمت میں یونان۔ روم اور بعد کے یوروپین مورخین کے مقابلہ میں پست نظر آتے ہیں۔ بر ایں ہم ان کی صاف گوئی اور واقعات کو اصلی رنگ میں بلاکسی قطع وبرید کے بتا دینا قابل تعریف ہے"

مسٹر فلپ۔کے۔ ہٹی پروفیسر عربی جامعہ پرنسٹن امریکا نے اپنی تالیف "تاریخ عرب" میں عربی مورخین پر تبصرہ کیا ہے اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"عرب کے فلسفہ اور طب میں یونانیوں کا اثر نمایاں ہے لیکن تاریخ نویسی میں انہوں نے ایرانیوں کا رنگ اختیار کیا۔

واقعات کو پیش کرنے کا وہی قدیم اسلامی حدیث نویسی کا طریقہ جاری رکھا یعنی ہر ایک واقعہ راویوں کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص سے سنا اور آخر راوی وہ ہوتا ہے جس نے واقعہ کو بچشم خود دیکھا ہو اور وقوع واقعہ کے وقت موجود رہا ہو .... اس طریقہ کے اختیار کرنے کی وجہ عربی مورخین نے راویوں کے سلسلہ۔ اسناد اور دن وتاریخ واقعہ کی تحقیق وتفتیش کو تو بہت اہمیت دی لیکن اصل واقعہ کی تحقیق پر کہ آیا وہ ممکن الوقوع ہے یا جس طرح بیان کیا گیا ویسا ہی واقع ہوا ہوگا کوئی توجہ نہیں کی بلکہ جو کچھ راویوں نے کہہ دیا لکھ دیا۔ ان مورخین نے اپنی عقل وفہم اور قوت تمیزی سے کام لے کر واقعات کے متعلق تحقیق وتشریح وتنقید نہیں کی "

عرب کے مورخین کے متعلق مغرب کے محققین کی جو آراء ہیں وہ ہماری رائے میں درست ہیں۔ ہم کو بڑی حد تک ان سے اتفاق ہے۔

عربی تواریخ کے بعد جب ہم فارسی تاریخوں پر نظر ڈالتے ہیں تو اور زیادہ مایوسی کا سامنا ہوتا ہے۔ ان میں واقعات تو عربی تواریخ سے لئے گئے ہیں لیکن ان کے بیان کرنے میں اس قدر

عبارت انگیزی اور انشاء پردازی کی گئی ہے کہ بعض فارسی تاریخوں نے داستان اور افسانہ کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔

یہاں تک تو بحیثیت مجموعی اسلامی تواریخ کا حال بیان کیا گیا ان میں جب ہم آل محمدؐ ۔ اہل بیت طاہرینؑ کے حالات اور واقعات کا تفحص کرتے ہیں تو ہماری مشکلات میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اولاً تو اکثر مسلمان مورخین نے آل محمدؐ کے حالات اور واقعات لکھنے میں بخل سے کام لیا۔ تاریخوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مورخین نے زیادہ تر بادشاہوں کے حالات درج کئے جو حکمران تھے اور آل محمدؐ کے حالات اور واقعات زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ ضمناً ادھر ادھر کچھ لکھ دیا۔ ان بزرگواروں کے متعلق بعض اہم اور مشہور واقعات کا ذکر کیا بھی تو مجملاً کیا اور پھر کافی تحقیق و تفتیش کی زحمت گوارا نہیں کی ۔ مثالاً واقعۂ کربلا کو پیش کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم اور اہم ترین واقعہ ہے لیکن اکابر مورخین نے اس واقعہ کو ضمناً اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آل محمدؐ کے متعلق مسلمان مورخین نے یہ طریقۂ عمل کیوں اختیار کیا ؟ اس کے بظاہر دو وجوہ تھے ۔ ایک یہ کہ اکثر مورخین کا تعلق ایسے مکتب خیال کے لوگوں سے تھا جو آل محمدؐ

سے کوئی محبت نہ رکھتے تھے اور ان بزرگواروں سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص سے محبت اور تعلق نہ ہو تو کیوں اس کے متعلق کچھ کہنے اور لکھنے کی تکلیف و زحمت برداشت کرے گا۔

آل محمدؐ سے یہ بے اعتنائی۔ لاپرواہی اور بے تعلقی اس لئے ظہور پذیر ہوئی کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلامی دنیا میں جو انقلاب ہوا یعنی اسلام کی قیادت ان کے گھر سے نکل کر دوسروں میں منتقل ہوگئی تو یہ ان مقدس ہستیوں کی تباہی اور ہلاکت کا باعث ہوئی۔ نہ صرف یہ بزرگوار یکے بعد دیگرے تلوار۔ زہر۔ قید تنہائی کے ذریعہ صفحۂ ہستی سے مٹادئے گئے بلکہ صدیوں تک مسلسل اور منظم کوششیں کی گئیں کہ ان کے حالات ان کے علوم۔ ان کے فضائل اور مراتب بھی مٹادئے جائیں اور لوگوں کے دلوں سے بھلادئے جائیں۔ پس ان تمام کارروائیوں کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جو ناگزیر تھا کہ مسلمانوں میں سوائے چند باایمان نفوس کے باقی سب ان بزرگواروں کے حالات۔ کمالات۔ فضائل و مراتب سے ناواقف ہوگئے اور یہ مورخین بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

ثانیاً یہ کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلام کی یا مملکت اسلامی کی قیادت اور سرداری ایسے افراد کے سپرد ہوتی گئی جو آل محمدؐ

کی عداوت ومخالفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ۔ ان قائدین اور حکمرانوں کو ایک دقیقہ کے لئے بھی گوارا نہ ہوتا تھا کہ کہیں آلِ محمدؐ کا نام بھی لیا جائے یا اُن کا ذکر خیر ہو ۔ زمانہ کا یہ رنگ ہوگیا تھا کہ اگر کوئی صاحب ایمان ان بزرگواروں کا نام نیکی کے ساتھ لیتا یا ان کے فضائل بیان کرتا تو اس کی سزا حبس اور تلوار ہوتی یعنی قید اور قتل کیا جاتا اس شدید احتساب کی موجودگی میں ان مورخین کو جو پہلے سے ان مقدس ہستیوں سے کوئی خاص دلچسپی اور محبت نہیں رکھتے تھے کیا پڑی تھی کہ اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال کر ان کے حقیقی حالات اور واقعات شرح وبسط کیساتھ لکھتے ۔ بس اتنا ہی لکھا جتنا کہ حکومتِ وقت نے اجازت دی اور جس کا ترک ناگزیر تھا۔

باوجود اس احتساب اور روک تھام کے خدا نے کچھ ایسے افراد بھی پیدا فرمائے جنہوں نے صاحبان اقتدار اور حکام وقت کے تعزیراتی احکام کو ٹھکرادیا ۔ ان کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر ان اولیاءاللہ ۔ اوصیاءرسول اللہؐ کے حالات ۔ کمالات اور فضائل دل کھول کر لکھ دیئے ۔ لیکن افسوس کہ ان کے اکثر ملفوظات تالیفات اور تصانیف ہم تک نہ پہونچنے پائے ۔ ان میں اکثر کتب کو تو حکام جور نے باضابطہ اور منظم طور پر تلف کرادیئے بعض لوگوں کے یہاں چند کتابیں

جو بچ گئیں ان کو حکام جور کے خوف سے اِن لوگوں نے اس طرح چھپایا اور مخفی کر دیا کہ یہ تلف اور غائب ہوگئیں ۔ دنیا انہیں پھر نہ دیکھ سکی۔ مثلاً جب ہم ابن ندیم (المتوفی ۳۸۵ھ ہجری) کی کتاب "الفہرست" پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ایسی متعدد کتب کے نام پاتے ہیں جو دوستان اور جان نثارانِ اہل بیتؑ نے ان کے حالات زندگی۔ فضائل و مصائب کے متعلق لکھے تھے ۔ ان کتب میں سے فی صد دو بھی باقی نہ رہے مفقود و معدوم ہو گئے ۔

المختصر اسلامی تواریخ سے اہل بیت علیہم السلام کے متعلق خاطر خواہ کافی اور صحیح معلومات ہم کو نہیں ملتے ۔

(۲) حدیث و اخبار

دوسرا ذریعۂ معلومات کا حدیث و اخبار ہیں لیکن ان کی حالت بھی قابل اطمینان نہیں

رسول اللہؐ کے زمانہ میں ہی مسلمان جھوٹی حدیثیں بنانے اور شائع کرنے لگے تھے چنانچہ جب اس کی اطلاع آنحضرتؐ کو ہوئی تو آپؐ نے عتاب فرمایا اور ایسا کرنے سے لوگوں کو سختی کے ساتھ منع فرمایا ۔

بحار الانوار جلد اول میں حدیث ہے :-

عن ابی جعفر الثانیؑ فی مناظرتہ مع یحییٰ بن اکثم انہ

قال قال رسول اللہؐ فی حجۃ الوداع قد کثرت علیّ الکذابۃ و

استکثر من کذّب علیّ متعمّدا فلیتبوّء مقعدہ من النار الخ

(ترجمہ ۱۷) یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ کرتے ہوئے امام محمد تقی علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ میری طرف بہت سی جھوٹی حدیثیں منسوب کی جا رہی ہیں اور کثرت سے کی جا رہی ہیں جو شخص میرے متعلق عمداً جھوٹ کہے گا (یعنی جھوٹی حدیثیں بیان کرے گا) اس کا مقام جہنم ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی ایک کتاب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے متعلق ویسی ہی جھوٹی باتیں کہی جائینگی جیسی کہ انبیائے ماسبق کے متعلق کہی گئیں۔

رسول اللہ کی وفات کے بعد جھوٹی اور موضوعہ حدیثوں کا سلسلہ اس شدت سے جاری ہوا کہ اس کے انسداد کے لئے سخت کارروائی کرنی پڑی یہاں تک حضرت عمرؓ نے ابوہریرہ کو درّے لگائے۔

خلفاء راشدین کے بعد جب حکومت خاندان بنی امیہ میں منتقل ہوئی تو ان حکمرانوں نے جھوٹی حدیثیں وضع کرانے کا سلسلہ قائم کیا جس کے بانی امیر معاویہ تھے۔ انہوں نے رقم کثیر صرف کر کے حضرات شیخین اور اپنے فضائل میں اور جناب امیر علیہ السّلام اور اہل بیتؑ کی منقصت میں جو احادیث بنوائیں اس کے ذکر سے تواریخ اور کتب

حدیث و اخبار بھری پڑی ہیں۔ ہم نے کتاب "اقوال اہل بیت نبی مختار در ترجمہ جلد اول بحار الانوار" کے مقدمہ میں شرح و بسط کے ساتھ اس حدیث سازی کا ذکر کیا ہے۔ ان جھوٹی حدیثوں کا سلسلہ بنی امیہ پر ختم نہیں ہوا بلکہ بنی عباس کے دور حکومت میں بھی قائم رہا۔

پروفیسر فلپ ہٹی "تاریخ عرب" میں لکھتے ہیں:۔

مسلمان عربوں کے دو فریق میں جب کبھی کوئی مذہبی۔ سیاسی یا سماجی نزاع واقع ہوتی تھی تو ہر ایک فریق اپنی تائید میں رسول اللہؐ کی حدیثیں پیش کرتا تھا چاہے وہ حدیثیں صحیح ہوں یا موضوعہ اور جھوٹی۔ علیؑ اور ابوبکرؓ کی سیاسی مخالفت۔ علیؑ اور معاویہ کا جھگڑا۔ بنی عباس اور بنی امیہ کی باہمی عداوت وغیرہ باعث ہوئے متعدد جھوٹی حدیثوں کے بننے کا۔ اس کے علاوہ علماء کی کثیر تعداد کے لئے یہ دولت کمانے اور روپیہ پیدا کرنے کا ذریعہ بن گیا تھا"

اس حدیث سازی کے وبائی مرض کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دنیائے اسلام کے علماء اس سے متاثر ہو گئے اور ان جھوٹی اور موضوعہ حدیثوں کو اکثر علماء نے تو عمداً حکام وقت کی خوشنودی کی خاطر اور بعض نے نادانستہ طور پر اپنی کتابوں میں شریک کر لیا اور اس کثرت سے شریک کیا کہ بعد میں ان کے متعلق بعض محققین کو بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھنی

پڑیں اس کے باوجود بعض معتبر اور مستند کتب احادیث مثلاً صحاح ستہ وغیرہ میں یہ جھوٹی اور موضوعہ حدیثیں رہ گئیں اور اب تک موجود ہیں کتب شیعہ بھی ان سے محفوظ نہیں رہیں ان کی کتب احادیث و اخبار میں بعض ایسی حدیثیں نظر آتی ہیں جن سے بادی النظر میں محمدؐ و آل محمدؑ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن ذرا غور و فکر کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دراصل ان سے ان بزرگواروںؑ کی منقصت اور توہین ہوتی ہے یہہ حدیثیں بڑی چالاکی اور مکاری کے ساتھ موضوع کی گئی تھیں۔ بعض بھولے اور کم عقل شیعہ علما، نے ان کو مفید مطلب سمجھ کر اپنی کتب میں شریک کر لیا۔

یہاں تک تو حدیثوں کی وضع اور ترتیب کا حال بیان کیا گیا اب راویان حدیث کے حالات بھی قابل غور ہیں۔

معتبر و مستند کتب احادیث مثلاً صحاح ستہ وغیرہ میں جو احادیث درج ہیں ان کے راویوں کی یہ کیفیت ہے کہ ان میں ہر قسم کے لوگ۔ عالم۔ جاہل۔ عابد و زاہد۔ متقی پرہیزگار۔ فاسق و فاجر۔ صادق کاذب۔ مدلس۔ ناصبی و خارجی۔ قاتلان حسینؑ مثلاً حصین ابن نمیر اور شمر ذی الجوشن سب ہی شامل ہیں۔ ان معتبر و مستند کتب احادیث کے رُوات کے حالات کا جب کتب رجال اور تاریخوں سے پتہ چلایا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض راویوں کے عادات و اخلاق

چال وچلن بہت ہی خراب ۔ پست اور ناگفتہ بہ تھے ۔ تعجب ہوتا ہے کہ علماء اور جامعین احادیث نے ایسے لوگوں کی روایتوں کو کیوں کر قبول کیا اور اپنی کتب میں انہیں جگہ دی !

ہماری کتب احادیث و اخبار میں خود آنحضرتؐ کے متعلق ایسی لغو اور بے سروپا باتیں موجود ہیں کہ جن سے آنحضرتؐ کی توہین۔ اور منقصت ہوتی ہے اور جن کی وجہ یورپ اور امریکا کے مورخین اور مصنفین کو رسول اللہؐ پر سخت حملے کرنے کا موقع ملا

"از ماست کہ بر ماست"

(۳) مقاتل تیسرا ذریعہ معلومات مقاتل ہیں ۔ ان کا چونکہ زیادہ تر تعلق واقعۂ کربلا سے ہے اس لئے ان کے ذریعہ ہم کو واقعۂ کربلا کے متعلق معلومات حاصل ہوتے ہیں ۔ ان میں ضمناً اہل بیتؑ کا ذکر آجاتا ہے ۔

جناب زینبؑ کے متعلق جو کچھ واقعات معلوم ہوئے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر ان ہی مقاتل سے اخذ کئے گئے ہیں ۔ مقاتل میں روایات کا اس قدر اختلاف ہے کہ اِن سے صحیح واقعہ کا پتہ چلانا مشکل ہو جاتا ہے

بہرحال آل محمد علیہم السّلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے میں بے حد مشکلات درپیش ہوتی ہیں ۔ خاندان نبوت کے مردوں کے

حالات تو پھر بھی کتب میں مل جاتے ہیں لیکن محذرات کے حالات زندگی کی طرف چونکہ مورخین اور صاحبان اخبار وحدیث نے کافی توجہ نہیں کی اس لئے ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں اور جب ہم ان کے حالات اور واقعات زندگی جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہماری مشکلات دہ گونہ بڑھ جاتی ہیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے متعلق ہماری حد علم تک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ متقدمین یا متاخرین میں سے کسی نے کوئی مستقل علیحدہ تصنیف یا تالیف نہیں کی۔ البتہ متقدمین کی کتب تاریخ و اخبار میں آپؑ کے چیدہ چیدہ حالات پائے جاتے ہیں۔ باوجود تجسس و تفحص کے ہم کو آپ کی کسی عربی سوانح عمری کا پتہ نہ چلا صاحب "طراز المذہب" بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہم خیال ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"ہیچ یک از علمائے احادیث و اخبار
تواریخ و آثار کتابی مخصوص در مجاری حال و وقائع
ایام سعادت اشتمال حضرت ولیۃ اللہ العظمیٰ اخت موسی
کبریا۔ محبوبہ مصطفیٰ۔ محجوبہ خاندان علی المرتضےٰ
پارہ جگر فاطمۃ الزہرا۔ شقیقہ حسن مجتبیٰ و حسین سید الشہداءُ
عالمۂ غیر معلمہ۔ فہیمہ غیر مفہمہ۔ فاضلہ۔ کاملہ۔ عاقلہ

زاہدہ - عابدہ - محدثہ - مظلومہ - مرضیہ - نائبۃ
سیدۃ النساء الراضیۃ بالقدر و القضاء - جناب ام الحسنؑ
زینب الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا و علیہم مقرر و مبسوط و
مشخص و مضبوط نہ داشتہ۔"

گذشتہ چالیس پچاس سال کے اندر فارسی اور اردو میں جناب زینبؑ کی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں - جن میں سے ہم کو حسب ذیل کتب دستیاب ہوئیں :-

(۱) طراز المذہب تالیف میرزا عباسؒ قلی خان (فارسی)

(۲) خصائص زینبیہؑ تالیف السید نورالدین بن آقا سید محمدؐ جعفر (فارسی)

(۳) سلسلۃ الذہب فی فضائل حضرت زینبؑ تالیف خان بہادر سید محمدؐ مظفر علیؒ خان رئیس جانسٹھ۔

(۴) سیرت حضرت صدیقہ صغریٰ جناب زینب المعروف بہ مظلومۂ کربلا تالیف سید اظہار حسینؒ عرش گوپال پوری۔

(۵) سیرت زینب تالیف سید احمدؐ حسینؒ ترمذی۔

(۶) سیدہ کی بیٹی تالیف رازق الخیری ابن راشد الخیری۔

۱ - "طراز المذہب" جو فارسی میں لکھی گئی جناب زینبؑ کی

سب سے زیادہ مبسوط سوانح عمری ہے۔ اتنی تفصیل کے ساتھ آپ کے متعلق نہ اس سے پہلے کوئی کتاب لکھی گئی اور نہ بعد۔ اس کتاب کے مولف میرزا عباس قلی خان مرحوم ومغفور فرزند صاحب ناسخ التواریخ ہیں جن کا مطالعہ کثیر اور علم وسیع تھا۔ اس کتاب کی تالیف میں مرحوم نے حقیقتاً بڑی محنت اٹھائی اور جد وجہد کی ہوگی۔ جناب معصومہؑ کے متعلق جو کچھ معلومات مختلف کتب سے انہیں حاصل ہوئے وہ سب اس کتاب میں جمع فرما دئے ہیں چنانچہ کتاب کے دیباچہ میں خود تحریر فرماتے ہیں:-

"بہ تحریر این کتاب مستطاب مشغول
گردیدہ وبرسہ صد مجلد کتب مختلفہ احادیث
وتواریخ نظر برگماشتہ برحسب بضاعت
واستطاعت ومراعات شرائط تحقیقات شافیہ
وتدقیقاتِ وافیہ کہ براہل خبر وبصیرت معلوم
ومشہود است این خدمت را بانجام رسانید"

ہماری رائے میں طراز المذہب سے بہتر اور مفصل جناب زینب علیہا السّلام کے متعلق اور کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اس تالیف سے مولف مرحوم نے اہل بیتؑ کی بڑی خدمت

کی اور ایک بڑی کمی کو پورا کیا۔ خدا ان کے درجات عالی فرمائے۔

یہ کتاب پہلی دفعہ طہران میں طبع ہوئی اس کے بعد دوسری دفعہ زیر نگرانی محمد جعفرؒ مولا اور محمد حسینؒ لاری مطبع مصطفوی بمبئی میں ٹائپ میں چھپی۔ سن طباعت ۱۳۲۲ھ ہجری ہے۔ کتاب کا حجم ۶۶۰ صفحے اب یہ کتاب کمیاب ہے۔

پہلے ہمارا خیال ہوا کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیں لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد دو وجوہ سے رائے بدلنی پڑی۔ وجہ اول یہ کہ اس کتاب میں بعض غیر متعلق امور پر طولانی بحث کی گئی ہے۔ مثلاً روح اور نفس کے متعلق کہ روح کیا ہے۔ نفس کی حقیقت کیا ہے۔ اس کے بیان میں تقریباً ڈیڑھ سو صفحے صرف کئے گئے ہیں یہ بحث ایسی ہے کہ جس سے عام ناظرین کو نہ دلچسپی ہوسکتی اور نہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے فلسفہ۔ الہیات اور علم کلام کے کافی استعداد کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کتاب کا ترجمہ کرتے تو لازماً اس حصہ کو بھی شامل کرنا پڑتا۔

وجہ دوم یہ کہ ایک ہی قسم کی روایات کا مختلف ابواب میں اکثر اعادہ کیا گیا ہے۔ جن کا موزوں اور مناسب مقام پر

ایک دفعہ لکھ دینا کافی تھا۔ اس تکرار اور اعادہ کی وجہ کتاب کا حجم زیادہ ہوگیا اور پھر سلسلۂ بیان درست نہیں ہے۔ حالات اور واقعات کچھ اس طرح آگے پیچھے بیان کئے گئے ہیں کہ کتاب کے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ پس یہی دو وجوہ تھے جو کتاب کا ترجمہ کرنے سے ہمیں باز رکھے اور ہم نے تہیہ کرلیا کہ اس کتاب کو اپنا ماخذ اصلی قرار دے کر جناب زینبؑ کی سوانح عمری مرتب کردیں چنانچہ ایسا ہی کیا۔

۲۔ "خصائص زینبیہ" یہ السید نورالدین بن آقا سید محمد جعفر صاحب کی تصنیف ہے جو فارسی میں لکھی گئی ہے سنہ ۱۳۴۱ ہجری میں مطبع مرتضویہ نجف اشرف میں طبع ہوئی یہ کتاب ایک خاص نوعیت کی ہے۔ اس میں زیادہ تر جناب زینب علیہا السلام کے خصائص سے بحث کی گئی ہے حالات اور واقعات زندگی ضمناً بیان کئے گئے ہیں۔ قابل مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف میں بڑی جد و جہد کی ہے اور لطیف نکات اور مضامین جمع کئے ہیں۔

۳۔ "سلسلۃ الذہب فی فضائل حضرت زینب" یہ خان بہادر سید محمد مظفر علی خان صاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفر نگر کی لکھی ہوئی ہے۔ جو اردو میں ہے اور سنہ ۱۹۲۷ء نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی۔

ہمارے خیال میں یہ تالیف نہیں ہے بلکہ اس کو "خصائص زینبیہ" کا ترجمہ کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ کتاب "خصائص زینبیہ" پڑھ لینے کے بعد جب ہم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اسے بالکل (خصائص زینبیہ) کا ترجمہ پایا۔

۴۔ "سیرت حضرت صدیقہ جناب زینب صلواۃ اللہ علیہا المعروف بہ مظلومۂ کربلا" اس کے مؤلف سید اظہار حسینؒ صاحب عرش گوپال پوری ہیں۔ یہ اردو میں لکھی گئی ہے اور نظامی پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ اس کتاب کا ماخذ بالکلیہ "طراز المذہب" ہے۔ مؤلف نے طراز المذہب" کے ہر ایک باب سے چند روایات لے کر اردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔ اس کتاب کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو غیر صحیح نہ ہوگا کہ یہ "طراز المذہب" کے خلاصہ کا ترجمہ ہے۔

۵۔ "سیرت زینب" اس کے مؤلف سید احمد حسینؒ صاحب ترمذی ہیں۔ یہ مختصر کتاب ۹۲ صفحے کی چھوٹی تقطیع پر ہے اور گیلانی پریس لاہور میں طبع ہوئی ہے اس کتاب کا ماخذ بھی "طراز المذہب" ہے اس سے روایتیں لی گئی ہیں اور اختصار کے ساتھ آسان اردو میں لکھدی گئی ہیں۔ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن بچوں اور مبتدیوں کے لئے بے حد مفید ہے۔

۶۔ "سیدہ کی بیٹی" یہ رازق الخیری صاحب فرزند راشد الخیری صاحب کی اردو تصنیف ہے جو ۱۹۴۲ء میں طبع ہوئی اور عصمت بک ڈپو سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ مصنف نے دیباچہ میں وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ ان کے والد علامہ راشد الخیری کتاب "سیدہ کا لال" (امام حسین علیہ السّلام کی سوانح عمری) لکھنے کے بعد جناب زینبؑ کے حالات قلمبند کرنا چاہتے تھے لیکن انتقال ہو گیا اور مصنف یعنی رازق الخیری نے اپنے والد مرحوم کی دلی خواہش کو پورا کر دینے کی خاطر یہ کتاب لکھی۔

اس کتاب میں جناب زینبؑ کے بزرگوں کے اور دوسرے خاندانی حالات کے بیان میں ضرورت سے زیادہ طول دیا گیا ہے حضرت آدمؑ سے سلسلہ شروع کیا گیا اور آنحضرتؐ پر ختم کیا گیا۔ روز عاشورا کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے جس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

بعض ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو ضعیف یا موضوعہ روایات پر مبنی ہیں اور بحث طلب ہیں۔ مثلاً جناب فاطمۃ الزہراؑ کا حضرت علیؑ سے ناراض ہو جانا اور آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ کی شکایت کرنا۔ حضرت علیؑ کا جناب فاطمۃ الزہراؑ کے حین حیات عقد ثانی کرنے کا قصد ظاہر کرنا اور اس پر رسول اللہؐ کا اظہار خفگی کرنا۔

یہ باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ حضرت علیؑ سے جو جناب

فاطمۃ الزہراؑ کے مراتب و مدارج سے اسی طرح واقف تھے جیسا کہ رسول اللہؐ یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ آپؑ جناب معصومہؑ کو ایک دقیقہ کے لئے بھی شکایت کا موقع دیتے یا یہ کہ آپؑ کی زندگی میں عقد ثانی کا خیال بھی آپؑ کے وہم و گمان میں آتا۔

بعض مندرجہ واقعات مجمل اور مبہم ہیں۔

مثلاً صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں:۔

"۱۵ھ ہجری میں حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم صحابۂ کرام کے وظائف مقرر فرمائے تو حضرات حسنینؑ کو اصحاب بدر میں شامل کر کے ان کے وظائف پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے اور حضرت علیؑ کو بھی اتنا ہی وظیفہ ملا۔ ان وظائف نے گھر کی حالت کو بدل دیا جو عسرت سیدۃ النساء کی زندگی میں تھی وہ دور ہوئی اب شیر خدا کے گھر میں خوش حالی نظر آنے لگی"

ہماری تحقیق تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ شیر خدا کے گھر میں ہمیشہ تنگ حالی اور فقر و فاقہ ہی رہا۔ اس لئے نہیں کہ آپؑ فقیر اور محتاج تھے بلکہ اس لئے کہ جو کچھ مال دنیا سے آپؑ کے پاس آجاتا تھا وہ راہِ خدا

میں صرف کر دیتے تھے اپنی ذات پر خرچ نہیں کرتے تھے جناب امیر علیہ السّلام کا خلافت ظاہری کے زمانہ میں بھی وہی حال رہا جو سیدۃ النساءؑ کی زندگی میں تھا۔

حضرت علیؑ کو اور ان کی اولاد یعنی ائمہ معصومینؑ کو جو روپیہ ملتا تھا وہ ان کے سامان راحت۔ عیش و آرام پر صرف نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ فقراء۔ مساکین اور مستحقین پر تقسیم کر دیا جاتا تھا اور یہ خود نان جویں پر اکتفا کرتے تھے۔ چنانچہ تاریخ الفخری میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک دفعہ فرمایا ولو شئت لاھتدیت الی مصفی ھذا العسل بلباب ھذا البر یعنی اگر میں چاہوں تو عمدہ روٹی کے ساتھ صاف شہد کھاؤں۔ اس قول کے نقل کرنے کے بعد مورخ مذکور کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو زہد و تقویٰ اختیار کرتے تھے اس کا سبب ان کا فقر و فاقہ نہ تھا بلکہ مسکینوں اور فقیروں کی ہمدردی تھی اور کسر نفس مدنظر تھا ورنہ ان کا ہر ایک فرد کچھ مال و دولت بھی رکھتا تھا چنانچہ حضرت علیؑ کی چند زمینیں تھیں جن کی کافی آمدنی وصول ہوتی تھی لیکن یہ سب آپ فقراء اور ضعفاء پر خرچ کر دیتے تھے اور آپؑ اور آپؑ کے اہل و عیالؑ جو کی روٹیوں اور موٹے کپڑوں پر قناعت کرتے تھے (الفخری صفحہ ۱۷ مطبوعۂ مصر)

(۳) صفحہ ۵۸ میں حضرت ابوذر غفاری کا ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں:-

"حضرت عثمان کو بھی انہوں نے کھری کھری
سنائی اور ایک گاؤں میں چلے گئے"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے خلیفۂ وقت سے گستاخی کی اور خود ہی خفا ہو کر اپنی خوشی سے کسی گاؤں کو چلے گئے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔

تواریخ اور کتب اخبار میں تو حضرت ابوذرؓ کے حالات اس طرح لکھے گئے ہیں کہ آپ مثل حضرت سلمانؓ کے رسول اللہؐ کے عزیز ترین صحابی تھے اور رسول اللہؐ نے آپ کے متعلق فرمایا یا اباذر انك منا اهل البيت یعنی اے ابوذر تم ہمارے اہل بیت سے ہو (عین الحیوۃ)

علامہ عبدالرب اور صاحب "اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہؓ" لکھتے ہیں کہ "رسول اللہؐ نے فرمایا "ابوذر میری امت میں زہد عیسیٰؑ ابن مریم رکھتے ہیں"

حضرت ابوذرؓ آنحضرت کی زندگی میں اور آپ کے بعد بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کبھی چوکتے نہ تھے۔ جب

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کی اور ان کے مشیرانِ خاص کی بے اعتدالیوں اور بدعنوانیوں کو دیکھ کر حضرت ابو ذرؓ ان کو متنبہ کرنے لگے اور یہ چیز حضرت عثمانؓ کی ناراضی کا باعث ہوئی اور انہوں نے ان (ابوذر) کو امیر معاویہ کے پاس شام بھجوادیا۔ حضرت ابوذرؓ شام میں پہنچے تو امیر معاویہ کا ظلم و تشدد صحابہ کبار کے ساتھ بدسلوکی۔ بیت المال کی رقم کا بیجا تصرف۔ حکم خدا و رسولؐ کی مخالفت دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور یہاں بھی پند و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت ابوذرؓ کی راست گوئی امیر معاویہ کو ناگوار گذرنے لگی اور انہوں نے حضرت عثمان کے پاس ابوذرؓ کی شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمان نے اس کا جواب یہ دیا اما بعد فاحمل جندبا علیٰ اغلظ مرکب داوعرہ فوجہ بہ مع من یسیر بہ اللیل والنہار۔

(اما بعد جندب (ابوذر) کو ایک برے اور بد رفتار اونٹ پر بٹھاکر اور ایسے شخص کے ساتھ دے کر جو اونٹ کو رات اور دن چلائے میرے پاس بھیجدے) ابوذر اسی طرح مدینہ بھیجے گئے اس وقت یہ ضعیف اور نحیف ہو گئے تھے۔ اونٹ پر محمل یا کجاوہ نہ ہونے اور تیز رفتاری کی وجہ ان کی رانوں کا گوشت نکل گیا۔ مورخ کے الفاظ

یہ ہیں وقد سقط لحمہ فخذ یہ من الجھد ۔

جب حضرت ابو ذرؓ مدینہ پہنچے اور حضرت عثمان کے سامنے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا کہ ابو ذرؓ تم اب مدینہ میں نہیں رہ سکتے کہو تمہیں کہاں بھیج دیا جائے ۔ ابو ذرؓ نے کہا مکہ بھیج دو ۔ حضرت عثمان نے جواب دیا نہیں اور کوئی مقام بتاؤ۔ ابوذرؓ نے کہا بیت المقدس بھیج دو حضرت عثمان نے یہ بھی منظور نہیں کیا تو حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ کسی بڑے شہر کو بھیج دو ۔ خلیفہ نے اس کو بھی نامنظور کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم کو ربذہ بھیجوں گا اور ایسا ہی کیا ۔

ربذہ ایک چھوٹا ۔ خشک اور چٹیل قریہ تھا جہاں نہ کھیت باڑی ہوتی تھی اور نہ سبزی تھی ۔ یہ ایک بد ترین مقام سمجھا جاتا تھا ۔ بعض مورخین لکھتے ہیں سیرہ الی الربذہ ونفاہ وقیل انہ ضربہ یعنی حضرت عثمان نے ابو ذرؓ کو ربذہ بھیج دیا اور جلا وطن کر دیا اور بروایتے زد و کوب بھی کی ۔

حضرت ابو ذرؓ کی جلا وطنی ۔ تنگدستی ۔ فقر و فاقہ کی زندگی اور غربت کی موت کی داستان بہت درد ناک ہے ۔ الغرض یہ حقیقی واقعات تھے حضرت ابو ذرؓ کے جن کے

متعلق "سیدہ کی بیٹیؑ" کے مصنف صاحب نے ایک سطر لکھ کر ٹال دیا اور ظاہر کیا کہ حضرت ابوذرؓ از خود ایک گاؤں کو چلے گئے۔

(۴) صفحہ ۷۵ سے ۸۷ تک بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جو بحث طلب ہیں مثلاً واقعہ قرطاس۔ بوقت انتقال آنحضرتؐ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کے گود میں تھا یا حضرت علیؑ کے۔ آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین کے حالات۔ قضیۂ فدک۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ کے باہمی تعلقات وغیرہ۔ ہمارے خیال میں ان قضیوں کا اصل کتاب سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ان کے بیان کی ضرورت تھی اگر یہ نظر انداز کر دئے جاتے تو مناسب تھا۔ ہم ان واقعات پر جو مولف صاحب نے مذبذب اور مبہم طور پر بیان کر دئے ہیں روشنی ڈال سکتے تھے اور تاریخ۔ کتب حدیث و اخبار کے ذریعہ اصلی واقعات کو بے نقاب کر کے دکھا سکتے تھے لیکن اس اندیشہ سے کہ مقدمہ طویل ہو جائے گا قلم روک لیتے ہیں۔

(۵) صفحہ ۵۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ جناب زینبؑ کا کوئی مرثیہ انتہائی جستجو کے بعد بھی انہیں دستیاب نہیں ہوا۔

مولانا نے اپنی اس کتاب میں بعض جگہ "طراز المذہب" کا حوالہ دیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پوری کتاب کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ "طراز المذہب" مطبوعہ مطبع مصطفوی بمبئی کے صفحہ ۴۰۲ پر جناب زینبؑ کا منظوم مرثیہ ہے جو سترہ اشعار کا ہے۔ صاحب طراز المذہب نے اس کا فارسی ترجمہ کر دیا ہے اور اس پر شرح بھی لکھی ہے۔ یہ مرثیہ "بحار الانوار" سے لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ طراز المذہب میں متعدد مقامات پر جناب زینبؑ کے متعدد اشعار درج ہیں جو آپ نے مختلف موقعوں پر بطور مرثیہ ارشاد فرمائے ہیں۔

ان چند امور متذکرہ بالا کے قطع نظر بحیثیت مجموعی مولانا رازق الخیری کی کتاب اردو میں بہترین تصنیف ہے۔ جناب زینب کے حالات زندگی بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور فضائل و مناقب اس خوبی سے لکھے گئے ہیں کہ پڑھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے ہم نے بھی اس کتاب سے کافی استفادہ کیا ہے۔ خدا مولانا کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کتاب کی تصنیف سے اہل بیت کی بڑی خدمت انجام دی۔ ہر پڑھے لکھے مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے

ہماری تالیف کی خصوصیات یہ ہیں کہ ہم نے "طراز المذہب" کو اپنا ماخذ اصلی قرار دیا ہے۔ جتنی روایات درج کی گئی ہیں تقریباً

وہ سب اسی کتاب سے لی گئی ہیں۔ صاحب طراز المذہب کی تنقید اور شرح سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی روایات کی صحت اور ضعف کے متعلق مزید بحث کی ہے بعض مقامات پر تاریخی اشارات وکنایات کو واضح کر دیا ہے۔ ابواب کی ترتیب سلسلہ کے ساتھ کر دی ہے تاکہ جناب مظلومہؑ کے حالات کے مطالعہ میں ناظرین کو سہولت ہو اور ایک تسلسل قائم رہے۔ چند واقعات دوسری کتب سے بھی لئے اور شریک کئے ہیں۔ ہم صدق دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر کتاب "طراز المذہب" ہمارے پاس نہ ہوتی تو ہم اپنی کتاب کی تالیف سے شائد قاصر ہی رہتے۔

ڈاکٹر زاہد علیصاحب پروفیسر عربی و وائس پرنسپل نظام کالج کے ہم بے حد متشکر ہیں کہ صاحب موصوف نے کتاب کا مسودہ ملاحظہ فرمایا اور مفید مشورے دئیے۔

ہماری دلی آرزو ہے کہ یہ تالیف بارگاہ زینبؑ میں قبول ہو اور ہمارے لئے زاد آخرت کا کام دے۔

تالیف ہذا اگر ناظرین کے پسند خاطر ہو تو مولف کے لئے دعاء خیر مائیں۔

آخر دعوٰنا۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ والصَّلٰوۃ

وَالسَّلام عَلیٰ مُحمّد خاتم النبیّین وَعَلیٰ آلہ الطیّبینَ الطّاہرین

المرقوم ۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۴ ہجری
۱۳ اگسٹ سنہ ۱۹۴۵ عیسوی

سید محمد حسنین جعفری
جوبلی ہل
حیدرآباد۔ دکن۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

اسمِ گرامی کنیت و القاب

اسم مبارک۔ اسم مبارک آپ کا زینبؑ ہے۔ السید نور الدین اپنی کتاب "خصائص زینبیہ" میں لکھتے ہیں کہ زینب کے معنی اگر فربہ یا درخت خوبصورت وخوشبودار کے لئے جاتے ہیں تو غیر مناسب نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ زینب کے معنی مصیبت زدہ کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "زین اب" یعنی زینت پدر کے معنی ہیں۔ یہ سب معنی درست اور صحیح نہیں ہیں۔ لغت میں زینب کے معنی فربہ ہونا نہیں ہیں۔ البتہ "زَنَبَ" کے معنی فربہ کے ہوتے ہیں لیکن "زَنَبَ" سے "زَیْنَبْ" مشتق نہیں بتایا گیا اسیطرح "زَیْنَبْ" کے معنی کسی لغت میں بھی مصیبت زدہ کے نہیں پائے جاتے

البتہ "زَیْنَبْ" کے معنی خوش منظر درخت کے ہیں۔ عربی میں اسم علم میں اشتقاق کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا مثلاً "زید" کے معنی زیادہ ہونا کسی نے نہیں کیا۔ "بکر" ایک اسم علم ہے یہ "بَکَرَ" سے نہیں نکلا "بَکَرَ" کے معنی سویرے اٹھنے کے ہیں لہٰذا مختلف مولفین اور مصنفین نے جو معنی زینب کے لئے ہیں وہ نظر انداز کرنے کے قابل ہیں اس قسم کی باتیں لطیفہ گوئی میں جائز ہو سکتی ہیں۔

آپ کا اسم مبارک خود اللہ جل شانہ نے تجویز فرمایا۔ روایت ہے کہ جب فاطمۃ الزہراؑ اس گوہر بحر عصمت و طہارت یعنی جناب زینبؑ کے حمل سے تھیں تو آنحضرتؐ سفر میں تھے۔ جب جناب زینبؑ کی ولادت واقع ہوئی تو حضرت صدیقہ طاہرہؑ نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ رسول اللہؐ تشریف نہیں رکھتے ہیں اس لئے آپؑ اس صاحبزادیؑ کا نام تجویز فرمادیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس معاملہ میں آپؑ کے پدر بزرگوار پر میں سبقت کرنا نہیں چاہتا۔ صبر کیجئے کہ آنحضرتؐ سفر سے واپس آلیں اور صاحبزادیؑ کا نام تجویز فرمائیں۔ تین روز بعد آنحضرتؐ واپس آئے اور حسب عادت پہلے جناب فاطمۃ الزہراؑ کے پاس آئے اور جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کی صاحبزادیؑ کو لڑکی تولد ہوئی اس کا نام تجویز فرمایا جائے۔ رسول اللہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگرچہ فاطمہؑ کی اولاد میری اولاد ہے لیکن اس معاملہ میں خدا کے حکم کا میں منتظر رہوں گا۔ جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام کے حکم فرماتا ہے کہ آپؐ اس دختر مولود کا نام "زَیْنَبْ" رکھیں

اس لئے کہ لوح محفوظ میں اس لڑکی کا نام یہی لکھا ہے۔ اس وقت جناب رسول خداؐ نے جناب زینبؑ کو طلب فرمایا۔ آپؐ کو گود میں لیا۔ بوسہ لیا اور فرمایا کہ اس صاحبزادی کا نام اللہ جل شانہ نے زینبؑ رکھا ہے۔ میں سب حاضرین اور غائبین کو وصیت کرتا ہوں کہ اس لڑکی کی عزت اور حرمت کا ہمیشہ لحاظ و خیال رکھیں کیونکہ یہ مثل خدیجۃ الکبریٰ کے ہے۔

صاحب "خصائص زینبیہ" تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند متعال نے چند برگزیدہ حضرات کے نام خود پہلے ہی تجویز فرما دیے تھے مثلاً ارشاد ہوا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ یعنی خوش خبری دیتے ہیں ہم تجھ کو ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام یوں معین فرمایا کہ اسْمُهُ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ آنحضرتؐ کا اسم مبارک اس طرح ظاہر کیا گیا يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ یعنی میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن میں اس طرح لیا گیا قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ پھر فرمایا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا پھر ارشاد ہوا لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ۔

صاحب بحر المصائب روایت نقل کرتے ہیں کہ جب جناب زینبؑ کی ولادت ہوئی جناب امیر علیہ السلام جناب فاطمہؑ کے حجرہ میں داخل ہوئے اور جناب امام حسینؑ جو اس وقت کم سن تھے آپؐ کے ساتھ چلے آئے اور

خوش ہوکر بے ساختہ عرض کیا کہ اے بابا خدا نے مجھے بہن عطا کی۔ جناب امیرؑ علیہ السلام یہ سن کر رونے لگے۔ جناب امام حسینؑ نے سبب گریہ دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا اے نورِ چشم میرے رونے کی وجہ تم پر عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔ چند روز گذرے تھے کہ جناب فاطمہؑ نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ لڑکی کا نام رکھنے میں کیوں تاخیر فرما رہے ہیں؟ جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ مجھے آنحضرتؐ کا انتظار ہے آپؐ جب سفر سے مراجعت فرمائیں گے تو نام تجویز فرمائیں گے۔ جب آنحضرتؐ واپس تشریف لائے تو جناب زینبؑ کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپؐ نے انہیں گود میں لے کر بوسہ لیا اس اثنا میں جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور رسول اللہ کو بعد تحفۂ درود و سلام کہا کہ اللہ باری تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے حبیب اس نومولود لڑکی کا نام زینبؑ رکھا جائے۔ یہ کہنے کے بعد جبرئیلؑ رونے لگے رسول اللہؐ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ صاحبزادی آغازِ زندگی سے انتہائے عمر تک اس دنیائے ناپائیدار میں رنج و بلا میں مبتلا رہے گی۔ سب سے پہلے آپؐ کی مصیبت پر روئے گی۔ اور پھر ماں کا ماتم کرے گی۔ پھر باپ کی سوگوار ہوگی۔ پھر اپنے بھائی حسنؑ مجتبیٰ کو روئے گی۔ اور ان سب کے بعد مصائب کربلا اور نوائب دشت بے نوا میں مبتلا ہوگی کہ جس سے اس کے بال سفید ہو جائیں گے اور کمر خمیدہ ہو جائے گی جب اہل بیت اطہار نے جبرئیلؑ کی یہ پیشین گوئی سنی تو سب اندوہ ناک اور

اشکبار ہوئے اور جناب امام حسینؑ کو جناب امیر علیہ السلام کے گریہ فرمانے کی وجہ معلوم ہو گئی۔ بحر المصائب میں روایت ہے کہ جب جناب زینبؑ کی ولادت باسعادت واقع ہوئی تو جناب رسول خداؐ کو اطلاع دی گئی آپؐ تشریف لائے اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کو فرمایا "بیٹی تمہاری نومولود لڑکی کو لاؤ"۔ صاحبزادی کو حاضر خدمت کیا گیا تو آپؐ نے گود میں لے لیا اور اپنے سینۂ اقدس سے لگایا اور پھر اپنا رخسار صاحبزادی کے رخسار پر رکھ کر باواز بلند اس طرح رونے لگے کہ آپ کے اشکہائے مبارک آپ کی ریش اقدس پر بہنے لگے۔ جناب فاطمۃ الزہراؑ یہ کیفیت ملاحظہ فرما کر بے قرار ہو گئیں اور کہا کہ اے بابا خدا آپ کی آنکھوں کو نہ رلائے آخر اس گریہ کی کیا وجہ ہے؟ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا "اے بیٹی فاطمہؑ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لڑکی تمہارے اور میرے بعد بلاؤں میں مبتلا ہو گی اور اس پر گوناگوں مصائب اور رنگارنگ آفات وارد ہوں گی۔ جو اس لڑکی کی مصیبت پر روئے گا یا رلائے گا تو اس کو وہی ثواب ملے گا جو اس کے بھائیوں حسنؑ اور حسینؑ پر رونے یا رلانے والے کو ملے گا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے صاحبزادی کا نام زَیْنَبْ رکھا۔

روایت ہے کہ جب جناب زینبؑ کی ولادت کی خبر حضرت سلمان فارسیؓ کو ہوئی تو یہ خوش خوش جناب امیر علیہ السلام کے پاس آئے اور آپؑ کو مبارک باد دی لیکن یہ دیکھ کر کہ جناب امیر علیہ السلام درعوض مسرور ہونے کے

گریہ فرمانے لگے تو بے حد متاثر اور متعجب ہوئے اور آپ کے گریہ کا سبب پوچھا جناب امیر علیہ السلام نے حضرت سلمانؓ کو واقعات کربلا تفصیل سے بیان کئے اور اس غمناک سانحے اور واقعے میں جناب زینبؑ پر جو آفات و مصائب وارد ہوں گے کہہ دئے۔

کنیت۔ آپ کی مشہور کنیت ام الحسن ہے بعض مورخین ام کلثوم لکھتے ہیں چنانچہ بعض خطبے اور مرثئے جو جناب ام کلثوم کے طرف منسوب ہیں وہ درحقیقت آپ کے بتاتے ہیں۔ صاحب "خصائص زینبیہ" لکھتے ہیں کہ اگر آپ کی کنیت ام کلثوم ہو اور آپ کی بہن کا نام بھی ام کلثوم ہو تو یہ کوئی امر عجیب نہیں اس لئے کہ اکثر اہل عرب چند بھائیوں اور بہنوں کا ایک ہی نام اور ایک ہی کنیت مقرر کرتے تھے .... چنانچہ امام حسینؑ نے اپنے ہر فرزند کا نام علیؑ رکھا تھا اور آپس میں فرق کرنے کے لئے علی اکبرؑ علی اوسطؑ۔ علی اصغرؑ پکارتے تھے آپ کی کنیت ام کلثوم ہونے کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ کی ایک صاحبزادی کلثوم تھیں اس لئے آپ کو ام کلثوم کہا جاتا تھا۔ واقعۂ کربلا کے بعد آپ کی کنیت ام المصائب ہو گئی اس لئے کہ آپ پر بے حد مصیبتیں گذریں۔

القاب۔ جناب زینبؑ کے القاب متعدد ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ عالمہ غیر معلمہ۔ فہیمہ۔ فاضلہ۔ کاملہ۔ عاقلہ۔ زاہدہ۔ عابدہ۔ شجیعہ۔ محدثہ۔ مظلومہ مرضیہ۔ نائبۃ الزہراء۔ الفصیحہ۔ البلیغہ۔ ولیۃ اللہ۔ عصمت صغریٰ۔ الراضیہ

بالقدر والقضاء۔ باکیہ۔

السید نورالدین نے خصائص زینبیہ میں بعض القاب کے متعلق وضاحت کی ہے کہ کیوں ان القاب سے آپ ملقب ہوئیں۔ اختصار کے ساتھ ہم چند القاب کے متعلق ان کے بیان کا خلاصہ دیتے ہیں۔

عصمت صغریٰ و معصومہ۔ عصمت صغریٰ کے معنی گناہوں اور خطاؤں سے محفوظ رہنے کے ہیں اور عصمت مخصوص ہے انبیاء و اوصیاء سے جو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ عصمت کا درجۂ اعلیٰ محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے اور آیہ تطہیر اس کا ثبوت ہے۔ جناب زینبؑ نے چونکہ طینت محمدیہ و مجاہد نفسانیہ و ترک لذات حیوانیہ کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کیا تھا اس لئے عصمت صغریٰ اور معصومہ کہی جاتی ہیں۔ خود آپ نے بعض ارشادات و احتجاجات میں اپنی عصمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ولیۃ اللہ۔ آپ کئی وجوہ سے اس لقب کی مستحق ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کی عبادت و بندگی خدا کثیر تھی۔ دوسرے یہ کہ بقائے دین مبین کے لئے آپ نے بے حساب صدمات اٹھائے۔ تیسرے یہ کہ امام حسینؑ سے جو ولی اللہ تھے آپ کو خاص محبت و الفت تھی۔ جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے اس کو خدا دوست رکھتا ہے۔

الراضیہ بالقدر والقضاء۔ یعنی خدا کی قدر و قضاء پر راضی رہنے والے جو کچھ مصائب اور بلائیں آپ پر نازل ہوئیں انہیں آپ نے بڑے استقلال صبر و شکر

کے ساتھ برداشت فرمالیا۔ آپ اس قوت و اقتدار کو جو خدا نے آپ کو عطا کیا
تھا اگر استعمال فرماتیں تو پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کافی تھا مگر باوجود اس اقتدار
و اختیار کے خوشنودئ خدا کے لئے بکمال کشادہ پیشانی تنہا عالم غربت و کلفت میں
شدائد اور مصائب کا استقبال کیا۔

عالمہ غیر معلّمہ۔ یعنی ایسی عالمہ جن کو کسی نے تعلیم نہیں دی یعنی
آپ کا علم وہبی تھا نہ کہ کسبی۔ یہ لقب آپ کو جناب امام زین العابدینؑ نے دیا ہے۔
امام علیہ السلام نے جناب زینبؑ کی تسلی اور آپ کا مرتبہ ظاہر کرنے کے لئے یہ الفاظ
استعمال فرمائے تھے۔ جب جناب زینبؑ اہل کوفہ کو خطبہ ارشاد فرما رہی تھیں تو
اس قدر متاثر ہو رہی تھیں کہ امامؑ کو خوف ہوا کہ کہیں آپ کی روح نہ پرواز کر جائے
اس لئے آپ نے مودبانہ عرض کیا یا عمہ اُسکتی ففی الباقی من الماضی
اعتبار و انت بحمد اللہ عالمۃ غیر معلمہ فہیمہ غیر مفہمہ
(اے پھپی جان مناسب ہے کہ آپ خاموش ہو جائیں جو چیز گذر گئی اس سے
زیادہ معتبر آنے والی چیز ہے۔ بحمد اللہ آپ تو معلّمہ غیر عالمہ اور فہیمہ غیر مفہمہ ہیں)

عالمہ غیر معلمہ

جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں آپ کوفہ میں عورتوں کو تفسیر قرآن
بیان فرماتی تھیں ایک روز کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں جناب
امیر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے نور دیدہ تمہاری تفسیر سن کر مسرت
ہوی۔ اور پھر خود کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر بیان فرمائی۔ اکمال میں ہے کہ

کٓھٰیٰعٓصٓ میں ک سے مراد کربلا ہے۔ ھ سے ہلاکت عترت رسول۔ ی سے
مراد یزید علیہ اللعن ہے۔ ع سے مراد عطش یعنی امام حسینؑ اور اہل بیت اطہار کی
پیاس اور ص سے مراد صبر حسینؑ۔ کوفہ اور شام میں جناب زینبؑ نے جو خطبے
ارشاد فرمائے اور جو احتجاجات کئے ان سے آپ کے علم کی شان ظاہر ہوتی ہے۔
زاھدہ۔ اسلام میں مختلف طریقوں سے زہد کی ترغیب دی گئی ہے
جناب امیر علیہ السلام نے زہد کی یہ تعریف فرمائی ہے الزھد فی الدنیا
ثلاثۃ احرف ز ا ء۔ ھاء و دال۔ فاما الزاء فترک الزینۃ واما
الھاء فترک الھویٰ واما الدال فترک الدنیا لفظ زہد میں تین حروف
ہیں ز۔ ہ اور د۔ ز سے مراد زینت دنیا کو ترک کرنا۔ ہ سے مراد ترک ہویٰ و
ہوس دنیا۔ د سے مراد ترک دنیا ہے۔ باوجود اس کے کہ جناب زینبؑ کے شوہر
حضرت عبداللہ بن جعفر متمول تھے جناب معصومہ کی زندگی ہمیشہ سادہ اور
تکلفات دنیوی سے خالی تھی۔ مال و زر و جواہرات پر کبھی آپ کی نظر نہ پڑی اور
آپ نے ان چیزوں کو ہمیشہ حقیر و ذلیل سمجھا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اَلْمَالُ
وَالْبَنُوْنُ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا یعنی مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں۔ مال
سے استغناء کا تو یہ حال تھا جو ابھی بیان کیا گیا۔ اولاد کے متعلق اس سے
بڑھ کر اور کیا ہو سکتا تھا کہ روز عاشورا نہایت صبر و شکر کے ساتھ دو بیٹے حجت
خدا۔ امام زمان پر قربان کر دئے۔ اپنا ساز و سامان حتیٰ کہ مقنع و چادر۔

کانوں کے گوشوارے تک راہ خدا میں اسلام کی حفاظت کے لئے دئے۔ ترک ہوی وہوس اس طرح کیں کہ باوجود قدرت رکھنے کے رضائے الٰہی کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی اور مصائب برداشت کئے۔ جمیع علائق دنیا۔ گھر دار۔ شوہر اور اولاد کو چھوڑ کر ترک دنیا کا ثبوت دیا۔ المختصر ان سب واقعات سے آپ کا زہد ظاہر ہوتا ہے۔

محدثہ وموثقہ۔ یہ بھی آپ کے القاب ہیں۔ آپ حافظ اسرار محمدیہ وامانات الٰہیہ تھیں۔ امام زین العابدینؑ جب کوئی حدیث یا خبر بیان فرماتے تھے تو اس کی سند جناب زینبؑ تک پہنچاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ باوجودیکہ خود حدیثیں بیان کرتے تھے اور مقبول القول تھے اکثر آپ سے روایتیں بیان کرتے اور کہتے تھے حدثنا عقیلہ یعنی عقیلہ (جناب زینبؑ) نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

شجیعہ۔ یعنی بہادر۔ شجاعت صفات انبیا میں داخل ہے اور اس سے قوت قلب مراد ہے۔ آپ کے والد ماجد امیر المومنین علی علیہ السلام کی شجاعت مشہور ہے اور یہ شجاعت پدری آپ کو ورثہ میں ملی۔ جو مصائب آپ پر گذرے اور جن شدائد کا آپ پر نزول وہجوم ہوا اور ان کا جس شجاعت یعنی قوت قلب کے ساتھ آپ نے مقابلہ فرمایا اور جو ثبات قدمی آپ سے ظاہر ہوئی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ آپ کے ارشادات اور خطبوں سے جو بحالت اسیری اور بے چارگی ابن زیاد جیسے سنگدل شقی اور یزید جیسے ظالم وجبار بادشاہ کی مجلسوں میں

آپ نے دئے آپ کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے۔

عابدہ۔ یعنی کثرت سے عبادت کرنے والے۔ حضرت صدیقۂ صغریٰ نے اپنی تمام عمر عبادت واطاعت خدا میں صرف فرمائی۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا۔ سونا جاگنا۔ سب حرکات وسکنات عبادت تھے۔ اہل بصیرت کے لئے یہ چیز کافی ہے کہ جناب امام حسینؑ نے روز عاشورا آخری رخصت کے وقت آپ سے فرمایا کہ یا اختاہ لا تنسینی فی نافلۃ اللیل (اے بہن نافلہ شب پڑھتے وقت مجھے نہ بھولنا)۔ عالم جلیل حاجی شیخ محمد باقر اپنی کتاب "کبریت احمر" میں مقاتل معتبرہ سے جناب امام زین العابدینؑ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سفر شام میں باوجود ان مصائب اور زحمتوں کے جو آپ پر وارد ہوئے آپ نے کبھی نماز شب ترک نہیں کی چونکہ آپ نے کثرت عبادت سے مقامات غیر متناہیہ حاصل کئے اس لئے عابدہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ آپ عبادت میں امام زین العابدینؑ کے ساتھ شریک ہیں۔ آپ کی عبادت کے متعلق صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ "قریب برتبت امام است" یعنی امام کی عبادت کی شان پائی جاتی ہے۔

باکیہ۔ یعنی کثرت سے گریہ کرنے والے۔ یہ لقب آپ کا اس لئے ہوا کہ خوف خدا سے اور مصیبت حضرت سید الشہداؑ پر آپ ہمیشہ روتی تھیں۔ جاننا چاہیئے کہ خوفِ خدا سے اور مصائب اہل بیت پر رونا بہترین عبادت ہے چنانچہ حدیث ہے کہ

کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا عین بکت من خشیۃ اللہ (قیامت کے دن سب آنکھیں روئیں گی سوائے اس آنکھ کے جو دنیا میں خوف خدا سے روئی ہو)۔

امام حسینؑ اور اہل بیتؑ پر رونے کے متعلق حدیث ہے من بکیٰ او ابکیٰ او تباکیٰ علی الحسینؑ وجبت لہ الجنۃ (جو رویا یا رلایا یا رونے والے کی صورت بنائی حسینؑ کی مصیبت پر تو اس پر بہشت واجب ہے)۔ خود امام حسینؑ کا ارشاد ہے ان سمعتم بغریب او شھید فاندبونی (اگر تم کسی غریب یا شہید کا حال سنو تو میری مصیبت کو یاد کر کے مجھ پر گریہ کرو)۔ جناب زینبؑ خوف خدا سے تو ہمیشہ روتی تھیں بعد شہادت امام حسینؑ آخر عمر تک برادرِ مظلوم و مقتول کو بھی روتی تھیں۔

الفصیحۃ والبلیغۃ۔ یعنی فصاحت اور بلاغت رکھنے والے۔

آپ کی فصاحت اور بلاغت کا حال آپ کے ارشادات و خطبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان صفات میں آپ مثل اپنے پدر بزرگوار کے تھیں جب بازار کوفہ میں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو وہ سننے والے جو صاحبان علم و فضل تھے کہہ اٹھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام تقریر فرما رہے ہیں۔ رازق الخیری صاحب اپنی تالیف "سیدہؑ کی بیٹی" میں لکھتے ہیں :-

"بی بی زینبؑ کو فن خطابت میں کمال تھا۔ ان کا بیان درد اور تاثیر میں اس قدر ڈوبا ہوا ہوتا تھا کہ سامعین کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آجاتے تھے۔ اسی لئے انہیں فصیحہ و بلیغہ بھی کہا جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ قدرت نے ان کو

فصاحت اور بلاغت کا وہ جوہر عطا کیا تھا جو بہت کم عورتوں کو ملا ہے......

...یزید کے دربار میں حاکم کوفہ کے روبرو بازار کوفہ میں بی بی زینبؑ نے جو تقریریں کیں وہ

بتا رہی ہیں کہ فن خطابت میں بی بی زینبؑ کا درجہ نہایت بلند ہے۔"

"علم و فضل اور فصاحت و بلاغت میں حضرت علیؑ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ نثر و

نظم دونوں میں آپ کا رتبہ بلند تھا۔ آپ کی تقریریں انتہا درجہ کی فصیح و بلیغ ہوتی تھیں اور

اتنی ہی دل نشین اور مؤثر۔ حضرت علیؑ کی اولاد میں فصاحت و بلاغت۔ صبر و استقامت

اور مصائب پر سکون و طمانیت کی صفات سب سے زیادہ آپ کی صاحبزادی حضرت

زینبؑ کو ملی تھیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ شیر خداؑ کی اکثر و بیشتر صفات بی بی زینبؑ میں تھیں"۔

نائبۃ الزہراء۔ آپ کو نائبۃ الزہراؑ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ جملہ صفات

وخصائص میں مثل اپنی مادر گرامی کے تھیں۔ صحابہ کی عورتیں آپ کی رفتار و گفتار۔ عادات و

اطوار و اخلاق کو دیکھ کر کہتی تھیں کہ آپ ماں کی جانشین ہیں۔ علاوہ اس کے امام حسینؑ

کے ساتھ آپ کا سلوک وہی رہا جو جناب فاطمۃ الزہراؑ اگر زندہ ہوتیں تو کرتیں۔

باب ۲

تاریخ ولادت و حالات جناب زینب سلام اللہ علیہا

جناب زینبؑ کے پدر گرامی امیر المؤمنین سید الوصیین امام المتقین

علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور والدہ ماجدہ جناب فاطمۃ الزہراؑ بنت

محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاؑ ہیں۔

تواریخ بتاتی ہیں کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کے تین صاحبزادے تھے اور دو صاحبزادیاں تھیں یعنی حسنؑ ۔حسینؑ ۔محسنؑ ۔زینبؑ اور ام کلثومؑ ۔حضرت محسنؑ کا حمل ساقط ہو گیا۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ تین صاحبزادے حسنؑ ۔حسینؑ ۔محسنؑ تھے اور تین صاحبزادیاں ۔زینبؑ ۔ام کلثومؑ ۔رقیہؑ تھیں ۔حضرت محسنؑ کا حمل ساقط ہو گیا اور حضرت رقیہؑ بچپن میں انتقال کر گئیں

بعض اکابر علمائے شیعہ نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی تھیں یعنی جناب زینبؑ اور آپ کی کنیت ام کلثوم تھی بعض وقت آپ کو زینبؑ اور بعض وقت ام کلثوم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

بعض صاحبان اخبار کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے دو صاحبزادیاں ہوں جناب زینبؑ ام کلثوم کبریٰ جناب فاطمۃ الزہراؑ کے بطن سے ہوں اور دوسری صاحب زادی ام کلثوم صغریٰ کسی دوسری بی بی کے بطن سے ہوں۔

کتاب 'بیت الاحزان' میں روایت ہے کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ اپنی وفات کے وقت جناب امیر علیہ السلام کو جو وصیتیں فرمائیں ۔ان میں ایک وصیت یہ کی کہ میرے مال سے ام کلثوم کو بھی دینا۔ یہ روایت لکھکر صاحب " بیت الاحزان " کہتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو صرف ایک

صاحبزادی تھیں اگر اور بھی ہوتیں تو ممکن نہ تھا کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ ان کا نام نہ لیتیں اور انہیں بھی مال سے کچھ دینے وصیت نہ فرماتیں۔ یہ روایت ہم کو تو کچھ غیر صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کے پاس مال دنیا سے تھا ہی کیا کہ اس کی تقسیم کے لئے آپ کو وصیت کرنے کی ضرورت پڑتی۔

سبط ابن جوزی کتاب خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کے فرزندوں میں سب سے پہلے امام حسنؑ پیدا ہوئے اس کے بعد امام حسینؑ اس کے بعد جناب زینبؑ اور پھر جناب ام کلثومؑ۔

سید نعمت اللہ الجزائری اعلی اللہ مقامہ اپنی کتاب انوار النعمانیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اما اولادہ سبعۃ عشرون ولداً ذکراً وانثی الحسن والحسین علیہما السلام وزینب الکبریٰ وزینب الصغریٰ المکناۃ بام کلثوم امھم فاطمۃ البتول (جناب امیر علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیاں ملا کر جملہ سترہ فرزند تھے جن میں سے امام حسن وحسین علیہما السلام۔ زینب کبریٰ اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم تھی جناب فاطمۃ الزہراؑ کے بطن سے تھے)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب زینبؑ کے علاوہ ایک اور صاحبزادی تھیں جو زینب صغریٰ کہی جاتی تھیں اور کنیت ام کلثوم تھی۔ سید نعمت اللہ جزائری نے حضرت محسنؑ کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ آپ کی ولادت واقع نہیں ہوئی حمل ساقط ہو گیا۔

صاحب طراز المذہب نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے ان کا میلان اس طرف ہے کہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی جناب زینبؑ تھیں اور آپ کی کنیت ام کلثوم تھی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا بعض اکابر علمائے شیعہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جناب زینبؑ کی تاریخ اور سن ولادت کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت رسول خداؐ کے حین حیات ماہ رمضان ۹ھ ہجری میں واقع ہوئی چنانچہ صاحب طراز المذہب نے بھی یہی تاریخ لکھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

صاحب "خصائص زینبیہ" کا قول ہے کہ پانچویں جمادی الاول ۵ھ یا ۶ھ ہجری میں مدینہ میں جناب زینبؑ پیدا ہوئیں یہ تاریخ صحیح تر ہے۔

الحاج محمد علی ساکن بمبئی نے انگریزی میں جناب زینبؑ کی ایک مختصر سیرۃ لکھی ہے اس میں انہوں نے تاریخ ولادت شعبان ۶ھ ہجری بتائی ہے۔

مولانا رازق الخیری نے اپنی کتاب "سیدہ کی بیٹیؓ" میں اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی ہے ان کا بیان یہ ہے:۔

"بی بی زینبؑ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں مختلف بیانات ہیں مصنف بحر المصائب لکھتا ہے کہ بی بی زینبؑ پہلی یا اوائل شعبان ۶ھ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں یعنی امام حسینؑ کے دو سال بعد۔ مصنف طراز المذہب کا بیان ہے کہ

رمضان ۹ ھ ہجری میں چند روز باقی تھے کہ بی بی زینبؑ پیدا ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔۔

مصنف خطائص زینبیہ کی رائے میں طراز المذہب کے مصنف کا یہ بیان محض قیاسی اور واقعات کے خلاف ہے کیونکہ ۱۱ ھ ہجری میں سرور عالمؐ نے رحلت فرمائی اور آپ کی رحلت کے وقت جناب سیدہؑ کے ہاں حضرت محسن کے پیدا ہونے میں چند ماہ باقی تھے اور ام کلثوم گود میں تھیں اگر یہ مان لیا جائے کہ جناب سیدہ کے ہاں اور کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی تھی جیسا کہ طراز المذہب کے مصنف کا خیال ہے جب بھی بی بی زینبؑ کی پیدائش کا سال ۹ ھ ہجری قرار دینا قطعاً غلط ہے اس لئے کہ بی بی زینبؑ رسول اکرمؐ کی زندگی میں خاصی ہوشیار تھیں۔ لہذا طراز المذہب کے مقابلہ میں مصنف بحر المصائب کا بیان ۶ ھ ہجری قرین قیاس ہے۔۔۔۔۔۔ اگر امام حسینؑ کا سن پیدائش ۳ ھ ہجری تھا تو حضرت زینبؑ ۵ ھ یا ۶ ھ ہجری میں پیدا ہوئی ہوں گی۔ بعض مورخین نے جناب سیدہؑ سے روایت نقل کی ہے کہ بی بی زینبؑ ۵ جمادی الاول ۵ ھ ہجری کو پیدا ہوئی تھیں اور یہی قرین قیاس ہے۔

ہماری رائے میں بھی ۵ جمادی الاول ۵ ھ ہجری صحیح تاریخ ہے کیونکہ بعض تواریخ اور کتب اخبار میں واقعۂ کربلا کے وقت جناب امام حسینؑ کا سن مبارک ۵۷ سال کا اور جناب زینبؑ کا پچپن سال بتایا جاتا ہے یعنی دو سال کا فرق ظاہر کیا جاتا ہے۔

شمائل مبارک اخبار و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قد بلند و بالا۔ آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ وقار و سکینہ میں مثل ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے تھیں۔ عصمت و حیا میں مثل فاطمۃ الزہراؑ۔ فصاحت و بلاغت اور طرز تکلم میں مثل علی مرتضیٰؑ کے۔ حلم و بردباری میں مثل حسن مجتبیٰؑ کے۔ شجاعت و اطمینان قلب میں مثل حسینؑ سید الشہداؑ کے تھیں۔ صاحب خصائص زینبیہ لکھتے ہیں کہ آپ کشیدہ قامت تھیں۔ چہرۂ انور سے رعب حیدری اور جلالت نبوی آشکار تھے۔ اعضا متناسبہ آپ کی بزرگی و مہابت پر دال تھے۔ آپ فضائل صوریہ و معنویہ کی مجموعہ تھیں۔

باب ۳

تعلیم و تربیت جناب زینب سلام اللہ علیہا

ان انوار مقدسہ اور معصومینؑ کا علم درحقیقت وہبی ہوا کرتا تھا۔ تعلیم و تعلم سے اس کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ جناب زینبؑ کے علم کے متعلق بھی ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ آپ بھی علم لدنی کی مالک تھیں لیکن بظاہر جناب زینبؑ نے اپنے نانا رسول اللہؐ۔ اپنے والد علیؑ ابن ابیطالب اور اپنی والدہ جناب فاطمۃ الزہراؑ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ چونکہ لڑکیوں کی تعلیم کا زیادہ تر تعلق ماں سے ہوتا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپکی تعلیم و تربیت کی بڑی حد تک جناب فاطمۃ الزہراؑ ذمہ دار تھیں۔ راز ق الخیری صاحب "سیدہ کی بیٹی" میں لکھتے ہیں " ایثار اور قربانی۔ فراست اور دانشمندی۔ استقامت

اور استقلال، صداقت اور جرأت۔ تواضع اور مہمان نوازی۔ زہد و تقویٰ۔ عبادت وریاضت۔ خلق وکرم۔ سادگی و پاکیزگی ان تمام صفات کا بی بی زینبؑ میں جمع ہو جانا نہ صرف اثر تھا ان کے بزرگوں کے خون کا جو ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا بلکہ فیض تھا اس ماحول اور صحبت کا جس میں انہوں نے آنکھ کھولی اور بچپن اور کنوارپنہ گذارا۔ پھر سونے پر سہاگہ اس محترم اور مقدسہ ماں کی تربیت تھی۔ جس نے غیروں تک کو جانور سے انسان پیتل سے سونا اور پتھر سے ہیرا بنا دیا۔"

آپ کی عمر چھ یا سات سال کی تھی کہ اس کم سنی میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور جناب امیر علیہ السلام نے جناب فاطمۃ الزہراؑ کے انتقال کے چند روز بعد حضرت امامہ سے عقد کیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امامہ نہیں بلکہ حضرت ام البنین سے آپ نے عقد کیا۔ بہر حال جو بھی ہوں وہی بی بی حضرت علیؑ کے گھر دار اور صاحبزادوں کی نگرانی و پرورش کی ذمہ دار ہوئیں۔

صاحبان اخبار کہتے ہیں کہ جناب ام البنین بنت خزام۔ صالحہ۔ دیندار۔ پرہیزگار۔ عبادت گذار۔ رحم دل سلیقہ شعار بی بی تھیں۔" انہوں نے حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہو کر بی بی زینبؑ کی تربیت میں انتہائی شفقت اور محبت سے حصہ لیا اور انہیں خانہ داری میں جو دلچسپی تھی اس کی حوصلہ افزائی کی۔" جناب ام البنین تربیت میں مشغول رہتیں تو جناب امیر علیہ السلام یقیناً آپ کی تعلیم کی طرف توجہ فرماتے ہوں گے۔ جناب زینبؑ کے ارشادات اور خطبات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مختلف علوم یعنی قرآن و تفسیر، ادب و علم کلام و بیان پر

پوری طرح حاوی تھیں جو نتیجہ تھا جناب امیرؑ کی تعلیم کا اور آپ کی حصول تعلیم کی صلاحیت کا۔ رازق الخیری صاحب کہتے ہیں کہ "بی بی زینبؑ کنوارپتے ہی میں باعتبار علم و فضل مدینہ کے تمام لڑکیوں میں قابل ترین سمجھی جاتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے گھر میں محلے اور قبیلے کی لڑکیوں کا اکثر مجمع رہتا تھا۔ جو وقت گھر کے کاموں سے بچتا وہ تعلیم میں صرف کرتی تھیں۔ حضرت زینبؑ کا سن رشد اس قدر اعلیٰ اور بہتر اور برتر تھا کہ مورخین کے بیان کے مطابق اس وقت قریش میں اور بنو ہاشم کی خواتین میں بھی یہاں تک کہ عبدالمطلب کی اولاد کی تمام لڑکیوں میں ایک بھی ان جیسی نہ تھی"۔

خانہ داری کے مختلف شعبوں میں جناب زینبؑ مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ ان امور کی تعلیم آپ نے اپنی مادر گرامی سے حاصل کی شادی سے قبل جب تک گھر میں رہیں گھر کا انتظام آپ کے سپرد رہا اور آپ بھائی بہنوں کے آرام و آسائش کا بے حد خیال و لحاظ رکھتی تھیں۔ شادی کے بعد جب آپ اپنے شوہر کے گھر گئیں تو خانہ داری کے فرائض کے انجام دہی میں آپ کو کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی بلکہ آسانی اور عمدگی کے ساتھ آپ نے گھر کا انتظام کیا مولانا رازق الخیری لکھتے ہیں:۔

"ان کی سلیقہ شعاری میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ وہ فضول اور بے کار کوئی چیز گھر میں نہ رکھتی تھیں۔ کھانا ضرورت کے مطابق تیار کرتیں اور وقت پر تیار کرتیں۔ جب تمام

مرد اور بچے یا مہمان کھانے سے فارغ ہو جاتے تب کھاتیں اور جو بچ جاتا تو اٹھا کر نہ رکھتیں بلکہ کسی بھوکے کو کھلا دیتیں۔ کفایت اور نظم ان کے تمام کاموں میں جلوہ گر ہوتا ضرورت سے زیادہ کوئی چیز خرچ نہ کرتیں۔ ...... ان کی خانہ داری میں غریبوں بے کسوں اور یتیموں کی مدد بھی شامل تھی جن کی امداد میں ہمیشہ فراخ حوصلگی سے کام لیتیں۔ اپنی محترم ماں کی طرح انہیں بھی اچھے کھانوں کا شوق نہ تھا جو کچھ میسر آتا اس پر صبر و شکر کرتیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کے یہ الفاظ "زینبؑ بہترین گھر والی ہے"۔ بتا رہے ہیں کہ سیّدہ کی بیٹی خانہ داری میں کس قدر ماہر تھیں"۔

باب ۴

جناب زینبؑ اور امام حسین علیہ السلام کی باہمی الفت اور محبت کا حال

جناب زینبؑ کو بچپن سے ہی جناب امام حسینؑ سے بے حد انست اور محبت تھی۔ صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں کہ جناب زینبؑ کی محبت کا یہ حال تھا

کہ اپنی مادرگرامی کی گود میں رہتیں تو روتیں اور بے چین ہوتی تھیں اور جیسے ہی آپ کو امام حسینؑ گود میں لے لیتے خاموش ہو جاتیں اور مسلسل بھائی کے چہرۂ منور کو دیکھتی رہتیں۔ بھائی کے بغیر تھوڑی دیر بھی آپ کو چین و قرار نہ رہتا تھا۔ جناب فاطمہؑ نے ایک روز صاحبزادی کی امام حسینؑ علیہ السلام سے فرطِ محبت والفت کا حال رسول اللہؐ سے عرض کیا تو آپ نے ایک آہ سرد بھری اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا اے نورِ چشم یہ میری بچی زینبؑ ہزاروں بلاؤں میں مبتلا ہوگی اور کربلا میں انواع و اقسام کے مصائب اٹھائے گی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ آپؑ کی امام حسینؑ سے محبت والفت کی یہ کیفیت تھی کہ جب آپ نماز کا قصد فرماتیں تو پہلے روئے اقدس کعبۂ مقصود قبلۂ اہل حاجات حضرت سید الشہداءؑ کو دیکھ لیا کرتی تھیں۔ یہی دلی محبت تھی جس نے آپ کو مجبور کیا کہ گھر دار۔ آل اولاد۔ امن و راحت کو خیرباد کہیں اور اپنے عزیز بھائی کے ساتھ سفرِ پرخطر اختیار کریں۔ روزِ عاشورا اور بعد شہادت حسینؑ قید و دربدری صحرانوردی کی وہ شدید مصائب برداشت کریں جو اگر پہاڑوں پر پڑتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتے اور پھر ان بلاؤں و مصیبتوں کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کریں۔ بقول صاحب طراز المذہب کسی نبی یا ولی کی ذریت سے کسی بی بی پر ایسے مظالم و مصائب نہیں وارد ہوئے جو جناب زینبؑ پر گذرے اور نہ کسی بی بی نے ایسے شدید مصائب واقع ہونے پر اس طرح صبر و شکر و حلم کا مظاہرہ کیا جو آپ نے کیا۔

امام حسین علیہ السلام بھی جناب زینبؑ کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور ہمیشہ آپ کی بڑی عزت و توقیر فرمایا کرتے تھے اور ہر معاملہ میں آپ سے استمزاج اور مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ جیسی مہر و عطوفت امام حسینؑ اور جناب زینبؑ کے مابین تھی اس کی نظیر و مثال دنیا میں ملنا مشکل ہے۔

عارف فقیہہ محدث آقا رضا قزوینی ان بھائی اور بہن کی باہمی محبت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ روز عاشورا جب مظلوم کربلا، کثرت جراحات سے گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور خون آلود حالت میں آسمان کی طرف دیکھا اور استغاثہ فرمایا تو جناب زینبؑ آپ کی آواز استغاثہ سن کر بے تابانہ خیمہ سے باہر نکل آئیں اور بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے سینے سے لپٹ گئیں اور بوسہ لیا۔ حضرت امام حسینؑ نے بہن کے سر کا بوسہ لیا اور بے ہوش ہو گئے۔ جناب زینبؑ روتے ہوئے یہ کہکر آپ کو ہوشیار کرنا چاہا۔ انت الحسین انت اخی انت ابن امی انت نور بصری و انت مهجة قلبی و فوادی انت حمانا انت رجانا انت ابن محمد المصطفیٰ و انت ابن علیؑ المرتضیٰ انت ابن فاطمة الزهراء۔ (تم حسینؑ ہو۔ تم میرے بھائی ہو۔ تم میرے ماں جائے ہو۔ تم میری آنکھوں کا نور ہو۔ تم میرے لخت دل و جگر ہو۔ تم ہمارے حمایت کرنے والے ہو۔ تم ہماری امید ہو۔ تم محمدؐ مصطفیٰ کے فرزند ہو۔ تم علیؑ مرتضیٰ کے بیٹے ہو۔ تم فاطمۃ الزہرا کے بیٹے ہو۔) بوجہ ضعف اور غشی امام علیہ السلام جواب نہ دے سکے

تو آپ شدت سے گریہ فرمائیں۔ امام حسینؑ نے بہ مشکل ایک آنکھ کھولی۔ بہن کو دیکھا دونوں ہاتھوں سے کچھ اشارہ فرمایا لیکن منہ سے کچھ نہ کہہ سکے۔ بھائی کا یہ حال دیکھ کر جناب زینبؑ بے ہوش ہو گئیں اور قریب تھا کہ آپ کی روح پرواز ہو جائے جب ہوش آیا تو عرض کیا " اے بھائی جان آپ کو نانا رسول اللہ کا واسطہ کچھ منہ سے بولئے۔ بابا علی مرتضیٰؑ کا واسطہ زبان کھولئے۔ اماں فاطمۃ الزہراؑ کا واسطہ کچھ بات کیجئے۔ امام مظلومؑ نے یہ کلمات سماعت فرمائے تو کم زور اور ضعیف آواز سے فرمایا اختی زینبؑ کسرت قلبی وزدتنی کربا علی کربی فباللہ علیک الا ما سکنت وسکت (اے بہن زینبؑ تمہاری باتوں نے میرے دل کو توڑ دیا اور میرے کرب میں اضافہ کیا۔ تم کو خدا کی قسم کہ سکون اختیار کرو اور خاموش ہو جاؤ) جناب زینبؑ نے یہ سن کر کہا " اے بھائی میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیسے صبر و سکون اختیار کر دوں۔ جب دیکھ رہی ہوں کہ آپ پر سکرات الموت غالب ہے اور آپ آخری چند سانس لے رہے ہیں۔

شب عاشورا کا منظر بیان کرتے ہوئے جوش ملیح آبادی نے جناب زینبؑ کی امام حسینؑ سے محبت کی حالت کی الفاظ میں خوب تصویر کشی کی ہے۔ کہتے ہیں :-

وہ کربلا کی رات وہ ظلمت ڈراونی — وہ مرگ بے پناہ کے سائے میں زندگی

وہ اہل حق کی تشنہ دہاں مختصر سپاہ — باطل کا وہ ہجوم کہ اللہ کی پناہ

وہ دل بجھے ہوئے وہ ہوا تھی تھمی ہوئی　　وہ ایک بہن کی بھائی پہ نظریں جمی ہوئی

باب ۵

بیان تزویج جناب زینبؑ و اولاد آں معصومہؑ

عقد۔ جناب زینبؑ کا عقد آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا۔ تاریخ وسن کا پتہ نہیں ملتا کہ کس ماہ وسن میں عقد ہوا۔

ابن ابی الحدید "شرح نہج البلاغہ" میں لکھتے ہیں کہ اشعث بن قیس جو قبیلہ بنی کندہ کا سردار تھا جناب زینبؑ کے لئے جناب امیرؑ کے پاس پیغام عقد بھیجا۔ جناب امیرؑ کو یہ سخت ناگوار گذرا آپ نے انکار فرما دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم اگر تو نے دوبارہ اس قسم کا پیام بھیجا تو تلوار سے گردن اڑا دوں گا۔

رازق الخیری صاحب نے اپنی کتاب "سیدہؑ کی بیٹی" میں اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد اس پر تنقید کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام سے ایسے سخت جواب کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ آپ نے رسول اکرمؐ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی تھی اور آپ کا خلق آنحضرتؐ کا خلق تھا یقیناً آپ نے نرم الفاظ میں انکار فرما دیا ہو گا۔ ممکن ہے ایسا ہوا ہو لیکن علامہ ابن الحدید کے قول کو ہم اس لئے غلط نہیں سمجھ سکتے کہ یہ بڑے صاحب تحقیق تھے۔ ان کے معلومات کثیر اور علم محیط تھا اور یہ جناب امیر علیہ السلام کے فضائل و مراتب سے ہم سب سے

زیادہ واقف تھے ان کے علم میں اس واقعہ کا صحیح ہونا ثابت نہ ہوتا تو ھرگز ذکر نہ کرتے۔ باوجود حلم وخلق نبوی رکھنے کے اگر جناب امیرؑ نے ایسا جواب دیا ہو تو تعجب کا مقام نہیں ممکن ہے کہ جناب امیرؑ کو اس کا یقین ہو کہ اشعث پھر گستاخی کرے گا اس لئے ہمیشہ کے لئے اس کا منہ بند کرنے کے لئے ایسا جواب دیا ہو۔

حضرت عبداللہ کی پرورش آنحضرتؐ کے زیر نگرانی ہوئی۔ رسول اللہؐ آپ کو بہت چاہتے تھے۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد جناب امیرؑ آپ کے کفیل اور نگران رہے یہاں تک کہ آپ سن بلوغ کو پہنچے۔ حضرت عبداللہ حسین و خوب صورت تھے۔ ان کے اخلاق۔ مہمان نوازی۔ غربا پروری مشہور تھی۔ مالی حالت اچھی تھی۔

جناب زینبؑ کا نکاح سادگی کے ساتھ ہوا۔ مسجد میں خود جناب امیر علیہ السلام نے نکاح پڑھایا۔ "خاندان کی عورتوں نے دلہن کو حضرت عبداللہ کے گھر پہنچایا اور دوسرے روز حضرت عبداللہ نے دعوت ولیمہ کی۔" تواریخ سے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ جناب زینبؑ کا مہر کیا مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا رازق الخیری صاحب نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جناب زینبؑ کا مہر جناب فاطمۃ الزہراؑ کے مہر سے زیادہ ہوگا۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ کی مالی حالت اچھی تھی اور بروے شرع مہر شوہر کی مالی حالت کی مناسبت سے مقرر کیا جانا چاہیے۔" ممکن ہے کہ مولانا کا خیال درست ہو ان کے خیال کو رد کرنے کے لئے ہمارے پاس

کوئی تاریخی مواد نہیں ہے لیکن ہم اتنا کہدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ ائمہ معصومینؑ اور اہل بیت کے معاملات کو مثل اور لوگوں کے حالات و معاملات کے مطابق سمجھنا درست نہیں۔ ان بزرگواروں نے مال دنیا سے کبھی خود فائدہ نہیں اٹھایا جب کبھی مال دنیا سے کچھ پایا تو اس کو اپنے ضروریات پر صرف نہیں کیا بلکہ مستحقین اور قومی کاموں پر صرف کر دیا۔ تواریخ میں روایت ہے کہ زمانہ خلافت ظاہری میں جناب امیر علیہ السلام ایک دفعہ اپنی نعلین درست کر رہے تھے۔ کہ حضرت ابن عباس آ گئے اور آپ سے کہا کہ یا علیؑ اب آپ خلیفہ ہو گئے ہیں مملکت اسلامیہ کے مالک و سردار ہیں اب تو ایسے کام نہ کریں اقلاً نیا لباس اور نعلین فراہم کر لیں۔ یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے جواب دیا کہ اے ابن عباس اس حکومت کو میں اپنے نعلین سے کہیں پست تر اور ذلیل تر سمجھتا ہوں۔ میں نے حکومت اس لئے قبول نہیں کی کہ اس کے ذریعہ سے اپنے لئے سامان راحت و عیش مہیا کروں اور اپنا طرز زندگی بدل دوں بلکہ میں نے اس کو اس لئے قبول کیا کہ خلق اللہ کی خدمت بجا لاؤں۔ مستحقین کو ان کے حقوق پہنچا دوں۔ مظلوم کو ظالم سے نجات دلاؤں۔ دوسرا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک مرد مسافر کوفہ آیا اور مسجد میں پہنچا۔ جناب امیر علیہ السلام وہاں تشریف رکھتے تھے وہ بھوکا تھا اور آپ سے کھانے کا سوال کیا تو آپ نے وہ کیسہ جسمیں آپ کی جو کی روٹی کے سوکھے ٹکڑے رکھے تھے مسافر کے حوالے فرما دیا۔ اس نے

ہر چند کوشش کی کہ روٹی توڑے اور کھائے لیکن کامیاب نہ ہوا تو کیسہ آپ کو واپس کر دیا۔ جناب امیرؑ نے اس کو امام حسنؑ کے مکان کی نشان دہی کی اور فرمایا کہ اگر تجھکو تازہ اور نفیس غذا کی خواہش ہے تو وہاں جا۔ وہاں روزانہ غرباء و مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے چنانچہ وہ بیت الشرف امام حسنؑ پر پہنچا اور دیکھا کہ دسترخوان وسیع ہے سینکڑوں لوگ آتے اور کھانے سے فارغ ہو کر جاتے ہیں اس مرد مسافر کو بھی دسترخوان پر بٹھا دیا گیا۔ یہ شخص ایک نوالہ خود کھاتا تھا اور ایک لقمہ دسترخوان پر بازو جمع کرتا جاتا تھا۔ امام حسنؑ کی نظر اس پر پڑی اور آپ نے بکمال شفقت اس سے کہا کہ اے شخص تو پیٹ بھر کر کھالے اگر تجھکو تیرے اہل و عیال کے لئے کھانے کی ضرورت ہے تو ہم تجھے اس کی کافی مقدار ساتھ لے جانے دے دیں گے یہ سن کر مرد مسافر نے کہا کہ قسم خدا کی مجھے میرے اہل و عیال کے لئے یہ کھانا لے جانا مقصود نہیں بلکہ میں یہ ایک مرد فقیر کے لئے جمع کر رہا تھا جس کو مسجد میں میں نے دیکھا ہے اس کے پاس سوائے سوکھی روٹی کے سخت ترین ٹکڑوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر امام حسنؑ رونے لگے اور فرمایا کہ اے مرد غریب وہ فقیر نہیں ہیں بلکہ تیرے مولا اور آقا امیر المومنین خلیفۃ المسلمین علی ابن ابی طالبؑ اس گھر کے مالک ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ " اے چاندی اور اے سونے تو میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے " ان واقعات کے ذکر سے ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مالی حالت کی بہتری یا ابتری کا ان بزرگواروں۔ ان مقدس ہستیوں کی زندگیوں پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا۔ اس لئے یہ گمان کرنا

کہ محض مالی حالت بہتر ہونے کی وجہ جناب زینبؑ کا مہر جناب فاطمۃ الزہراؑ کے مہر سے زیادہ مقرر کیا گیا ہوگا صحیح نہیں ہو سکتا۔

جناب زینبؑ کو جہیز کیا دیا گیا اس کی تفصیل بھی کتب تواریخ میں نہیں ملتی۔ رازق الخیری صاحب نے اس بارے میں بھی وہی خیال ظاہر کیا ہے جو مہر کے متعلق کیا۔ لکھتے ہیں:۔

"البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے دستور کے مطابق انہوں نے اس سے ضرور زیادہ دیا ہوگا جو جناب سیدہ کو رسول اللہؐ سے جہیز میں ملا تھا۔ اس وجہ سے کہ رسول اللہؐ نے سیر ہو کر کبھی ایک وقت بھی طعام تناول نہیں فرمایا اور حضرت زینبؑ کی شادی کے دنوں میں حضرت علیؑ کی مالی حالت اچھی تھی۔ حضرت علیؑ مرتضیٰ نے جو جہیز بی بی زینبؑ کو دیا ہوگا۔ یعنی گھڑے اور رکابیاں۔ چھاگل۔ مشکیزہ۔ تخت۔ چمڑے کے تکئے۔ چکی۔ بستر اور سادے کپڑے۔"

بقول رازق الخیری صاحب اگر رسول اللہؐ نے ایک وقت بھی سیر ہو کر طعام تناول نہیں فرمایا تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ نے کب ایسا کیا۔ تواریخ بتاتی ہیں کہ آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر دنوں فاقے گذر جاتے تھے اور خلافت کے زمانہ میں بھی آپ کی غذا جو کی روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہوتے تھے۔

سورہ ہل اتیٰ میں جو آیت ہے يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ (کھلاتے ہیں وہ لوگ خدا کی راہ میں مسکین

یتیم اور قیدی کو) یہ آیت کب کیوں اور کس کی شان میں نازل ہوئی اس پر مسلمان مفسرین نے کافی روشنی ڈالی ہے یقیناً مومنین اور اکثر مسلمین واقف ہیں۔ جناب امیرؑ، جناب فاطمۃ الزہراؑ، حضرات حسنین علیہما السلام پر تین دن فاقہ گذر جانے کے بعد یہ آیت ان بزرگواروں کی شان میں نازل ہوئی۔ کیا اس سے ثابت اور ظاہر نہیں ہوتا کہ مثل آنحضرتؐ کے ان بزرگواروں پر بھی فاقے گذرتے تھے جناب امیرؑ خود بھوکے رہ کر بھوکوں کو سیر فرمایا کرتے تھے۔ میر انیس اعلی اللہ مقامہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں ؎

خود کئے فاقے کیا بھوکوں کو سیر ۔۔۔ میرے مطلب میں شہا کیوں اتنی دیر

ایسی صورت میں یہ فرض کر لینا کہ مالی حالت بہتر ہونے کی وجہ مہر زیادہ مقرر کیا گیا اور جہیز بھی بہ نسبت جناب فاطمۃ الزہراؑ کے بہتر دیا گیا ہوگا مناسب نہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے ان امور میں ضرور آنحضرتؐ کی تاسی کی ہوگی اور حضرت عبداللہؓ نے بھی اس کو پسند کیا ہوگا۔

اولاد | جناب زینبؑ کے پانچ فرزند تھے۔ چار صاحبزادے علی۔ عون۔ محمد۔ اور عباس اور ایک صاحبزادی ام کلثوم۔

ابن قتیبہ کتاب "المعارف" میں لکھتے ہیں کہ جعفر ابن عبداللہ جن کی کنیت عبداللہ تھی جناب زینبؑ کے بطن سے تھے لیکن سبط ابن جوزی اور بعض دوسرے مورخین ان کی والدہ کا نام ام عمر بنت خراش بتاتے ہیں۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ جناب زینبؑ کی کوئی لڑکی نہ تھی لیکن یہ قول معتبر نہیں بعض صاحبان اخبار نے لکھا ہے کہ جناب ام کلثوم صاحبزادی جناب زینبؑ کے لئے امیر معاویہ نے یزید کا پیام نکاح بھیجا تھا۔ امام حسینؑ جو بزرگ خاندان تھے انکا فرمادئے اور جناب ام کلثوم کا عقد قاسم بن محمد بن جعفر سے کر دیا۔

مقاتل میں ہے کہ یوم عاشورا جناب زینبؑ کے دو صاحب زادے شہید ہوئے یعنی حضرت عون اور حضرت محمد۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ روز عاشورا جناب زینبؑ کے دو صاحبزادے یکے بعد دیگر شہید ہوئے حضرت محمد بن عبداللہ اور حضرت عون بن عبداللہ۔ لکھا ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ کی شہادت کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت عون میدان جنگ میں تشریف لائے ان کا سن نو یا دس سال کا تھا رجز پڑھنے کے بعد لڑنا شروع کیا اور آٹھ اشقیاء کو قتل کرنے کے بعد زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور عبداللہ بن بطۃ الطائی نے آپ کو شہید کیا۔

سید نعمت اللہ الجزائری "انوار النعمانیہ" میں لکھتے ہیں:۔

واما زینب الکبریٰ بنت فاطمۃ البتول علیہما السلام فزوجہا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب وولد لہ منہا علی جعفر وعون الاکبر وام کلثوم (جناب زینب الکبریٰ بنت جناب فاطمۃ البتول علیہا السلام کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے

ہوئی اور ان کے بطن سے علی ۔جعفر اور عون الاکبر اور ام کلثوم
پیدا ہوئے۔

حضرت محمد کا نام نہیں ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اسی کتاب میں نعمت اللہ الجزائری نے فہرست شہدائے کربلا، جو دی ہے اس میں محمد و عون فرزندان عبداللہ بن جعفر کے نام دئے ہیں لکھتے ہیں" ومحمد وعون ابنان عبدالله بن جعفر بن ابی طالب۔" ممکن ہے کہ پہلی عبارت میں کاتب کی سہو نظری سے حضرت محمد کا نام چھوٹ گیا ہو۔ حضرت عون کے نام کے قبل محمد لکھنا بھول گیا ہو اور مصحح کی نظر اس پر نہ پڑی ہو۔

سبط ابن جوزی لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہوئے اور منزل تنعیم پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے دو صاحبزادوں۔ حضرت محمد اور حضرت عون کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور خط بھیجا جس میں یہ لکھا:۔

" اما بعد میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ یہ خط دیکھتے ہی مدینہ واپس ہو جائیں اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں ہلاک ہو جائیں گے اور آپ کے اہل بیت مبتلائے آلام ہوں گے۔ اگر آپ کی ہلاکت واقع ہو تو دنیا سے نور خدا مٹ جائیگا آپ علم ہدایت اور مومنین کی امید ہیں پس چلنے میں تیزی اور عجلت نہ فرمائیے اور میں بھی انشاءاللہ جلد حاضر خدمت ہوں گا۔"

بعض مورخین کہتے ہیں کہ یہ خط حضرت عبداللہ نے اپنے صاحبزادوں کے

ذریعہ نہیں بھیجا بلکہ کسی قاصد کے ذریعہ روانہ کیا اور بعد خود عمرو ابن سعید والی مدینہ کا خط اور امان نامہ لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدینہ واپس چلنے کے لئے اصرار کیا۔ جب امامؑ نے خدا اور اپنے نانا رسول اللہ سے عہد میثاق کا ذکر فرمایا تو عاجز اور مجبور ہو کر اپنے دو صاحبزادوں حضرت محمد اور حضرت عون کو امام علیہ السلام کی خدمت میں چھوڑ کر خود مدینہ واپس ہوئے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ اس وقت کسی مرض کی وجہ معذور ہو گئے تھے لڑنے کے قابل نہ تھے اس لئے صاحبزادوں کو اپنے عوض امامؑ پر فدا ہونے کے لئے چھوڑ دیا۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے آپ کو مدینہ واپس کیا تاکہ وہاں ماتقی اہل بیت اور بنی ہاشم کی نگرانی اور حفاظت فرمائیں ہمارے خیال میں حضرت عبداللہ کی واپسی کی یہی وجہ معقول معلوم ہوتی ہے اور ہمارے اس خیال کی تائید صاحب "خصائص زینبیہ" کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ بلحاظ مقام و درجہ حضرت عبداللہ معمولی آدمی نہ تھے۔ امامؑ کے حقوق کے عارف تھے اس کے علاوہ امام حسینؑ کو ان سے اور ان کو امامؑ سے بے حد محبت و انست تھی اس لئے امام کا عمداً ساتھ چھوڑ دینا ان کے لئے ناممکن تھا یقیناً امام حسینؑ نے بنی ہاشم کی حفاظت کی غرض سے انہیں مدینہ واپس کیا ہوگا۔۔۔۔ جیسا کہ جنگ تبوک کے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علی مرتضیٰؑ کو مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔ یہ بات کسی طرح قیاس میں نہیں آتی کہ جو شخص اپنے دو صاحبزادوں کو قربان کرنے پر راضی ہو۔ اپنی جان سے دریغ کرے

عقل سلیم کہتی ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ کو امام حسینؑ اور آپ کے صاحبزادوں کی شہادت کی اطلاع ہوی تو آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا۔ آپ کا ایک غلام تھا جس کی کنیت ابوالسلاسل تھی اس نے آقازادوں کی شہادت کی خبر سُنکر کہا کہ یہ مصیبت ہم پر حسینؑ ابن علیؑ کی وجہ سے پڑی یہ سن کر حضرت عبداللہؓ برہم ہوئے اور جوتے سے اس کے منہ اور سر پر مارا اور کہا اے ولدالزناء حسینؑ کے متعلق تو ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو میری جان ان پر فدا کرتا۔ ہائے میں نے اپنی جان ان پر کیوں نہ قربان کی بچے میرے بھائی۔ میرے ابن عم ان کے ساتھ شہید ہوگئے۔ حضرت عبداللہ کے ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس قدر طالب شہادت تھے لیکن کسی سخت مجبوری کی وجہ مدینہ واپس ہوئے تھے۔

ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اور ابن صباغ نے الفصول المہمہ میں شہدائے کربلا کے ناموں کی فہرست میں حضرت محمد اور حضرت عون کا ذکر کیا ہے لیکن کہتے ہیں یہ حضرت زینبؑ کے صاحبزادے نہ تھے بلکہ حضرت عبداللہ کی دوسری بیبیوں کے بطن سے تھے۔ ہمارے خیال میں یہ خبر صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ جناب زینبؑ کو امام حسینؑ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کبھی گوارا نہ فرماتیں کہ روز عاشورا اپنی اولاد کو آپ پر فدا نہ کریں خصوصاً جب کہ دوسری بیبیاں قربانی دے رہی تھیں۔ یقیناً حضرت محمدؐ اور حضرت عونؑ جناب معصومہ کے ہی صاحبزادے تھے۔

صاحب عمدۃ المطالب نے لکھا ہے کہ روز عاشورا جناب زینبؑ
کے دو صاحبزادے شہید ہوئے لیکن نام نہیں بتائے۔

کتاب اعلام الوریٰ میں ہے کہ یوم عاشورا حضرت عبداللہ کے دو فرزند
شہید ہوئے لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس کے بطن سے تھے۔

ابو الفرج اصفہانی کتاب آغانی میں لکھتے ہیں کہ روز عاشورا حضرت عبداللہ
کے دو فرزند شہید ہوئے ایک عون بن عبداللہ جو جناب زینبؑ کے بطن سے تھے
دوسرے محمد بن عبداللہ جن کی والدہ خوصا بنت حفصہ بنت ثقیف تھیں۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ روز عاشورا جب جناب جعفر طیار کی اولاد کی باری جہاد
کی آئی تو سب سے پہلے حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ جناب زینبؑ کے صاحبزادے
میدان جنگ میں آئے اور جنگ شروع کی اس طرح کہ خود کو لشکر اعدا پر ڈال دیا اور
دس اشقیاء کو داصل جہنم کیا۔ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کو عامر بن نہشل
تیمی علیہ اللعن نے شہید کیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عون بن عبداللہ شہید
ہوئے اور یہ بھی جناب زینبؑ کے بطن سے تھے۔

مقتل ابی مخنف میں جناب زینبؑ کے صرف ایک صاحبزادے
حضرت عون کی شہادت کا ذکر ہے

بعض صاحبان اخبار نے لکھا ہے کہ یوم عاشورا جناب زینبؑ کے
تین صاحبزادے شہید ہوئے۔

مولانا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی 'ذبح عظیم' میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن جعفر طیار کی شہادت کے بعد حضرت عون ابن عبداللہ ابن جعفر میدان کارزار میں آئے اور رجز پڑھنے کے بعد جنگ شروع کی تین سوار اور آٹھ پیادوں کو قتل کیا اور عبداللہ ابن بطۃ الطائی کے ہاتھ شہید ہوئے۔

المختصر کتب سیر و مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عام طور پر تو یہی مشہور ہے کہ روز عاشورا جناب زینبؑ کے دو صاحبزادے حضرت محمد اور حضرت عون شہید ہوئے۔ ذاکرین مجالس میں یہی بیان کرتے ہیں، اور مرثیوں اور نوحوں میں بھی یہی ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں صاحبزادے کم سن تھے ان کی عمریں دس اور نو سال کی تھیں۔

مولانا رازق الخیری نے اپنی کتاب 'سیدہ کی بیٹی' میں صاحبزادوں کی عمر کے متعلق تفصیلی بیان دیا ہے جو قابل ذکر اور لائق غور ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بی بی زینبؑ کے کون کون سے بچے کس کس سن میں پیدا ہوئے باوجود انتہائی تلاش اور کوشش اور تاریخ کی ورق گردانی کے پتہ نہ چل سکا۔ بی بی کی شادی اگر ۱۷ھ ہجری میں ہوئی تھی تو ۶۱ھ ہجری میں جب ان کی عمر ۵۶ سال تھی۔ ان کے بچے عون و محمد کربلا کے میدان میں شہید ہوئے تھے۔ ان بچوں کی عمریں بعض مورخین

۱۱ اور ۱۲ بعض ۹ اور ۱۰ اور بعض ۶ اور ۸ سال
بیان کر رہے ہیں۔ لیکن پچاس کے لگ بھگ عورت کی وہ
عمر ہے جب بچوں کی پیدائش بالعموم بند ہو جاتی ہے۔ پھر اگر
ان بچوں کی پیدائش ۵۳ھ اور ۵۵ھ ہجری تسلیم کی جائے تو
اس کے یہ معنی ہوئے کہ ۱۷ھ ہجری سے ۵۳ھ ہجری تک
۳۶ سال میں صرف تین بچے ہوئے اور ادھر جب بی بی زینبؑ
کی عمر ۴۸ یا ۵۰ تھی۔ اوپر تلے دو بچے ڈیڑھ دو سال کے فرق سے
پیدا ہوئے لیکن ننھے ننھے بچے ماموں کی کیا مدد کر سکتے تھے
جو ان کے باپ عبداللہ بن جعفر نے تنعیم کے مقام پر انہیں بھیجا۔
اگر بی بی زینبؑ ان بچوں کو مدینہ سے مکہ اپنے ساتھ لے جاتیں
تو بھی عون و محمد کی عمریں ۶ اور ۸ تسلیم کی جا سکتی تھیں اس
وجہ سے کہ چھوٹے بچے ماں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان تمام
باتوں پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ عون و محمد جو
میدان کربلا میں شہید ہوئے ناسمجھ نہ تھے ہوشیار ہو گئے تھے۔"

مولانا رازق الخیری نے یہ فرض کیا ہے کہ جناب زینبؑ کی
شادی ۱۷ھ ہجری میں ہوئی۔ ہم کو اس سے اتفاق کرنے میں تامل ہے۔ اگر
جناب زینبؑ کی تاریخ ولادت ۵ھ ہجری صحیح ہو تو ۱۷ھ ہجری میں آپ کی

عمر ۱۲ سال کی ہوتی ہے۔ اگرچہ عرب میں کم سنی کی شادی کا رواج تھا اور اس سن میں اکثر لڑکیوں کی شادیاں ہو جاتی تھیں لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس رواج کی پابندی کی ہوگی اور جناب زینبؑ کی شادی اس عمر میں کر دی ہوگی یہ ہمارا خیال ہے ممکن ہے کہ ایسا ہوا بھی ہو۔

اکثر معتبر مورخین اور صاحبان اخبار نے جناب زینبؑ کی تاریخ ولادت ۵ہجری بتائی ہے جو صحیح بھی معلوم ہوتی ہے تو بوقت واقعۂ کربلا آپ کی عمر ۵۶ برس کی تھی۔ اب اگر آپ کے دو صاحبزادوں کی عمریں بوقت شہادت نو اور دس سال قرار دی جائیں تو ایک صاحبزادے کی ولادت ۴۹ھ ہجری میں اور دوسرے کی ۵۰ھ ہجری میں ہوئی اور اس وقت جناب زینبؑ کا سن مبارک ۴۴ اور ۴۵ سال ہوتا ہے اور یہ عمر ایسی ہے کہ اس وقت تک توالد کا سلسلہ جاری رہتا ہے اتنی سن میں بچے ہونا ناممکن بات نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ حضرت عبداللہؓ اس قدر کمسن بچوں کے ذریعہ امام حسینؑ کے پاس کیوں خط روانہ فرمایا خود آپ کیوں ساتھ نہ لائے اور پھر امام حسینؑ کی خدمت میں چھوڑ کر چلے گئے تو اگر آپ نے ایسا کیا ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں محمدؐ اور علیؑ کے بچوں کو عام بچوں کے مثل سمجھنا ہمارے خیال میں کمیٔ ایمان و عرفان کی علامت ہے۔ اس گھرانے کے بچے اور بڑے صفات و کمالات میں سب یکساں ہوتے تھے یہاں چھوٹے بڑے کا فرق نہ تھا۔ صغاراً کباراً پہلے ہی کہدیا گیا تھا۔ تواریخ میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے حضرت مسلم کو کوفہ

روانہ کیا تھا تو آپ اپنے دو کمسن صاحبزادوں کو ہمراہ لے گئے جو دونوں باپ کی شہادت
کے بعد شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ نے بھی اپنے دو کمسن نو اور دس
سال کے صاحبزادوں کو چھوڑ دیا ہو گا اور کیا تعجب کہ خود جناب زینبؑ نے باصرار تمام
صاحبزادوں کو اپنے ساتھ رکھ لیا ہو تاکہ مصیبت کے وقت اپنے عزیز بھائی پر قربان
کریں۔ بہرحال ہمارے خیال میں بوقت شہادت صاحبزادوں کی عمریں نو اور دس
ہو سکتی ہیں اور یہ صحیح مانا جا سکتا ہے۔

باب ۶

بیان پارہ فضائل و مراتب جناب زینب سلام اللہ علیہا

صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ شئونات باطنیہ اور مقامات
معنویہ جناب صدیقۂ صغریٰ نائبۂ زہراؑ۔ ابنۃ خدا جناب زینب سلام اللہ علیہا کی
یہ کیفیت ہے کہ انکا احاطۂ تقریر اور تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ کے فضائل کا احصاء
کرنے کے لئے لکھنے والوں کے قلم عاجز ہیں۔

مورخین و صاحبان اخبار لکھتے ہیں کہ آپ فضائل و فواضل خصائل و
جلال، علم و عمل، عصمت و عفت۔ نور و ضیاء، شرف و بہا میں اپنی مادر گرامی جناب
صدیقۂ کبریٰ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مانند تھیں اور ان صفات
میں آپ کی ہر طرح وارث اور جانشین تھیں۔

روایات ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب زینبؑ کے متعلق بطور خاص وصیت فرمائی اور آپ کو جناب خدیجۃ الکبریٰ سے تشبیہ دی۔ ان دو امور سے آپکی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ "خدا نے چار عورتوں کو برگزیدہ کیا ہے۔ مریمؑ بنت عمران۔ آسیہ بنت مزاحم۔ خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہؑ بنت محمدؐ۔ حضرت خدیجہؑ نے قیام دین کے لئے اپنا مال و متاع صرف کر دیا۔ جناب زینبؑ نے بقائے دین کے لئے اپنا تمام مال واسباب یہاں تک کہ مقنع و چادر۔ دولت اولاد لٹا دیں۔ حضرت خدیجہ رسول اللہ کی مونس و مددگار تھیں تو جناب زینبؑ نے بھی اپنے مظلوم بھائی کا ہر امتحان وبلا میں ساتھ دیا اور آپ کی خدمت گذاری سے نازک سے نازک وقت میں بھی دریغ نہیں کیا۔

آپ کے جلالت مقام۔ قوت نفس۔ صدق ایمان۔ حلم و علم۔ مراتب فہم کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام زمانؑ جناب علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام نے آپ کو عالمۂ غیر معلمہ۔ فہیمۂ غیر مفہمہ۔ عارفہ۔ زاہدہ۔ کاملہ وغیرہ کے القاب سے خطاب فرمایا۔

علم و فضل | وہ معظمہ جو رسول اللہؐ کے زیر سایہ اور فاطمۃ الزہراؑ کی آغوش میں پرورش پائی ہوں اور جناب امیرؑ جیسے باپ کے زیر تعلیم رہی ہوں ان کے علم و فضل کا کیا پوچھنا۔ راذق الخیری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جس کا باپ شہر علم کا دروازہ تھا جس کی ماں مسجد نبوی۔

میں وعظ کہتی تھیں اور جس کی علمی قابلیت کا سکہ تمام عرب میں بیٹھا ہوا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدینہ اور کوفہ میں خواتین کا بی بی زینب کی زبانی قرآن مجید کے رموز ونکات سن کر زار و قطار رونا علم و فضل میں ان کا درجہ بہت بلند ظاہر کر رہا ہے ۔"

پھر ایک جگہ کہتے ہیں :۔

"۳۶ھ ہجری میں جب حضرت علی کوفہ تشریف لائے تو ان کے ہمراہ بی بی زینبؑ اور ان کے شوہر بھی آگئے کوفہ پہنچ کر بی بی زینبؑ نے درس و وعظ کی مجلس روزانہ منعقد کی اور بعد نماز ظہر قرآنی احکام و ارشاداتِ نبوی کی تفسیر و تشریح سے خواتین کو مستفید فرماتی رہیں ۔ بی بی زینبؑ کی فصاحت اور شیریں بیانی کا ڈنکہ مدینہ میں بج رہا تھا ۔ کوفہ میں بہت سی خواتین ان کی مشتاق تھیں ۔ یہاں پہنچیں اور روزانہ مجلس وعظ منعقد کی تو خواتین کوفہ پروانہ وار گریں ۔ ہر مجلس میں کثیر تعداد میں خواتین شریک ہوتیں اور بی بی کا بیان جو تاثیر اور درد سے لبریز ہوتا پوری توجہ سے سنتیں اور ان کے دلوں پر ان مواعظ اور ارشادات کا گہرا اثر پڑتا ۔"

زمانہ دراز تک شیعان اہل بیت۔ جناب زینبؑ کے احکام و اسرار نقل کرتے تھے اور آپ سے روایات بیان کرتے تھے۔ آپ کے خطبات و ارشادات کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بڑی عالمہ۔ فاضلہ۔ محدثہ اور فصاحت و بلاغت کی مالک تھیں اور ان امور میں اپنے پدر بزرگوار جناب امیر علیہ السلام کی حقیقی وارث تھیں۔

فاضل دربندی اعلی اللہ مقامہٗ کتاب "اسرار الشہادۃ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ کے اس خطبے کو جو آپ نے یزید عنید کی مجلس میں ارشاد فرمایا اور اس میں جو احتجاجات پیش کئے اگر کوئی بغور پڑھے اور سمجھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ آپ کا علم محض اکتسابی نہیں تھا بلکہ وہبی تھا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جناب زینبؑ امام حسینؑ کی جانب سے مخبرہ موثقہ تھیں جیسے جناب امام محمد تقی علیہ السلام کی جانب سے جناب حکیمہؑ تھیں۔ "بحار الانوار" اور "اکمال الدین" میں احمد بن ابراہیم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے جناب حکیمہؑ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو وصیت کر جائے تو کس کی اقتدار کی جائے تو جناب حکیمہؑ نے فرمایا کہ اس بارے میں ہمارے لئے امام حسینؑ نظیر چھوڑ گئے ہیں۔ قبل شہادت آپ نے جناب زینبؑ کو وصایا فرمائے اور آپ کی شہادت کے بعد جناب زینبؑ حدیثیں بیان فرماتی تھیں تاکہ امام زین العابدینؑ کو دشمن نقصان نہ پہنچائیں اور اس طرح آپ امام عصر کی نیابت

فرماتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب زینبؑ دارائے مقام و منزلت
نیابتِ امامت تھیں اور اس سے آپ کا علوِ مقام ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان
کیا گیا کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کو عالمۂ غیر معلمہ کہا یعنی ایسی
عالمہ جو کسی سے تعلیم نہیں پائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مثل رسولؐ اور امامؑ کے
آپ کا علم بلا واسطہ من جانب اللہ تھا کسی سے آپ نے کسب علم و کمال نہیں کیا۔
دوسرے الفاظ میں آپ کا علم وہبی تھا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر نفس و روح میں
صلاحیت نہیں ہوتی کہ مبدئے فیض سے راست علم و کمال حاصل کرے بلکہ
یہ بات نفوس قدسیہ اور ارواح نورانیہ کیلئے مخصوص ہوتی ہے پس جناب
علی مرتضیٰؑ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کی صاحبزادی جناب زینبؑ الکبریٰ نفسِ
قدسیہ اور روح نورانیہ رکھتی تھیں اور علم و فضل۔ مراتب و درجات عالیہ میں
اپنے پدر بزرگوار اور مادرِ گرامی کی وارث و جانشین تھیں۔ آپ شعر بھی کہتی تھیں چنانچہ
کتب مقاتل میں آپ کے اشعار ہیں جو آپ نے بطور نوحہ ارشاد فرمائے ہیں۔ صاحب
"طراز المذہب" نے آپ کا ایک طویل مرثیہ لکھا ہے اسکا ترجمہ کیا اور اسکی شرح لکھی ہے
جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم آل محمدؐ کو علم و کشف
خدا سے عطا ہوا۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ کو علم عطا فرمایا اور آنحضرتؐ
نے یہ علوم ہم کو تعلیم فرمائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم بھی دوسروں کے مانند ہوتے۔ آنحضرتؐ
نے اپنے مرض الموت کے زمانہ میں حضرت علی علیہ السلام کو طلب فرمایا اور

جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا یا علی میرے قریب آؤ تا میں تم کو ان اسرار سے مطلع کروں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دئے ہیں اور وہ علوم واسرار تم کو سپرد کردوں جو اللہ نے میرے سپرد کئے ہیں اور رسول اللہؐ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو یہ اسرار و علوم بتائے۔ امام حسینؑ نے میرے والد امام زین العابدینؑ کو بتائے اور انہوں نے مجھے بتائے۔

عبادت۔ زہد و تقویٰ | جناب زینبؑ کا ایک لقب زاہدہ اور ایک عابدہ بھی ہے جن کی بوجہ کثرت زہد و عبادت آپ مستحق ہوئیں۔ آپ کے زہد و اتقار کے متعلق کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں مولانا رازق الخیری لکھتے ہیں :-

"زینب کبریٰ" کا زہد و اتقا اس درجہ کا تھا کہ بہت کم عورتوں کو نصیب ہوا ہوگا۔ دنیا کی زینتوں۔ دنیا کی لذتوں دنیا کے ساز و سامان سے انہیں دلچسپی نہ تھی۔ دنیاوی خوش حالی۔ دنیاوی عشرت اور دنیاوی راحت پر وہ ہمیشہ ابدی راحت کو ترجیح دیتی تھیں ..... ان کا قول تھا کہ دنیا کی زندگی بالکل ایسی ہے جیسے کوئی مسافر چند لمحوں کے لئے تکان دور کرنے کے واسطے آسائش کی جگہ ٹھہر جائے۔ بی بی زینبؑ کا تقویٰ اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ کسی مشتبہ چیز کو احتیاط کی بنا پر استعمال نہیں کیا

خدا کی رضامندی کے حصول میں کوشاں رہیں اور خدا کے
بندوں کی دل آزاری کی کبھی روادار نہ ہوئیں۔"

جناب زینبؑ کی عبادت کثیر تھی۔ آپ کا اکثر وقت عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔ ہم نے آپ کی عبادت کا کچھ حال آپ کے "عابدہ" کے لقب میں دیا ہے۔

معرفت و تقرب الٰہی۔ آپ کے تقرب الٰہی کا وہ درجہ تھا کہ جب حضرت سید الشہداء علیہ تحیۃ والثنار کی شہادت واقع ہوئی اور بھائی کا خون ٹپکتا ہوا سر مبارک نیزہ پر بلند دیکھا تو دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ " بارالٰہا یہ آلِ محمدؐ کی قربانی قبول فرما"۔ آپ کا یہ قول اور فعل آپ کے مراتب عالیہ اور تقرب الٰہیہ کو ظاہر اور ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اس لئے کہ ایسی سخت مصیبت کے وقت ایسے صبر و رضا کے کلمات رسول اللہؐ، علی مرتضیٰؑ۔ فاطمۃ الزہراؑ کے منہ سے نکل سکتے تھے۔ ایسی مصیبت عظمیٰ کے ظہور کے وقت حضرت زینبؑ کی زبان سے ایسے کلمات کا جاری ہونا آپ کی معرفت الٰہی کو ظاہر کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خداوند جلیل سے کس قدر تقرب حاصل تھا اور خدا کے پاس آپ کی کیا منزلت تھی۔ اور کیا مقام تھا۔ اور کس درجہ کا نفس مطمئنہ رکھتی تھیں۔

ہمارا خیال ہے کہ حضرت زینبؑ کے مصائب جناب امام حسینؑ کے مصائب سے عظیم تر تھے۔ جناب امام علیہ السلام مرد تھے۔ بہادر تھے اور سب سے بڑھ کر امام معصوم تھے۔ آپ اپنے نانا کے دین کی حفاظت کے لئے لڑے

اور شہید ہو گئے جناب زینبؑ عورت تھیں روز عاشورا اپنے عزیز بھائی۔ بھانجوں بھتیجوں۔ اصحاب و انصار کو شہید ہوتے دیکھا۔ اولاد کا داغ اُٹھایا۔ بعد شہادت امامؑ خیمے جلتے۔ سامان لٹتے۔ بچوں کو آگ میں جلتے۔ بیمار بھتیجے کو طوق و زنجیر پہنتے دیکھا۔ خود قید ہوئیں اور کس مپرسی کے عالم میں بیبیوں اور بچوں کے ساتھ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام شترہائے بے کجاوہ پر گئیں۔ سفر کی سخت تکالیف اُٹھائیں کوفہ میں ابن زیاد علیہ اللعن اور دمشق میں یزید پلید کی مجلسوں میں پیش ہوئیں اور ان دونوں کے طعن و تشنیع سنیں۔ مدت دراز تک قید کی زحمتیں برداشت کیں اور ان سب حالات و بلیات میں اسی درجہ کے حلم و صبر و استقلال تسلیم و رضا کا مظاہرہ فرمایا جو ایک نبی مرسل یا امام معصوم سے ہو سکتا تھا جناب زینب کی اس زیارت میں جو آپ کے روضہ مقدس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے اور جو یقیناً امام سے منقول ہے آپ کے حالات خوب بیان کئے گئے ہیں۔ زیارت میں ہے:۔

السلام علیک یا عصمة الصغریٰ اشهد انّکِ
کنتِ صابرة شاکرة مجلله معظّمة
مکرمة محدثة مخدرة موقرة فی جمیع
حالاتکِ ومنقلباتکِ ومصیباتکِ
وبلیاتکِ وامتحاناتکِ حتی فی اشدها
وامرها وهی وقوفکِ فی هٰذا المکان واخوکِ

عطشان مصروع فی عمق الحائر من کثرۃ
الجراحات السیف والسنان والشمر
جالس علی صدرہ۔

ترجمہ:۔ سلام ہو آپ پر اے عصمت صغریٰ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ نے جمیع حالات۔ گردشوں۔ مصائب۔ بلیات اور امتحانات میں صبر و شکر سے کام لیا۔ عظمت و جلال ظاہر فرمایا۔ وقار و حلم کا مظاہرہ فرمایا یہاں تک اس سخت ترین اور تلخ ترین وقت پر جب کہ آپ کے بھائی حائر میں ایک گڑھے میں پیاسے اور تیغ و سنان کے متعدد زخم کھائے پڑے تھے اور شمرؔ ان کے سینہ پر بیٹھا تھا اور آپ کھڑی ہوئی یہ دلخراش اور جانگداز منظر دیکھ رہی تھیں۔

صاحب "خصائص زینبیہ" لکھتے ہیں کہ جتنے کمالات انسانیت اور مقامات عالیہ ہیں وہ امتحانات کے بعد معین کئے جاتے ہیں اہل معرفت اس مقام کو میزان اور فصل الخطاب کہتے ہیں۔ جناب زینبؑ کے جو امتحانات خوف بھوک۔ پیاس۔ نقص اموال و اولاد۔ غارت گری قید وغیرہ سے لئے گئے وہ ظاہر ہیں۔ ان امتحانات میں آپ کس طرح کامیاب رہیں اس سے بھی تاریخ داں واقف ہیں۔ جناب زینبؑ سے جیسا سخت امتحان منجانب اللہ لیا گیا ویسا انبیاء تک سے نہیں لیا گیا۔ انبیاء مقربین میں سے کسی پر ایسی

مصیبتیں اور بلائیں نازل نہیں ہوئیں۔ یہ امتحانات امام حسینؑ۔ جناب زینبؑ اور جناب امام زین العابدینؑ اور اہل بیت کے لئے مخصوص تھے۔

بعض مورخین اور محدثین نے لکھا ہے کہ انبیاءؑ۔ اوصیاءؑ اور اولیاء مثلاً حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کا خدا تعالیٰ نے مصائب اور بلیات سے امتحان لیا لیکن جب ان انبیاءؑ کے مصائب اور امتحانات کا جناب زینبؑ کے مصائب سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہیچ نظر آتے ہیں اور جناب زینبؑ سے بلاؤں اور مصیبتوں پر جو صبر و شکر تسلیم و رضا کا مظاہرہ ہوا وہ ان انبیاءؑ کے مظاہرہ سے کم نہیں بلکہ بڑھ کر ہی نظر آتا ہے۔

ہم کو ان مورخین اور محدثین سے پورا اتفاق ہے۔ درحقیقت جناب زینبؑ کے مصائب اور امتحانات انبیاءؑ کے مصائب اور امتحانات سے کہیں سخت تر تھے۔ جن انبیاءؑ کے نام اوپر لئے گئے جب ان کے مصائب اور امتحانات کا حال ہم کتب میں دیکھتے ہیں اور ان کا مقابلہ جناب زینبؑ کے مصائب اور امتحانات سے کرتے ہیں تو حقیقت مثل روز روشن کے کھل جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ رسول اللہؐ کی نواسی۔ علیؑ مرتضیٰ۔ فاطمۃ الزہراؑ کی صاحبزادی نے واقعۂ کربلا میں کیسے کیسے شدید اور سخت امتحانات دئے اور کیسی کیسی شدید مصیبتیں جھیلیں اور پھر صبر و شکر۔ تسلیم و رضا کا

کیسا عظیم الشان مظاہرہ کیا اور کیا شان دکھائی اور کس طرح دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمدؐ کے گھرانے کے مرد اور عورتیں چھوٹے بڑے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے اور ایک ہی صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر عورت کے لئے امامت ہوتی تو ہم جناب زینب کو امام کہتے۔

بات یہ ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے مراتب و مقامات کتابیں پڑھ لینے یا منطق و دلائل سے سمجھ میں نہیں آسکتے بلکہ ان کے سمجھنے اور ماننے کے لئے نعمت ایمان و عرفان کی ضرورت ہے اور اس نعمت کا عطا کرنے والا اللہ جل شانہٗ ہے۔ پس اگر کوئی طالب ایمان اپنے خالق سے اس نعمت کا سوال کرے اور وہ اسے عطا ہو جائے تو اس وقت اس کے قلب کی آنکھوں میں اتنی بصیرت پیدا ہوگی کہ وہ نور محمدؐ و آل محمدؐ کی ضیاء کو دیکھ سکے۔ بغیر نعمت ایمان و عرفان حقیقتِ محمدؐ و آل محمدؐ کی جستجو بیکار اور ان کی وِلا کا دعویٰ باطل ہے ہزاروں علامہ فہامہ باوجود کثرت علم کے مراتب و منازل محمدؐ و آل محمدؐ کو نہ پہچان سکے اور نہ سمجھ سکے بلکہ اس بارے میں وسواس اور شکوک دلوں میں لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔

یہ محض ہمارا خیال نہیں بلکہ امام کا ارشاد ہے۔ علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہٗ نے جلد اول "بحار الانوار" میں اسناد کے ساتھ یہ حدیث تحریر فرمائی ہے:۔

علی ابن الحسین . . . . عن شعیب الحداد

قال سمعت الصادقؑ یقول ان حدیثنا
صعب مستصعب لایحتمله الاملکؑ مقرب
اونبی مرسل اوعبد امتحن الله قلبه
بالایمان اومدینة حصینة۔ قال عمرو
لشعیب یا ابالحسن وای شئ المدینة
الحصینة قال فقال سألت الصادقؑ عنها
فقال لی القلب المجتمع۔

ترجمہ:۔ شعیب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہماری (آل محمدؐ) کی حدیثیں (باتیں) مشکل ہیں اور مشکل کر دی گئی ہیں نہیں سمجھ سکتا اور برداشت کر سکتا ان کو کوئی مگر فرشتہ مقرب یا نبی مرسل یا وہ بندہ جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ذریعہ امتحان لے لیا ہو یا شہر محفوظ۔ ایک شخص عمرو نے شعیب (سے یہ حدیث سنی) تو پوچھا کہ شہر محفوظ سے کیا مراد ہے تو شعیب نے جواب دیا کہ میں نے بھی یہی سوال امام علیہ السلام سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ شہر محفوظ سے مراد قلب مجتمع ہے۔

مجلسی علیہ الرحمتہ قلب مجتمع کے معنی بتائے ہیں کہ وہ قلب جو وساوس۔ اوہام باطلہ وفاسد، شکوک و شبہات سے خالی اور محفوظ ہو اور اس میں گمراہ کرنے والے خیالات نہ آتے ہوں۔

حدیث متذکرہ بالا سے ظاہر ہوا کہ ان مقدس ہستیوں یعنی حضرات معصومین علیہم السلام کی باتیں۔ ان کے امور و معاملات۔ فضائل و مراتب صرف فرشتہ ہائے مقرب۔ انبیاء مرسل یا وہ لوگ جن کے دلوں کا خدا نے ایمان کے ذریعہ امتحان لیا ہو اور جو قلب مجتمع رکھتے ہوں سمجھ سکتے ہیں۔

سائل سوال کر سکتا ہے کہ آخر یہ ایمان ہے کیا کہ اس کے بغیر کوئی شخص محمدؐ و آل محمدؐ کے معاملات کو سمجھ ہی نہیں سکتا ؟ کیا اسلام کافی نہیں ؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دو بالکل علیحدہ اور جدا چیزیں ہیں۔ خود اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ بات بتا دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہہ دو ان سے اے رسول کہ تم ایمان نہیں لائے اس لئے کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہرگز ہرگز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا) اس آیت قرآنی سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اسلام اور ایمان ایک نہیں بلکہ دو بالکل جدا چیزیں ہیں۔ اسلام ابتدائی درجہ کی چیز ہے اور ایمان کا درجہ اعلیٰ ہے۔ اسلام لانے کے بعد چند امور کی تکمیل کرنی پڑتی ہے اور اس کے بعد ایمان کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اسلام میں ایمان داخل نہیں۔ ایمان میں اسلام داخل ہے۔ ہر مرد مسلم مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اسلام لانے کے بعد درجۂ عالیہ ایمان پر فائز نہ ہو۔

لیکن ہر مومن کا مسلم ہونا لامحالہ اور ضروری ہے۔

اسلام کے معنی تابع اور مطیع ہونے کے ہیں یعنی کسی کے زیرِ حکم ہو جانا خواہ اس میں دل سے تصدیق ہو یا نہ ہو۔ بسا اوقات انسان کرہاً و مصلحتاً ایسا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے مثلاً آنحضرتؐ کے زمانہ میں ابو سفیان اور بنی امیہ نے مصلحتاً اسلام کی رعایتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے طوعاً و کرہاً اسلام قبول کیا۔

ایمان یہ ہے کہ کسی چیز پر دل سے اعتقاد رکھنا یقین رکھنا اور اس کی زبان سے تصدیق کرنا۔

آنحضرتؐ نے بھی بتا دیا کہ ایمان اور اسلام جدا چیزیں ہیں۔ ایمان کا درجہ اسلام سے بڑھا ہوا ہے۔ غزوہ خندق میں جب جناب امیر علیہ السلام لشکر مشرکین کے مشہور بہادر۔ دیو ہیکل پہلوان عمرو بن عبدود کے مقابلہ کیلئے میدان کارزار میں تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ذھب الایمان کلہ الی الشرک کلہ یعنی ایمان کل شرک کل کے مقابلہ کو گیا۔ یعنی مومن کامل مشرک کامل کے مقابلہ کے لئے گیا۔ آنحضرتؐ ذھب الاسلام کلہ نہیں فرمایا بلکہ ذھب الایمان کلہ ارشاد فرمایا جس سے صاف ظاہر اور ثابت ہوا کہ آپ اسلام کو ایک معمولی اور ابتدائی شئی اور ایمان کو اعلیٰ و اولیٰ تصور فرماتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام کے عوض حضرت علیؑ کی شان میں ایمان کا

لفظ ہرگز استعمال نہ فرماتے۔ آنحضرتؐ کو جناب امیرؑ سے جو محبت و الفت تھی اور جس قدر ان کے مراتب کا لحاظ آپ رکھتے تھے اس سے سب باخبر اشخاص بخوبی واقف ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے "صحیفہ رضویہ" میں ایمان کی تعریف یہ فرمائی ہے:۔

الایمان اداء الفرض واجتناب المحارم وھو معرفۃ القلب واقرار باللسان وعمل بالارکان۔

ترجمہ:۔ ایمان یہ ہے کہ فرائض بجا لائے جائیں اور محارم (حرام چیزوں) سے پرہیز کیا جائے۔ معرفت دل میں پیدا کی جائے اور پھر زبان سے اسکا اقرار کیا جائے اور ساتھ ہی ارکان دین بھی بجا لائے جائیں۔

اب ہم دو تین مثالوں کے ذریعہ واضح کر دیتے ہیں کہ ایمان کیا ہے۔

ا:۔ غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں کو فتح ہونے لگی تو مسلمان لوٹ کھسوٹ میں لگ گئے اور وہ مسلمان جنکو رسول اکرمؐ نے درّہ پر مامور فرمایا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی حالت میں بھی وہاں سے نہ ہٹیں وہ بھی مال غنیمت کی لالچ میں حکم رسولؐ کو پس پشت ڈال کر لوٹ میں شریک ہو گئے اور اس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ فتح مبدل بہ شکست ہوگئی اور مسلمان رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگنے لگے رسول اللہؐ ہر چند بلاتے تھے بلکہ نام بنام یہ کہکر پکارتے تھے۔ الیّ یا فلان الیّ یا فلان انا رسول اللہ یعنی اے فلاں بن فلاں میرے پاس آئیں اللہ کا رسول ہوں لیکن کوئی پلٹ کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ بعض تو ہتیار پھینک کر فرار ہو گئے۔ سوائے حضرت حمزہؓ اور دو چار مخصوص حضرات کے رسول اللہؐ کے پاس کوئی نہ رہا اور انہی بزرگواروں کی وجہ رسول اللہؐ محفوظ رہے اگرچہ زخمی ہوئے اور دندان مبارک شہید ہوئے۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اس عدول حکمی نقض عہد اور فرار سے آنحضرتؐ بہت ملول اور محزوں ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علیؑ تمنے بھی اپنے بھائیوں (یعنی دوسرے مسلمانوں) کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ (یعنی فرار کیوں نہ اختیار کیا) یہ سن کر حضرت علیؑ نے سنجیدگی۔ متانت واطمینان سے عرض کیا لا کفر بعد الایمان انی بک اسوۃ (ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہیں کیا جا سکتا مجھے آپ کی تاسی مقصود و مطلوب ہے) یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ حضرت علیؑ نے ایمان کا لفظ استعمال فرمایا اسلام نہیں کہا اور اس کو ظاہر فرما دیا کہ اسلام کا درجہ بالکل ابتدائی اور پست ہے اور ناقابل ذکر اور یہ کہ ایمان کا درجہ اسلام سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔

ہمارے خیال میں وہ لوگ جو محض مسلمان تھے بھاگ کھڑے ہوئے اور جو مومن تھے وہ آخر تک ثابت قدم رہے۔ وہ چیز جو جناب امیر علیہ السلام

کو رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دینے سے باز رکھی وہ بقول حضرتؑ کے ایمان تھا اور وہ دوسرے لوگ جو اسلام تو لائے تھے لیکن بے ایمان تھے فرار ہو گئے۔

۲:- اویسؓ قرنی کو جب معلوم ہوا کہ غزوہ اُحد میں آنحضرتؐ کے دو دانت شہید ہوئے تو اس قدر صدمہ ہوا کہ خود بھی اپنے دو دانت پتھر سے توڑ کر پھینک دیئے حالانکہ کبھی رسول اللہ کو دیکھا بھی نہ تھا وہ چیز جو انہیں اپنے دانت توڑنے پر مجبور کی وہ ایمان تھا اور وہ چیز جو رسول اللہ کے ہمراہیوں کو روز غزوۂ اُحد راہِ فرار دکھائی وہ بے ایمانی تھی۔ حالانکہ وہ مسلمان تھے

۳:- جب امام حسینؑ کربلا پہنچے ہیں تو آپ کے ساتھ کافی تعداد میں لوگ تھے۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ کئی ہزار کا مجمع تھا۔ شب عاشورا بعد نماز مغرب امام حسینؑ نے سب کو جمع فرما کر خطبہ ارشاد فرمایا اور یقین دلایا کہ صبح عاشورا آپ کو شکست ہو گی آپ شہید کئے جائیں گے اور جو بھی آپ کے ساتھ رہے گا وہ یقیناً مارا جائے گا۔ یہ سُنکر وہ چند مقدس نفوس جن کے نام شہدائے کربلا کی فہرست میں محفوظ ہیں۔ جن کے قلوب کا اللہ نے ایمان کے ذریعہ امتحان لے لیا تھا باقی رہ گئے اور باقی سب مسلمان رفوچکر ہو گئے اور منہ کالا کئے۔ دوسرے الفاظ میں وہ چیز جو ان چند خاص نفوس کو ثابت قدم رکھی وہی ایمان تھا اور جو لوگ ساتھ چھوڑ کر چل دئے وہ اسلام رکھتے تھے لیکن ایمان سے معرّا تھے۔ یہ لوگ امام زمان کی محبت کی وجہ ساتھ نہیں آئے تھے

بلکہ مال غنیمت کی لالچ انہیں کھینچ لائی تھی جب اس کی توقع باقی نہ رہی تو نقض بیعت کر کے چلدئے۔

قضائے الٰہی پر راضی رہنا اور ہر حالت میں شکر بجالانا قوت ایمان اور بلندیٔ نفس کی بڑی علامت ہے جب ہم جناب زینبؑ علیہا السلام کے مصائب اور بلیّات پر نظر ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی دیکھتے ہیں کہ کس صبر و شکر کے ساتھ آپ نے ان کو برداشت کیا ان پر راضی رہیں تو ہم کو آپ کے مراتب رضا و تسلیم درجہ کمال پر پہنچے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

کتاب "مجالس المتقین" میں ملا محمد التقیؒ شہید ثالث اعلی اللہ مقامہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

عرفان مراتب توحید حضرت زینبؑ خاتون
سلام اللہ علیہا قریب امامت بود چنانکہ در آن ہنگام
کہ امام زین العابدین صلوٰۃ اللہ علیہ را در قتلگاہ نظر بر جسد
انور پدر و برادر افتاد قلب مبارکش از جائے کندہ و
بحد چہرہ مبارکش زرد شدہ بود کہ گفتی روح مقدسش
بآشیان قدس پرواز جستہ۔ زینب سلام اللہ علیہا
آنحضرتؑ را تسلی ہمی داد و ہمی گفت ایجان برادر زادہ ام
آرام باش کہ ایں عہدیست کہ در ازل بود و حدیث ام

امین راندکور فرمودند۔"

ترجمہ:۔ جناب زینبؑ خاتون کی معرفت الٰہی و توحید کی شان امام کی معرفت سے قریب تھی چنانچہ بعدِ شہادتِ امام حسینؑ جب اہل بیت کا گذر قتلگاہ سے ہوا اور جناب امام زین العابدینؑ کی نظر اپنے پدر بزرگوار اور بھائی علی اکبرؑ کے جسدہائے انور پر پڑی تو آپ بے قرار ہو گئے اور چہرۂ اقدس پر ایسی زردی چھا گئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی روح پرواز ہونے کو ہے۔ جب جناب زینبؑ نے آپ کا یہ حال دیکھا تو آپ کو تسلی دی اور یہ فرمایا کہ بیٹا صبر کرو اس لئے کہ یہ وہ وعدہ تھا جو روزِ ازل تمہارے باپ نے خدا سے کیا تھا اور وہ پورا کیا پھر ام ایمن کی حدیث بیان فرمائی۔

رعب وجلال جناب زینبؑ کے رعب وجلال کا یہ حال تھا کہ جب آپ کلام فرماتیں تو مخاطب اس قدر مرعوب ہو جاتا تھا کہ جواب دینا مشکل ہو جاتا تھا۔ یزید لعین جیسا طاغی اور سرکش آپ سے مرعوب ہو کر سکوت اختیار کیا کرتا اور آپ کے سامنے دم نہ مارتا تھا۔

فاضل دربندی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جناب زینبؑ کے ان ارشادات سے جو آپ نے ابن زیاد اور یزید کی جلسوں میں فرمائے اور آپ کے خطبات سے آپ کے رعب وجلال اور دلیری کا حال ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے بھرے دربار میں یزید کو کافر و زندیق کہا۔ اس کے باپ دادا کے مثالب صراحت کے ساتھ

بیان فرما دیئے۔ اس کے تخت و تاج کی تباہی کی پیشین گوئی فرمائی اور یزید علیہ اللعن اور اس کے درباری منہ تکتے رہ گئے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے زبان کھولے حالانکہ یزید لعین اس وقت مالک تخت و تاج تھا۔ قوت و اقتدار رکھتا تھا جو آدینا تو کجا چاہتا تو آپ کو قتل کرا دے سکتا تھا لیکن کچھ نہ کر سکا۔ یزید کے اس سکوت کی وجہ سوائے اس کے کہ امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب کی صاحبزادی کے اقتدار نفسیاتی اور روحانی کا اثر ہو اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ اقتدار اور قہاریت در حقیقت خواص اور خصائص نبوت مطلقہ اور ولایت مطلقہ سے ہے ہر کس و ناکس کا حصہ نہیں ہو سکتا۔

جناب زینبؑ کے شئونات جلیلہ اور مقامات جمیلہ کے ثبوت میں یہ بھی واقعہ قابل ذکر ہے کہ آپ کی وہ شخصیت تھی جو امام زمان علی ابن الحسینؑ زین العابدین کو تین دفعہ قتل ہو جانے سے بچا لیا۔

ایک وہ وقت تھا کہ بعد شہادت مظلوم کربلا جب اہل بیت کے خیموں کو لوٹنے ملاعین داخل ہوئے تو شمر ملعون نے بیمار علیؑ ابن الحسینؑ کو بستر پہ لیٹے ہوئے دیکھا اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا جناب زینبؑ اس وقت بھتیجے سے لپٹ گئیں اور شمر شقی سے کہا کہ اس لڑکے کے ساتھ میں بھی قتل ہونگی۔ جب شمر لعین نے یہ حال دیکھا تو قتل امام سے باز آیا۔ دوسرا وقت وہ تھا جب کہ ابن زیاد علیہ اللعن نے اپنی محفل میں امام زین العابدینؑ کی صاف گوئی سے ناراض ہو کر آپ کے قتل کا

کا حکم دیا۔ اس وقت بھی جناب معصومہؑ نے وہی کیا جو دفعہ اول کیا تھا۔ تیسرا موقع یزید لعین کے دربار کا تھا کہ امام زین العابدینؑ یزید لعین کے روبرو اس کے باپ دادا کے معائب اور مثالب بیان فرمائے تو اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا لیکن جناب زینبؑ کے احتجاج پر اس حرکت شنیعہ اور امر عظیم سے باز آیا۔ اس کے علاوہ جناب زینبؑ کا بعض موقعوں پر امام زمان علیؑ ابن الحسینؑ کو تسلی و دلاسہ دینا۔ مخدرات عصمت و طہارت اور اطفال کی پاسبانی و نگرانی کرنا۔ ابن زیاد اور یزید جیسے پلید۔ جبار و سفاک۔ بے دین کی محفلوں میں دندان شکن گفتگو فرمانا خطبات دینا اور پھر کسی وقت ایک دقیقہ کے لئے بھی جزع و فزع۔ عجز و انکساری نہ کرنا اس بات کی بیّن اور روشن دلیل ہے کہ جناب زینبؑ معمولی عورت نہ تھیں بلکہ وارث اعتبارات واختیارات واقتدارات نبوت وولایت تھیں۔

بحر المصائب میں لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ کا زمانہ وفات قریب ہوا تو جناب امیر المومنینؑ۔ جناب فاطمۃ الزہراؑ نے ایسے خواب دیکھے کہ جو آنحضرتؐ کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں جناب زینبؑ نے (جنکی عمر پانچ سال تھی) خواب دیکھا کہ ایک تیز و تند آندھی آئی اور آسمان و زمین کو تاریک کر دی اس ہوا اور آندھی کی تیزی اور شدت سے آپ (جناب زینبؑ) ادھر ادھر اڑنے لگیں یہاں تک کہ ایک بڑے درخت سے آویزاں ہوگئیں اور ہوا کی شدت کی وجہ وہ درخت گر پڑا اور آپ اس کی ایک شاخ کو تھام لیں وہ بھی ٹوٹ گئی تو

اور دو شاخوں کا سہارا لیا اور وہ دونوں بھی ٹوٹ گئیں۔ آپ بے سہارا ہو گئیں اور آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ بیدار ہو گئیں جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں خواب عرض کیا۔ رسولؐ اللہ نے خواب سن کر سخت گریہ فرمایا اور کہا اے بیٹی یہ درخت میں ہوں جو عنقریب اس دار فانی سے کوچ کرنے والا ہوں اور شاخیں تمہاری ماں فاطمۃ الزہراؑ۔ باپ علی مرتضیٰؑ۔ بھائی حسنؑ و حسینؑ ہیں جو یہ سب یکے بعد دیگرے تمہارے سامنے دنیا سے جائیں گے اور تم سب کو روؤگی اور سب کی سوگواری کروگی اس خواب اور رسولؐ اللہ کی تعبیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب زینبؑ کی نفسیاتی اور روحانی بلندی بچپن ہی میں کیا تھی۔

"بحر المصائب" میں مسطور ہے کہ خلافت ظاہرہ کے زمانہ میں جب جناب امیر علیہ السلام کوفہ تشریف لائے تو اس کو دار الخلافہ قرار دیا اور یہاں قیام فرمایا ایک سال گذرنے کے بعد کوفہ کے بعض ذی وجاہت و ثروت زنان کوفہ نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہماری آرزو و تمنا ہے کہ آپ کی صاحبزادی جناب زینبؑ جگر گوشۂ رسول کا جو مثل اپنی مادر گرامی جناب صدیقۂ طاہرہ فاطمۃ الزہراؑ کے بڑی عالمہ اور محدثہ ہیں اور عادات و اخلاق میں زمانہ کی عورتوں سے افضل و برتر ہیں ہمیں شرفِ دیدار حاصل کریں۔ پس ہمیں حضوری کی اجازت مرحمت ہو۔ جناب امیر علیہ السلام نے عورتوں کا معروضہ قبول فرمایا اور اجازت دی۔ عورتیں جناب زینبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بکمال شوق و

ذوق خضوع وخشوع آپ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اپنے مطالب و مقاصد عرض کئے اور اپنی اس خوش بختی پر فخر ومباہات کرتی ہوئیں گھروں کو واپس گئیں۔

خلق | باوجود اس رعب وجلال کے جس کا ابھی ذکر کیا گیا جناب زینبؑ بے حد صاحب خلق تھیں اور کیوں نہ ہوتیں جن کے نانا کے لئے ارشاد باری ہوا کہ اُے رسولؐ تم خلق عظیم کے مالک ہو، جب ایسے نانا سے تربیت پائی ہو تو پھر کیونکر خلیق نہ ہوتیں۔ ماںؑ کا خلق مشہور تھا۔ باپؑ کے خلق کا دشمنوں نے تک اعتراف کیا۔ کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں لکھا ہے کہ "کوئی آپ سے ملنے آتا تو عاجزی اور فروتنی اور خندہ پیشانی سے ملتیں۔ بہتر جگہ بٹھاتیں اور مناسب طریقہ پر خدمت کرتیں سادہ زندگی بسر کرنے کی عادی تھیں۔ سادہ لباس پہنتیں۔ سادہ غذا کھاتیں اور اپنے گھر کو سادگی مگر صفائی ستھرائی کا بہترین نمونہ بنائے رکھتیں اور اس کا عملی سبق دوسروں کو بھی دیتی رہتیں۔"

پھر ایک جگہ رازق الخیری صاحب اپنی کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں لکھتے ہیں:۔

بی بی زینبؑ ایک مسلمان کی حیثیت سے ایثار۔
صداقت۔ عزم۔ استقامت اور صبر ورضا کا جو رنگ
عقل سلیم۔ دماغ صحیح اور چشم بینا کو دکھا گئیں۔ ان کے بعد

ہمیں کسی مسلمان میں نظر نہیں آتا ...... انکی عملی زندگی
اوران کے اسلام کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ گو یا وہ
پیغمبر نہ تھیں پیغمبر کی نواسی تھیں لیکن انہوں نے پیغمبر کے
فرائض انجام دئے اوران کی شخصیت میں پیغمبری
جھلک رہی ہے۔"

جناب زینبؑ کے فضائل و مراتب کا ضبط تحریر میں لانا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ آپ کے حالات اور واقعات زندگی کو نظر غائر سے دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ آپ وہ بلند مقام پر فائز تھیں جو مقام ولایت و امامت کے برابر تھا۔ آپ پر کیا کچھ مصائب نہ گذرے۔ بچپن میں نانا اور ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ باپ کو شمشیر زہر آلود سے قتل ہوتے بھائی حسنؑ کو زہر ہلاہل سے شہید ہوتے دیکھا۔ نانا کا روضہ۔ گھر اور وطن چھوڑ کر اپنے عزیز بھائی حسینؑ کے ساتھ کربلا کا سفر اختیار کیا۔ کربلا میں عزیز و اقربا و اصحاب و انصار۔ اولاد اور بھائی کو قتل ہوتے۔ خیمے جلتے۔ مال و اسباب لٹتے دیکھا اور پھر حالت اسیری میں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کے صعوبات اور مجلس ابن زیادؒ اور یزیدؒ کی ذلتیں برداشت کیں لیکن ان سب حالات منقلبات اور امتحانات میں ثابت قدم رہیں صبر و شکر حلم و بردباری عظمت و جلال کا وہ عظیم الشان مظاہرہ فرمایا جو نبی مرسل یا امام معصوم ہی سے ہو سکتا تھا۔

جنابِ زینبؑ کے علم و فضل۔ زہد و تقویٰ۔ عصمت و عفت۔ عبادت و قناعت۔ امانت و صیانت۔ عرفان و ایقان۔ فصاحت و بلاغت۔ عظمت و جلالت کے مقامات اس قدر بلند تھے کہ آپ امام حسینؑ کی ہر مصیبت و بلا میں ہر وقت شریک رہیں اور جو امامؑ نے چاہا وہی کیا حتیٰ کہ بھائی کے خیال سے اولاد کی فرقت میں بھی غم و الم ظاہر ہونے نہ دیا صاحب خصائص زینبیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کتب تاریخ و حدیث عامہ و خاصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ عورات قریش و دختران خواتین بنی ہاشم و دختران آل عبدالمطلب میں کثرت زہد و عبادت عفت و عصمت و وفور عقل و فراست و آداب جلالت و بزرگی مکارم اخلاق میں امتیاز رکھتی تھیں بلکہ آپ ملیکۃ العرب و العجم حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور صدیقہ طاہرہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کا نمونہ تھیں جناب امیر بھی آپ کا خاص احترام فرماتے تھے جب آپ اپنے نانا رسول اللہؐ کی زیارت کے لئے رات میں تشریف لے جانا چاہتی تھیں تو جناب امیر علیہ السلام خود اہتمام فرماتے تھے حکم دیتے تھے کہ مسجد کے چراغ گل کر دیئے جائیں اور خود آپؑ اور حضرات حسنینؑ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے اور بعد زیارت گھر واپس لاتے تھے۔

باب
حالات جناب زینب علیہا السلام بوقت روانگی از مدینہ و حالات سفر

جب مدینہ میں امام حسینؑ سے بیعت یزید کا سوال کیا گیا تو آپ نے بیعت سے انکار فرمایا اور مدینہ چھوڑنے کا تہیہ کر لیا اوس وقت جناب زینبؑ

اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے اجازت حاصل کیں اور امامؑ کے ساتھ ہو گئیں۔ مولانا رازق الخیری نے اس اجازت کے واقعہ کو اپنی کتاب "سیدہؑ کی بیٹی" میں تفصیل سے اور بڑے اچھے الفاظ میں بیان کیا ہے وہی ہم بجنسہ نقل کر دیتے ہیں:۔

"بی بی زینبؑ نے حضرت عبداللہؓ سے اجازت طلب کی۔ محض آفات و مصائب کے خیال سے جب حضرت عبداللہؓ نے آپ کو اس سفر سے منع کیا تو حضرت زینبؑ نے کہا "میرے بھائی کا دنیا میں کوئی رفیق نہ رہا پاؤں تلے کی چیونٹی بھی جان کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے میں اس حالت میں اپنے بھائی کو کیسے اکیلا چھوڑ دوں...... جب حضرت عبداللہؓ نے انہیں آفات و مصائب سمجھائے تو انکی ہچکی بندھ گئی اور انہوں نے کہا اماں مجھے اس دن کے لئے نہ چھوڑ کر گئی تھیں کہ جب میرا بھائی بے یار و مددگار یکہ و تنہا اور دشمنوں کے نرغہ میں پھنس جائے تو میں دور بیٹھی سیر دیکھا کروں۔ عبداللہؓ تمہیں معلوم ہے کہ میرا اور حسینؑ بھائی کا پچپن برس کا ساتھ ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے

جدا نہیں ہوئے اب ہمارا بڑھاپا اور زندگی کا آخری
دور ہے اگر اس وقت حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیا تو اماں کو
کیا منہ دکھاؤں گی۔ جنہوں نے دنیا سے رخصت ہوتے
وقت فرمایا تھا کہ "زینبؑ میرے بعد حسینؑ کی ماں بھی
تو ہے اور بہن بھی"۔ تمہاری اطاعت میرا فرض ہے
لیکن اگر میں حسینؑ بھائی کے ساتھ نہ گئی تو جدائی
نہ سہار سکوں گی۔ حضرت عبداللہ پر بیوی کی اس گفتگو کا
بہت اثر ہوا اور انہوں نے کہا "بنتؑ مرتضیٰؑ تم اپنا
دل بھاری نہ کرو۔ تمہاری خوشی ہے تو میری طرف سے
اجازت ہے تم حسینؑ کے ساتھ چلی جاؤ۔"

روایت ہے کہ جب امام حسینؑ کی روانگی کی اطلاع حضرت ابن عباسؓ کو ہوئی تو انہوں نے امامؑ کو مدینہ نہ چھوڑنے کے لئے کہا اور جب امامؑ نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں فرمایا تو اہل بیت یعنی بی بیوں اور بچوں کو چھوڑ جانے کی رائے دی۔ جناب زینب نے جو پس پردہ تھیں یہ سُنکر کہا کہ اے ابن عباس افسوس کہ آپ بھائی کو رائے دے رہے ہیں کہ ہم کو یہاں چھوڑ جائیں اے ابن عباس ایسا ہرگز نہ ہوگا میں تو بھائی کا ساتھ کبھی نہ چھوڑوں گی اور انہیں تنہا نہ جانے دوں گی۔

مدینہ سے روانگی سے قبل یقیناً آپ کو آنے والے واقعات در مصائب کا پورا علم تھا۔ آپ جانتی تھیں کہ بھائی مع عزیز و انصار زمین کربلا پر بھوکے پیاسے شہید ہوں گے اور آپ کی شہادت کے بعد اسیری دربدری کی مصیبتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ باوجود اس علم کے اپنے بھائی کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس سے دو امر منکشف ہوتے ہیں ایک یہ کہ جناب زینبؑ کو امام حسینؑ سے اتنی محبت تھی کہ بلاؤں اور مصیبتوں کا برداشت کرنا منظور کر لیا فرقت کی تلخی گوارا نہ کی۔ دوسرے یہ کہ آپ کو بھی امام علیہ السلام کے اس الٰہی مشن میں حصہ لینا تھا اور اس کی تکمیل بغیر آپ کی شرکت اور موجودگی کے ممکن نہ تھی۔ اگر یزیدؔ کے کفر و استبداد کا قلع قمع کرنے کے لئے امام حسینؑ کو جہاد بالسیف کرنا تھا تو جناب زینبؑ کو جہاد باللسان یعنی زبان سے جہاد کرنا تھا اور یہی آپ نے کیا اور کامیاب ہوئیں۔

صاحب "ناسخ التواریخ" لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے سفر کا ارادہ فرما لیا تو حکم دیا کہ مخدرات عصمت و طہارت یعنی بہنوں۔ صاحبزادیوں اور دوسرے عزیزوں کے لئے محملیں تیار کی جائیں۔

فاضل دربندی اعلیٰ اللہ مقامہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو چالیس محملیں تیار تھیں جو دیبا و حریر سے مزین کی گئی تھیں۔ امامؑ نے حکم دیا کہ بنی ہاشم اپنے محارم کو محملوں میں سوار کریں اور جب بیبیاں سوار ہو گئیں تو میں نے دیکھا کہ ایک جوان ہاشمی جو

بلند قامت تھے اور جن کا چہرہ مثل مہتاب درخشاں تھا دولت سرا سے باہر تشریف لائے اور بآواز بلند سب ہاشمی مردوں کو کہا کہ ہٹ جائیں اور پردہ کا پورا انتظام واہتمام کیا اس کے بعد دو بیبیاں برآمد ہوئیں جو نہایت شرم وحیا کے ساتھ چل رہی تھیں اور جن کے جسم از سرتا پا چھپے ہوئے تھے اور ان کے اطراف کنیزیں حلقہ کی ہوئی تھیں۔ جب یہ بیبیاں محمل کے قریب پہنچیں تو وہ خوب صورت اور بلند قامت ہاشمی بزرگ ان دونوں کے ہاتھ تھام کر یکے بعد دیگرے محمل میں سوار کئے۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ بیبیاں جن کو اس قدر اہتمام وانتظام کے ساتھ سوار کیا گیا کون ہیں اور وہ جوان ہاشمی کون ہے تو معلوم ہوا کہ بیبیاں جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ جناب امیر علیہ السلام اور جناب فاطمۃ الزہراؑ علیہا السلام کی صاحبزادیاں ہیں اور جوان ہاشمی قمر بنی ہاشم حضرت ابی الفضل العباسؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب ہیں ان بیبیوں کے بعد دو کمسن لڑکیاں سوار کرائی گئیں جو جناب امام حسینؑ کے صاحبزادیاں جناب فاطمۂ کبریٰ اور جناب سکینہ تھیں۔

جناب زینبؑ کی سواری کے واقعہ کو میر انیسؔ اعلی اللہ مقامہ نے کیا خوب بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں:۔

پہنچی جو ہیں ناقے کے قریں دختر حیدرؑ | خود ہاتھ پکڑنے کو بڑھے سبط پیمبرؐ
فضہ تو سنبھالے ہوئی تھی گوشۂ چادر | تھے پردۂ محمل کو اٹھائے علی اکبرؑ

فرزند کمر بستہ چپ و راست کھڑے تھے
نعلین اٹھا لینے کو عباسؑ کھڑے تھے

جب امام علیہ السلام کا قافلہ منزل خزیمیہ کو پہنچا تو ایک رات یہاں قیام ہوا۔ صبح میں جناب زینبؑ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فرمایا کہ بھائی جان آدھی رات گذرے جب میری آنکھ کھلی تو ہاتف کی میں نے آواز سُنی کہ کہہ رہا ہے :۔

الا یا عینُ فاحتفلی بجھد — ومن یبکی علی الشھداء بعدی
علی قوم یسوقھم المنایا — بمقدار الیٰ انجاز وعدی

ترجمہ :۔ اے میری آنکھ تو خوب آنسوؤں سے بھر جا۔ اور کون روئیگا شہیدوں پر میرے بعد اور ان چند لوگوں پر جن کو موت شوق دلاتی ہے تاکہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں جو ان کے لئے مقسوم ہو چکا ہے۔

امام حسینؑ نے یہ اشعار سنکر فرمایا یا اختاہ کل الذی قضی فھو کائن یعنی جو چیز قضا و قدر میں مقرر ہو چکی وہ ہو کر رہے گی۔

جب امام علیہ السلام منزل رہیمہ پر پہنچے اور حر ابن ریاحی سے ملاقات ہوئی اور یہ آپ کے سد راہ ہوئے تو امامؑ نے ان پر نفرین کی۔ حضرت سکینہ فرماتی ہیں کہ میں یہ واقعہ دیکھکر پھپی اماں کے پاس گئی اور روتی ہوئی سارا ماجرا بیان کیا اور پھپی زینبؑ نے ان الفاظ میں ندبہ اور استغاثہ فرمایا :۔

"واجداہ واعلیا واحسناہ واحسینا وا
قلۃ ناصراہ لا ادری کیف المخلص من
ایدی الاعادی ولیت الاعادی یرضون
ان یقتلون بدلا عن اخی"۔

ترجمہ:- ہائے نانا۔ ہائے بابا علیؑ۔ ہائے حسنؑ۔ ہائے حسینؑ۔ ہائے انصار کی قلت معلوم نہیں دشمنوں سے کیونکر نجات ملیگی۔ اے کاش دشمن اس بات پر راضی ہوجائیں کہ میرے بھائی کے بدلے ہم سب کو قتل کردیں۔

جناب زینبؑ کے ان الفاظ سے امام حسینؑ سے آپ کی شدت محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ تمنا کررہی ہیں کہ اعداء سب مرد اور عورتوں کو قتل کردیں اور امام علیہ السلام کو زندہ چھوڑ دیں۔ جب جناب امام حسینؑ کو بہن کی بے قراری اور اضطراب کا حال معلوم ہوا تو آپ خیمے میں تشریف لائے اور جناب زینبؑ نے آپ سے فرمایا اے بھائی ان اشقیاء سے اتمام حجت فرمائیے اور اور رسولؑ سے اپنی قربت و قرابت کا اظہار کیجئے۔ امامؑ نے فرمایا اے بہن میں نے انہیں بہت سمجھایا۔ پند و نصیحت کی۔ ان کے خطوط بتائے لیکن یہ ایسی گمراہی میں مبتلا ہوگئے ہیں اور طمع دنیا ان پر ایسی غالب ہوگئی ہے کہ یہ اپنے فاسد ارادوں سے باز نہ آئیں گے اور مجھے قتل کریں گے اور خاک و خون میں لوٹتا دیکھیں گے۔ اے بہن میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ آنے والی بلاؤں اور مصائب پر

صبر کرنا۔ میں تم کو آگاہ کر دیتا ہوں کہ نانا رسول اللہ نے مجھے میری شہادت کی خبر دیدی ہے اور یہ غلط نہیں ہو سکتی۔

امام حسینؑ دوسری محرم کو کربلا پہنچے اور جب خیمے نصب ہو چکے اور آپ نے اپنے خیمہ میں قیام فرمایا تو اس روز شام میں تلوار کو صیقل کرتے جاتے اور اشعار ذیل پڑھتے جاتے تھے:۔

يا دهر اف لك من خليلِ　　كم لك بالاشراق والاصيلِ

من صاحب وطالب قتيلِ　　والدهر لا يقنعُ بالبديلِ

وكل حيٍّ سالكٌ سبيلي　　ما اقرب الوعد من الرحيلِ

وانما الامرُ الى الجليلِ　　سبحان ربي ماله مثيلِ

ترجمہ:۔ اے زمانے تیری دوستی پر تف ہے۔ صبح و شام تیرے کئی ساتھی خون کے طالب ہیں اور زمانہ معاوضہ قبول نہیں کرتا۔ ہر زندہ وہی راستہ چلے گا جو میرا ہے۔ کوچ سے وعدہ کتنا ہی قریب ہے۔ بیشک حکم رب جلیل کا ہے اور پاک ہے رب جس کی کوئی مثال نہیں۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار بار بار یہ اشعار پڑھتے تھے اور میں سنکر مغموم و محزون اور آب دیدہ ہوتا تھا کہ آپ اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔ میں نے تو اس وقت صبر سے کام لیا اور اضطراب ظاہر نہیں کیا اس لئے کہ اہل بیت پریشان نہ ہوں لیکن جب پھپی زینبؑ یہ اشعار سن لئے تو

ان سے ضبط نہ ہو سکا اور روتی ہوئی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فرمایا یا اخی وقرۃ عینی لیت الموت اعدمنی یا خلیفۃ الماضین وجمال الباقین (اے بھائی اے میری آنکھوں کے نور اے خلیفہ پیشین اے طلیعہ جمال واپسیں کاش موت مجھے دنیا سے اُٹھالے اور میری زندگی ختم ہو جائے)۔

صاحب اعلام الوریٰ کہتے ہیں کہ جناب امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یہ اشعار امام حسینؑ نے شب عاشورا ارشاد فرمائے اور جناب زینبؑ سنکر بے قرار ہو گئیں اور روتی ہوئی ایسی حالت سے کہ آپ کی چادر زمین سے لٹک رہی تھی در خیمہ پر تشریف لائیں اور فرمایا واثکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیوۃ الیوم ماتت امی فاطمۃ الزہراء وابی علیؑ واخی الحسنؑ یا خلیفۃ الماضین و ثمال الباقین (اے جانشین گذشتگان اے ملجا و ماوائے باقی ماندگان افسوس ہے اس مصیبت جان سوز پر۔ اے کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے آج اماں فاطمۃ الزہراؑ۔ بابا علیؑ مرتضیٰ اور بھائی حسنؑ مجتبیٰ کی موت واقع ہوئی)۔

ہمارے خیال میں امام حسینؑ کا شب عاشورا ان اشعار کا پڑھنا قرین قیاس ہے۔ صاحب "اعلام الوریٰ" کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کتاب منتخب اور بعض تواریخ میں بھی یہ اشعار اور جناب زینبؑ کی گفتگو درج ہے۔

کتاب مبکی العیون میں روایت ہے کہ ایک روز جناب زینبؑ نے حضرت سید الشہداؑ سے سوال کیا کہ اے بھائی کیا آپ کی مصیبت حضرت آدمؑ کی مصیبت سے بزرگ تر ہے تو امامؑ نے جواب دیا اے بہن آدمؑ چند روز کی جدائی کے بعد حضرت حواؑ سے مل گئے لیکن میں نانا اور مادر گرامی کی وفات کے بعد شہید ہوں گا۔ پھر جناب زینبؑ نے پوچھا کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ کی مصیبت کو آپ کی مصیبت سے کیا مناسبت ہے؟ امامؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں پھینکے گئے تو ان پر آگ سرد ہو گئی اور گلستاں ہو گئی لیکن آتش حرب مجھ پر تیز ہو گی تو مجھے ہلاک کر کے چھوڑے گی۔ پھر جناب زینبؑ نے پوچھا کہ جناب زکریاؑ کی مصیبت عظیم تر تھی یا آپ کی تو حضرتؑ نے جواب دیا کہ حضرت زکریاؑ کو بعد شہادت دفن کر دیا گیا لیکن میری لاش تین روز تک بلا گور و کفن رہے گی اور لاش کا مثلہ کیا جائے گا (یعنی اس پر گھوڑے دوڑا کر اس کو پاش پاش کیا جائے گا) پھر جناب زینبؑ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ کی مصیبت سے آپ کی مصیبت کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ کا سر تیغ ظلم سے کاٹا گیا لیکن بعد شہادت ان کی اہل بیت پر ظلم و ستم نہیں کیا گیا اور نہ ان کو قید کیا گیا لیکن میرا سر قطع کرنے کے بعد اعدا اسے نیزہ پر چڑھائیں گے اس کی تشہیر کریں گے اور تم کو اور میرے اہل و عیال و اطفال سب کو قید کریں گے۔ پھر جناب زینبؑ نے پوچھا کہ حضرت ایوبؑ کی مصیبت زیادہ تھی یا آپ کی تو امام علیہ السلام

نے فرمایا حضرت ایوبؑ کے زخم درست ہو گئے لیکن میرے زخم درست اور مندمل نہ ہوں گے۔ لکھا ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ جب جناب زینبؑ قتل گاہ پہنچیں تو ان انبیاء کے مصائب سے اپنے بھائی کے مصائب کا مقابلہ فرما کر اور یہ بتا کر کہ آپ کے مصائب ان انبیاء کے مصائب سے شدید تر اور عظیم ترین ہیں نوحہ فرمایا۔

یہاں ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اسلام میں جو سب سے پہلا سر نیزہ پر بلند کیا گیا وہ سر اقدس حضرت سید الشہداء علیہ السلام تھا۔ سید نعمت اللہ الجزائری کتاب "انوار النعمانیہ" میں تحریر فرماتے ہیں روی عن عاصم و عن زرقا اول راس حمل فی الاسلام علی رمح راس الحسین بن علیؑ علیہما السلام (عاصم اور زرقا راوی ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا سر جو نیزہ پر بلند کیا گیا وہ سر حسینؑ تھا)۔

باب ۸

حالات و واقعات کربلا قبل و بعد شہادت امام حسین علیہ السلام

واقعات شب عاشورا | ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ شب عاشورا جب امام حسینؑ علیہ السلام اپنے اصحاب و انصار سے گفتگو فرما چکے اور جانے والے ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور رہنے والے رہ گئے تو آپ اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے اپنی تلوار صیقل فرماتے ہوئے یہ اشعار یادھر اف لک فی خلیل الخ پڑھتے جا رہے تھے جناب

زینبؑ نے یہ سن لئے تو جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ کلمات عرض کیں جو ہم اوپر لکھ چکے۔

بعض کتب معتبرہ میں ہے کہ جب جناب زینبؑ نے امام علیہ السلام کے یہ اشعار سن کر گریہ فرمایا اور اظہار اضطراب و بے قراری کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا اختاہ لایذھبن بحلمک الشیطان (اے بہن شیطان کہیں تمہارا حلم و صبر نہ چھین لے) جناب زینبؑ نے فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور آپ پر قربان ہو جاؤں آپ بچ جائیں گے۔ امام نے جواب دیا لوترک القطام لنام (یعنی اگر صیاد مرغ قطام کو اپنی حالت پر چھوڑ دے تو وہ سو سکتا ہے) اس ارشاد سے امام علیہ السلام کا بظاہر یہی مقصد تھا کہ اگر دشمنانِ دین مجھے میری حالت پر چھوڑ دیں تو البتہ زندگی ممکن ہے لیکن ایسا نہ ہو گا۔ لکھا ہے کہ امامؑ کا یہ کلام سن کر جناب زینبؑ اس قدر متاثر ہوئیں کہ بے ہوش ہو گئیں اور جب آپ کو ہوش آیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کل شئ ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون فاین ابی وجدی اللذ ان خیر منی ولکل مسلم اسوۃ حسنۃ (ہر چیز ہلاک و فنا ہونے والی ہے سوائے ذات خدا کے اور اسی کیلئے حکم و اقتدار ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جانے والے ہیں۔ کہاں ہیں میرے باپؑ اور میرے ناناؐ جو مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلم کے لئے ان کے اسوہ حسنہ کی تقلید ضروری ہے)۔ یہ فرما کر آپ نے جناب زینبؑ کو تسلی و

دلاسہ دیا اور خدا کی قسم دیکر فرمایا کہ اے بہن صبر کرنا۔ میری موت پر نالہ و فریاد نہ کرنا۔ گریبان چاک نہ کرنا اور لطم نہ کرنا (منہ پر طمانچے مارنے کو لطم کہتے ہیں)۔ اس کے بعد جناب زینبؑ کو ساتھ لئے ہوئے جناب امام زین العابدینؑ کے پاس آئے اور بہن کو یہاں بٹھا کر خود اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اگر ہم غور و فکر سے کام لیں کہ جب جناب زینبؑ کو بھائی کی گفتگو سے آپ کی موت کا یقین ہو گیا ہو گا تو آپ کے قلب پر کیا گذری ہوگی اور پھر کس بلا کا صبر کیا ہو گا۔ یہ ایک تصور عمر بھر خون کے آنسو رلانے کا فی ہے۔

میر انیس اعلی اللہ مقامہٗ نے اس روایت کے مضمون کو خوب باندھا ہے۔ لکھتے ہیں :-

وہ حمد کے لائق ہے سزاوار ثنا ہے ہے اس کو بقا اور ہر اک شئے کو فنا ہے
راحت نہیں دنیا میں کہ یہ دار فنا ہے آدم کا بدن خاک میں ملنے کو بنا ہے
ہے کوئی بزرگوں میں کرو دھیاں اسی کو
دنیا میں نہ چھوڑے گی بہن موت کسی کو

دنیا میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں جو نور خدا سے ہوئے پیدا وہ کہاں ہیں
ہم سب سے جو تھے افضل و اعلیٰ وہ کہاں ہیں پیدا ہوئی جن کے لئے دنیا وہ کہاں ہیں
جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدؐ مرسل نہ رہے کون رہے گا

تھے مجھ سے بھی بہتر مرے جدّ و پدر و اُمّ کیا ہو گئے اب ان کو کہیں دیکھتی ہو تم
رہتا ہے سدا بحرِ جہاں میں یہ تلاطم اک چشم زدن میں کوئی پیدا تو کوئی گم

دشمن ہے کبھی دوست کبھی دوست عدو ہے
ہم لوگ زمانے میں حباب لبِ جو ہیں

کتاب "اسرار الشہادۃ" اور بعض اور کتب میں لکھا ہے کہ نویں محرم کی شام کو عمر سعدؔ نے شمر ملعون کے اصرار پر لشکر کو حکم دیا کہ مسلح ہو جائے اور شور و غوغا مچاتے ہوئے امام علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں پر حملہ کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس وقت نہایت حالت پریشانی میں جناب زینبؑ امام حسینؑ کے خیمے میں آئیں تو دیکھا کہ آپ تلوار صیقل کرتے کرتے زانو پر سر رکھکر آرام کر رہے ہیں۔ جناب زینبؑ خاموش کھڑی ہو گئیں۔ اتنے میں امامؑ بیدار ہوئے اور فرمایا اے بہن ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے نانا محمد مصطفےٰ اور بابا علی مرتضیٰؑ اماں فاطمۃ الزہراؑ اور بھائی حسن مجتبےٰؑ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے حسینؑ جلد ہمارے پاس آؤ۔ بعض روایات میں ہے کہ فرمایا "کل ہمارے پاس چلے آؤ" اور بعض روایات میں ہے کہ ان بزرگواروں نے فرمایا انك سترو ح الینا یعنی "تم عنقریب ہمارے پاس آؤ گے" جناب زینبؑ نے یہ سن کر صیحہ فرمایا اور اپنے رخسار پر طمانچے مارے۔ امام علیہ السلام نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا کہ "اے بہن خدا کی رحمت تم پر ہو گی اس قوم جفا کار کی

ایذارسانی اور شماتت کا خیال نہ کرو۔"

حالات روز عاشورا | روز عاشورا جناب زینبؑ کے دو صاحبزادے اور بہ روایتے تین صاحبزادے شہید ہوئے۔ تواریخ و مقاتل میں لکھا ہے کہ روز عاشورا جب میدان قتال و جدال گرم ہوا اور امام علیہ السلام کے اصحاب انصار اور بعض بنی ہاشم کام آچکے تو جناب زینبؑ اپنے دو صاحبزادوں حضرت محمد اور حضرت عون کے ہاتھ پکڑے ہوئے حضرت سید الشہداء کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "اگر عورتوں کیلئے جہاد اور قتال جائز ہوتا تو میں خود اپنی جان ایک نہیں ہزار بار آپ پر فدا کرتی لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے میرے عوض ان میرے دو بیٹوں کی قربانی قبول ہو۔ امام علیہ السلام نے بہ مشکل آپ کی استدعا قبول فرمائی دونوں صاحبزادے جہاد کئے اور شہید ہو گئے۔ تواریخ میں ہے کہ جب ان صاحبزادوں کی شہادت کی خبر جناب زینبؑ کو ہوئی تو آپ نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا نہ تو خیمہ سے باہر آئیں اور نہ آواز سے گریہ و نوحہ فرمایا تاکہ امامؑ کو رنج و ندامت نہ ہو۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ روز عاشورا جب جناب علی اکبرؑ شہید ہو گئے تو امامؑ ان کی نعش لاکر اہل بیت کے خیمہ کے در پر رکھدیے۔ حمیدؒ بن مسلم جو لشکر ابن سعد علیہ اللعن کا وقائع نگار تھا بیان کرتا ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کی لاش در خیمہ پر پہنچی تو ایک بی بی حالت اضطراب و انتشار میں خیمہ سے باہر

نکل آئیں اور یا ثمرۃ فواداہ یا قرۃ عیناہ (اے میرے جگر کے ٹکڑے اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک) کہتی ہوئیں نعش سے لپٹ گئیں اور سخت نالہ و گریہ فرمایا۔ امام حسینؑ آپ کا بازو تھام کر آپ کو خیمہ میں لے گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بی بی جناب زینبؑ خاتون امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ تواریخ و مقاتل سے پایا جاتا ہے کہ جناب امام حسینؑ کو بھی اپنے نوجوان صاحبزادے سے بے حد محبت تھی چنانچہ جب صاحبزادہ شہید ہو گیا تو امامؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا "خداوندا تو گواہ رہنا کہ اس قوم نے آج اس جوان رعنا کو قتل کیا جو خَلق میں خُلق میں سب سے زیادہ تیرے نبیؐ سے مشابہ تھا اور عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا" اے سعد کے بیٹے تو نے میری نسل قطع کی خدا تیری نسل قطع کرے" غور کرو کہ امام علیہ السلام کی دعا کس طرح قبول ہوئی کہ امامؑ کی نسل تو اب تک باقی ہے لیکن دنیا میں عمرؔ بن سعد کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ کتب مقاتل اور تواریخ میں سوائے اس ایک موقع کے امامؑ کا عمرؔ ابن سعد یا لشکر اعدا کو بددعا دینے کا پتہ نہیں چلتا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوان علی اکبرؑ کی شہادت کا امامؑ کو کس قدر صدمہ ہوا ہو گا۔ اور یہ آپ کا کس قدر عظیم و شدید امتحان تھا جو خدائے تعالیٰ نے آپ سے لیا۔

کتاب اسرار الشہادۃ میں مسطور ہے کہ بروائتے جب حضرت علی اکبرؑ کی لاش اہل بیتؑ کے خیمہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے ایک بی بی جن کا

چہرہ مثل چودھویں رات کے چاند کے درخشاں تھا خیمہ سے باہر نکل آئیں اور واولداہ وا مھجۃ قلباہ یالیتنی کنت قبل ھذا الیوم عمیاء او کنت وسدت تحت اطباق الثریٰ (ہائے بیٹا ہائے میرے دل کے ٹکڑے کاش میں پہلے ہی اندھی ہو جاتی یا زمین میں دھنس جاتی اور یہ دن نہ دیکھتی) فرماتی ہوئیں لاش سے لپٹ گئیں اور شدت سے رونے لگیں امام حسینؑ نے بازو تھام کر ان کو خیمہ میں پہنچایا یہ بی بی جناب زینبؑ خاتون علیہا السلام تھیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کتب مقاتل و تاریخ سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ جب دوسرے اعزاء اور اقربا یہاں تک کہ جب خود جناب زینبؑ کے صاحبزادے شہید ہوئے تو آپ خیمہ سے باہر نہیں نکلیں جب اٹھارہ برس کے کڑیل جوان علی اکبرؑ (جو صورت و سیرت، چال اور آواز میں رسول اللہ کے بیحد مشابہ تھے) کی لاش خیمہ کے قریب آئیں تو چادر و مقنع کا آپ کو لحاظ نہ رہ سکا اور بے پردہ بے ساختہ خیمہ سے نکل پڑیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپکو اپنے جوان بھتیجے سے کس قدر محبت و الفت تھی اور انکی شہادت کا کس قدر آپ کو صدمہ ہوا حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر حضرت زینبؑ کی آمد اور اس وقت آپ کی حالت جو ہوئی اس کی میر انیس اعلی اللہ مقامہ نے الفاظ میں کیا خوب تصویر کشی کی ہے۔ کہتے ہیں:-

ملتے تھے دُرِ گوش کھلا تھا سرا نور ۔۔۔ اک دوش پہ اک خاک پہ تھا گوشۂ چادر

گرتی تھی کبھی اور کبھی چلّاتی تھیں اٹھ کر   ہَے ہَے علی اکبرؑ علی اکبرؑ علی اکبرؑ

منزل کا پتہ مجھ کو نہ دیتے گئے واری

اس پالنے والی کو نہ لیتے گئے واری

کتاب اسرار الشہادۃ اور مہیج الاحزان میں لکھا ہے کہ روز عاشورا جب امام حسینؑ کے سب اعوان و انصار ۔ عزیز و اقارب جامِ شہادت نوش فرما چکے اور آپ تنہا رہ گئے تو جہاد کا قصد فرمایا اور میدان کارزار میں جانے سے قبل اہل بیتؑ کے خیمہ میں رونق افروز ہوئے اور سب مخدرات عصمت و طہارت کو وداع کرنے کے بعد جناب زینبؑ سے فرمایا "اے بہن میرے شیرخوار بچے علی اصغرؑ کو میرے پاس لاؤ تا میں اس سے بھی رخصت ہو لوں" جناب زینبؑ نے صاحبزادے کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیں کہ یہ بچہ تین روز سے بھوکا پیاسا ہے اگر ممکن ہو تو اس قوم سنگدل سے اس کے لئے تھوڑا پانی طلب کیجئے ۔ یہ سنکر امام علیہ السلام صاحبزادہ کو گود میں لے کر میدان جنگ میں تشریف لائے اور عمرؔ ابن سعد اور لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا " اے قوم تم نے میرے انصار و اقربا کو قتل کیا مجھ سے نکث عہد بیعت کیا میرا شیرخوار بچہ پیاسا ہے اس کو پانی پلا دو ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شدت پیاس سے اس کی کیا حالت ہو گئی ہے اور یہ معصوم بے خطا ہے "۔ یہ بھی روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم مجھے پانی دو کہ میں بچہ کو پلاؤں ۔ نہیں تم خود چند قطرے

اس کے منہ میں ڈالدو"۔ میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ نے اسی روایت کے مضمون کو یوں نظم کیا ہے۔ کہتے ہیں:-

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پانی مجھے لادو　　تم آپ اسے آن کے چلو سے پلادو
مرتا ہے یہ مرتے ہوئے بچے کو جلادو　　للہ کلیجے کی میرے آگ بجھادو

جب منہ مرا تکتا ہے یہ حسرت کی نظر سے
اے ظالموں اٹھتا ہے دھواں میرے جگر سے

امام علیہ السلام ابھی تقریر فرما رہے تھے کہ حرملہ بن کاہل علیہ اللعن نے ایک تیر سہ پہلو تاک کر مارا جو معصوم کے حلقوم مبارک پر لگا اور صاحبزادہ باپ کے گود میں شہید ہو گیا۔ میر انیس کہتے ہیں:-

اشک آنکھوں سے شبنم کی طرح ڈھل آئے
ننھے سے انگوٹھے بھی دہن سے نکل آئے

امام حسینؑ اپنے چھوٹے اور ننھے شہید کو سینہ سے لپٹائے ہوئے خیمہ میں آئے اور ننھی لاش جناب زینبؑ کو دیدی اور بچے کے گلے سے جو خون جاری تھا وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور ریش اقدس پر مل لیا اور فرمایا کہ روز قیامت نانا رسول اللہ سے اسی شکل و حالت سے ملاقات کرونگا۔

کتاب نور العین میں چند اشعار درج ہیں لکھا ہے کہ جناب ام کلثومؑ نے یہ اشعار حضرت علی اصغر کی شہادت پر کہے۔ صاحب طراز المذہب فرماتے ہیں

کہ یقیناً یہ اشعار جناب زینبؑ کے ہیں ام کلثوم آپ کی ہی کنیت تھی شعر درد بھرے ہیں۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے :۔

" اے لوگو اس چھوٹے اور ننھے پیاسے کے لئے میرا دل کس طرح روتا اور افسوس کرتا ہے۔ اس کی دودھ چھڑائی تیروں سے ہوئی اور وہ جوان ہونے بھی نہ پایا۔ ان لوگوں نے اس کے والدین کے دلوں کو جلا دیا۔ ان کی تذلیل کی اور ان سے انتقام لیا۔ اللہ ہمارے ان کے درمیان حشر کے دن فیصلہ فرمائے گا جب جھگڑے چکائے جائیں گے "۔

مروی ہے کہ جب امام حسینؑ لاش علی اصغرؑ اپنے سینہ سے لگائے ہوئے خیمۂ اہل بیت پر پہنچے تو آپ معصوم کے خون میں بھرے ہوئے تھے اور اس سے مخضب تھے۔ بیبیاں یہ حال دیکھکر آپ کے اطراف جمع ہو گئیں اور نوحہ اور گریہ کرنے لگیں۔ جناب زینبؑ ننھی سی لاش امامؑ سے لے لیں اور اپنے سینہ سے لگا کر کہنے لگیں وا محمدؐاہ وا علیاہ ماذا لقینا بعدکما من الاعداء والبغاۃ علی طفل بدمہ وا اسفاہ علی رضیع قطع بسھام الاعداء واحسرتاہ علی قریحۃ الجفن والاحشاء "۔

ترجمہ:۔ وا محمدا وا علیا دیکھئے آپ کے بعد دشمنوں نے ہم سے کیا سلوک کیا۔! ہائے افسوس ہے اس بچے پر جو اپنے خون میں رنگ دیا گیا۔ ہائے افسوس اس شیر خوار پر جس کا دودھ تیروں سے چھڑایا گیا

ہائے افسوس اس پر جس کے آنکھیں اور انتڑیاں پارہ پارہ ہوگئیں"۔ یہ الفاظ جناب زینبؑ کے ہوں یا جناب ام کلثومؑ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کو صرف ایک تیر نہیں لگا تھا بلکہ ان پر وقت واحد میں کئی تیر چلا دئے گئے جن سے آپ کی آنکھیں اور امعاء زخمی اور ضائع ہوئیں اور اور صاحبزادہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

امام حسینؑ کے اس دودھ پیتے بچے کے اس بیرحمانہ قتل سے سرداران یزید اور لشکریوں کی (جو خود کو مسلمان کہتے تھے) چند کیفیات کا اظہار ہوتا ہے! ایک یہ کہ یہ مسلمان نہ تھے اور اگر مسلمان تھے بھی تو برائے نام مسلمان تھے۔ انہوں نے مجبوراً یا مصلحتاً ذاتی نفع اور حصول دنیا کے لئے اسلام قبول کر رکھا تھا۔ ان کے دلوں میں نہ خوف خدا تھا نہ رسول کی محبت اور نہ یہ اسلامی تعلیم پر چلتے تھے۔ دوسرے یہ کہ انکا ظاہری اسلام ان سے ایام جہالت و کفر کی شقاوت۔ عداوت اور نجاست کو دور نہ کر سکا۔ چونکہ ان لوگوں نے اور ان کے باپ دادا نے رغبت و شوق سے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لئے ان کے قلوب کی صفائی اور طہارت کبھی نہیں ہوئی جہالت کی ناپاکی میں مبتلا رہے اور داصل جہنم ہوئے۔ تیسرے یہ کہ اس ارشاد باری کی الاعراب اشد کفراً ونفاقاً۔ کی تفسیر و تصدیق ہوتی ہے۔

خاندان رسولؐ کے ایک معصوم۔ بے خطا شیر خوار کا یہ قتل عمد ظاہر کرتا ہے کہ رسول اللہ علیؑ اور اولاد علیؑ سے ان اشقیاء کے دلوں میں اس قدر بغض و کینہ

اور دیرینہ عداوت تھی کہ اسلام لانے کے بعد بھی دو رہنیں ہوئی بلکہ اس میں اور شدت و زیادتی ہوئی۔ غور کرو کہ آخر یہ بغض و کینہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ دین الہی یا اسلام کے قیام اور حفاظت کے لئے رسول اللہ کو چند لڑائیاں لڑنی پڑیں اور ان لڑائیوں میں حضرت علی مرتضیٰؑ کی تلوار سے چند سرداران کفار مارے گئے اور بس۔ ہمارا آئے دن کا تجربہ ہم کو بتاتا ہے کہ اب بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جن کے دلوں میں آل محمدؐ کی عداوت اسی شدت کے ساتھ ہے جیسا کہ بنی امیہ اور یزیدیوں کے دلوں میں تھی۔ اگرچہ لعنت ملامت کے خوف سے اس عداوت کو وہ کھلم کھلا ظاہر نہیں کرتے۔ تقیہ سے کام لیتے ہیں منہ سے آل محمدؐ اور اہل بیت کی دوستی کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے اعمال و کردار سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے قلوب میں محبت نہیں ہے۔ یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم (یہ لوگ منہ سے جو کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے) ہم اپنی آنکھوں سے ہر سال دیکھتے ہیں کہ روز عاشورا یعنی دسویں محرم کو بہت سے مسلمان عید مناتے اور اس دن کو یوم العید کہتے ہیں اور سب مرد اور عورتیں خصوصاً عورتیں لباس فاخرہ پہنتی ہیں۔ عطر۔ مسی۔ کاجل لگاتی ہیں۔ بچوں کو عید کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ انکی بعض عورتیں مجالس حضرت سید الشہداء میں آتی ہیں تو ایسا لباس پہن کر آتی ہیں جو شادی بیاہ یا کسی خوشی کے تقریب کے لئے موزوں ہوتا ہے نہ کہ غم و ماتم کی مجلس سے مناسبت رکھتا ہے

ہم ان مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ کیا محبّت و تولاّ کے
یہی معنی ہیں کہ جس روز محمّد مصطفیٰؐ کا گھر تباہ و برباد کر دیا گیا اس روز بجائے سیاہ
پوش ہونے۔ غم و سوگ کرنے۔ خاک اڑانے کے عوض عید منائی جائے۔ اظہار
مسرت و شادمانی کیا جائے اور جو لوگ غم کریں۔ خاک اڑائیں۔ سر و پا برہنہ رہیں
روئیں پیٹیں تو انکی علانیہ طور پر دل آزاری اور تذلیل کی جائے۔ ہم ان مسلمانوں
سے پوچھتے ہیں کہ کیا کسی گھر میں ایک موت بھی واقع ہو جاتی ہے تو اس گھر میں
اس خاندان میں اس روز عید منائی جاتی اور سامان مسرت و شادمانی فراہم
کئے جاتے ہیں؟ اسلام یا کوئی اور مذہب بھی اس خلاف فطرت طریقہ کو کہ غم میں
خوشی اور خوشی میں غم کیا جائے جائز نہیں رکھتا۔ دوست تو دوست اگر کسی
سلیم الطبع۔ بادین۔ باایمان کا دشمن بھی مر جائے تو وہ اخلاقاً اظہار مسرت
کرنا کم ظرفی۔ کمینہ پن اور جہالت تصور کرتا اور اس سے پرہیز کرتا ہے۔ الغرض
محمّد و آل محمّد کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کی مصیبت پر ایسے
افعال و اعمال کا بجالانا جن سے اظہار خوشی و مسرت ہو قابل افسوس ہے۔
چوتھے یہ کہ بعض علمائے متقدمین اور متاخرین کا یہ نظریہ اور خیال کہ ہر وہ شخص
جو رسول اللہؐ کو دیکھا یا آپ کی صحبت میں رہا وہ خیر پر تھا۔ ہماری رائے میں
غلط اور لغو ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ روز عاشورا کربلا میں رسول اللہؐ کے
بعض اصحاب امام حسینؑ کے ساتھ تھے اور بعض یزید کے لشکر میں تھے یعنی

بعض اسلام و ایمان کے حامی تھے تو بعض کفر و الحاد کے یار و مددگار تھے۔
اگر محض رسول اللہ کی صحبت ہر شخص کے دل کو نور محمدی کی شعاعوں سے روشن
و منور کر سکتی تو ممکن نہ تھا کہ کربلا میں روز عاشورا بعض صحابہ رسول لشکر یزید یعنی لشکر
کفر و الحاد میں نظر آتے۔ ایسا نظریہ رکھنے والے علماء نے اس امر پر غور
نہیں کیا کہ آفتاب جہاں تاب دنیا کی ہر شئے پر اپنی شعاعیں اپنا نور ڈالتا ہے
لیکن وہی شئے اس کے نور کو اخذ کر سکتی ہے اور اس سے روشن ہوتی ہے جو
خود مصفا و مجلا ہو۔ ایک صاف آئینہ میں آفتاب کا عکس پڑ کر وہ آب و تاب
دکھاتا ہے کہ انسان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اس کے برعکس ایک سیاہ
آئینہ پر آفتاب کی شعاعیں بے اثر ہوتی ہیں ایسا کہ گویا آفتاب نے اپنا نور
اس پر ڈالا ہی نہیں حالانکہ اس نے ڈالا اور اسی طرح ڈالا جیسا کہ شفاف آئینہ
پر ڈالا۔ اسی طرح انسانی قلوب کی حالت ہے کہ جو قلوب مصفا و مجلا ہوتے
ہیں وہی یہ قابلیت رکھتے ہیں کہ نور ولائے محمد و آل محمد کو قبول کر سکیں اور
جو قلوب سیاہ و کثیف ہوں ان پر اس نور کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پس رسول اکرم
کے وہ صحابہ جو صفائی قلب اور سچے دل سے آپ پر ایمان لائے وہ تو آپ کے
نور سے فیض یاب ہوئے اور جن کے قلوب سیاہ و مکدر تھے اور جنہوں نے
طوعاً و کرہاً یا مصلحتاً آپ پر ایمان لائے انہوں نے آپ کے نور سے کچھ بھی
حاصل نہیں کیا اور ان کی مثال یہ ہوئی کہ :-

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود   چوں بیاید ہنوز خر باشد

بہ روائیتے طبرسی علیہ الرحمۃ حضرت علی اصغر کا اسم مبارک عبداللہ تھا اور آپ کو علی اصغر پکارتے تھے۔ جناب علیؑ ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام علی اکبرؑ کہے جاتے تھے اور عام طور سے جن کو علی اکبر کہتے ہیں وہ درحقیقت علی اوسط تھے۔

بحر المصائب میں لکھا ہے کہ روز عاشورا جب امام حسینؑ اہل بیت اور امام زین العابدینؑ سے رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ امام زین العابدینؑ ایک چمڑے پر سخت تکلیف کی حالت میں لیٹے ہیں اور جناب زینبؑ آپ کی پرستاری کر رہی ہیں۔ جناب امام زین العابدینؑ نے پدر بزرگوار کو دیکھا تو تعظیم کے لئے اٹھنا چاہا۔ لیکن شدت ضعف و نقاہت سے اٹھا نہ گیا اور جناب زینبؑ سے عرض کیا کہ سہارا دے کر اٹھائیں جناب زینبؑ نے آپ کو اٹھایا اور اپنے سینہ پر تکیہ دیکر بٹھایا۔ امام حسینؑ نے مزاج پرسی کی امام زین العابدینؑ نے شکر خدا بجالایا اور عرض کی کہ اے بابا اس گروہ منافقین نے آپ سے کیسا برا سلوک کیا۔ امام حسینؑ نے جواب دیا قد استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ المنان (غالب آگیا شیطان ان پر اور بھلا دیا ان کے دلوں سے ذکر اللہ المنان) پھر امام زین العابدینؑ نے پوچھا کہ اے بابا چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ آپ کا سوال سنکر جناب زینبؑ کا

چہرہ زرد ہو گیا اور امام حسینؑ کے چہرہ اقدس سے حزن و ملال ظاہر ہوا
اور آپ نے فرمایا بیٹا تمہارے چچا عباسؑ کنارہ فرات پر شہید کر دئے گئے۔ پھر جناب
امام زین العابدینؑ نے حضرت علی اکبرؑ اور ہر ایک عزیز کا فرداً فرداً نام لیا اور ان کے
متعلق دریافت کیا تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ بیٹا سب شہید ہو گئے اب مردوں میں
سوائے تمہارے اور میرے کوئی باقی نہیں۔ اور میں بھی اب وعدۂ شہادت
پورا کرنے جا رہا ہوں۔ امام زین العابدینؑ نے یہ سنکر بہت گریہ فرمایا اور جناب
زینبؑ سے کہا کہ اے پھپی ایک عصا اور ایک تلوار مجھے عنایت کیجئے۔ امام
حسینؑ نے پوچھا کہ بیٹا یہ چیزیں لے کر کیا کرو گے تو آپ نے عرض کیا کہ عصا پر
تکیہ کروں گا اور تلوار سے فرزند رسولؐ کی حمایت میں جہاد کروں گا۔ اس سے
نیک تر مقصد زندگی کیا ہو سکتا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے فرزند تم
میری ذریت سے افضل و اطیب عترت ہو اور میرے بعد میرے وصی۔
جانشین و خلیفہ ہو گے ان عورتوں اور بچوں کی میرے بعد قید و بلاء کی
مصیبت و غربت میں حفاظت کرنا۔ ان کو تسلی و دلاسہ دینا اور اے بیٹا
میرے شیعوں کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ تمہارا باپ غربت میں شہید کیا گیا
اس کا ماتم کریں اور اس پر روئیں۔ یہ فرما کر آپ نے ایک بلند صیحہ کیا اور
پھر جناب زینبؑ اور دوسری بیبیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا "سنو اور یاد
رکھو کہ یہ میرا فرزند۔ میرا وصی۔ میرا خلیفہ اور امام مفترض الطاعۃ ہے۔"

اس کے بعد جناب زینبؑ سے فرمایا کہ میری شہادت کے بعد اشقیاء لعین میرے بدن کے کپڑے تک اتارلیں گے پس میرے لئے ایک جامۂ کہنہ و فرسودہ لاؤ کہ میں اس کو پہن لوں تا اشقیاء کم از کم وہ میرے بدن پر چھوڑ دیں اور میری لاش عریاں نہ رہے۔ جناب زینبؑ نے جامۂ کہنہ حاضر کیا اور امامؑ نے اس کو جابجا چاک فرما کر بطور زیر جامہ پہن لیا۔ تواریخ اور مقاتل بتاتے ہیں کہ کلمہ گو مسلمانوں نے اس کہنہ و فرسودہ۔ چاک شدہ زیر جامہ کو بھی اتار لیا اور رسولؐ کے نواسے کی لاش عریاں اور برہنہ جلتی ریگ پر چھوڑ دی

ترجمۃ المصائب میں روایت ہے کہ روز عاشورا بعد شہادت حضرت علی اکبرؑ جب امام حسینؑ شہادت کے لئے جانے کا قصد فرمایا تو جناب فضہؑ سے فرمایا کہ وہ جامہ کہنہ جو آپ نے ایک خاص لفافہ میں رکھا تھا اور جس پر چند مہریں ثبت تھیں حاضر کریں لیکن اس کی اطلاع جناب زینبؑ کو نہ ہونی پائے۔ جناب فضہؑ روتی ہوئیں جامہ لانے چلیں اور جناب زینبؑ نے انکو روتا دیکھ کر وجہ گریہ دریافت کیں لیکن جناب فضہؑ نے کچھ جواب نہ دیا تو جناب زینبؑ نے اپنی مادر گرامی کی قسم دیں اور جناب فضہؑ نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ یہ سن کر جناب زینبؑ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ جناب امام حسینؑ کو اس کی اطلاع ہوئی آپ آئے اور پانی طلب فرمایا جو میسر نہ ہوا آپ رونے لگے آپ کے آنسو جناب زینبؑ کے چہرہ پر گرے اور آپ ہوش میں آئیں اور

عرض کیں یا اخی این تروح واختک غریبۃ بلا محرم وانیس وناصر (اے بھائی بہن کو بلا کسی محرم۔ مونس و ناصر و فریادرس کے غربت میں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو) امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایک ایسے امر محتوم کی تکمیل کے لئے جاتا ہوں جس سے فرار ممکن نہیں۔ جب جناب زینبؑ نے یہ سُنا تو کہا "اے بھائی آپ کے اس کلام نے میرے دل کو جلا کر کباب کر دیا۔ اے کاش میری ماں مجھے نہ جنتیں اور نہ پالتیں اور آج میں آپ کے ساتھ نہ ہوتی اور یہ روز بد نہ دیکھتی۔

روایت ہے کہ یہ کہنہ پیراہن جو امام علیہ السلام نے جناب فضہؓ سے طلب فرمایا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا جو رسول اللہ تک پہنچا تھا اور جناب فاطمۃ الزہراؑ نے اپنی وفات سے تین روز قبل جناب زینبؑ کے سپرد کیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اسے محفوظ رکھیں اور جب جناب امام حسینؑ طلب فرمائیں تو دے دیں اور سمجھ لیں کہ اب ان کی زندگی کی ایک گھڑی باقی رہ گئی ہے۔

جناب امام حسینؑ کے آخری رخصت کے لئے اہل بیت کے خیمہ میں تشریف لانے اور جناب زینبؑ اور بیبیوں کو دلاسہ اور تسلی دے کر میدان دغا کی طرف جانے کی کیفیت میر انیس اعلی اللہ مقامہٗ نے کیا خوب نظم فرمائی ہے کہتے ہیں:۔

خیمہ میں مسافر کا وہ آنا تھا قیامت ایک ایک کو چھاتی سے لگانا تھا قیامت

آنا تو غنیمت تھا پہ جانا تھا قیامت　　تھوڑا سا وہ رخصت کا زمانہ تھا قیامت

واں بین ادھر صبر و شکیبائی کی باتیں

افسانۂ ماتم تھیں بہن بھائی کی باتیں

مروی ہے کہ جب امام حسینؑ نے جہاد فرمایا تو آپ زخمی ہو گئے اور زخموں کی کثرت کی وجہ آپ پر شدید ضعف طاری ہوا اور آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اشقیاؑ نے آپ کو نرغہ میں لے لیا اور شمشیر و تیر و نیزے سے آپ پر وار پہ وار کرنے لگے اور آپ کا جسم اقدس چور چور ہو گیا میر انیس اعلی اللہ مقامہ نے ان ضربوں اور ان واروں کی کیفیت کو نہایت فصیح و بلیغ اور جامع طور پر ایک مصرعہ میں کس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں "لوہا برس رہا تھا تمارے امام پر" پھر ایک جگہ کہتے ہیں :۔

گردن جھکائے برچھیاں کھایا کئے امامؑ　　خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام

پھر ایک جگہ کہتے ہیں :۔

مینہ کی طرح برسنے لگے شاہ دیں پہ تیر　　تھراتے تھے لگ کر تن نازنیں پہ تیر

دامن پہ تیر جیب پہ تیر آستیں پہ تیر　　پہلو پہ تیغ سینہ پہ نیزہ جبیں پہ تیر

داغوں سے خون کے رخت بدن لالہ زار تھا

شکل ضریح سینہ اقدس فگار تھا

زخمی لہو میں زلف شکن در شکن جدا　　مجروح لعل لب تھے جدا اور دہن جدا

درپئے تھے نیزہ دار جدا تیغ زن جدا   کٹ کٹ کے ہو گیا تھا ہر ایک عضو تن جدا

سیپارہ تھا نہ صدر فقط اس جنابؑ کا

پرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا

جناب زینبؑ امامؑ کی لڑائی درِ خیمہ سے دیکھ رہی تھیں جب آپ نے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ زغۂ اعدا میں گھرے ہوئے زخم پر زخم کھا رہے ہیں تو خیمہ سے نکل آئیں اور آپ کے پاس تشریف لائیں اور کہا وا اخاہ واسیداہ لیت السماء اطبقت علی الارض ولیت الجبال تدکدکت علی السھل (ہائے بھائی۔ ہائے سید و سردار۔ اے کاش آسمان زمین پر گر جاتا اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاتے) پھر آپ نے عمر سعدؔ کو مخاطب کیا اور فرمایا" اے عمر ابن سعدؔ ابو عبداللہ الحسین قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ عمر سعدؔ یہ سن کر آب دیدہ ہوا اور کچھ جواب نہیں دیا تو آپ دوسرے سرداران لشکر سے مخاطب ہوئیں اور فرمایا کہ کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں جو رسول اللہ کے نواسے کی مدد کرے لیکن کسی شقی نے کچھ جواب نہیں دیا۔

روایت ہے کہ جب مالک بن یسیر علیہ اللعن نے سر اقدس امام حسینؑ پر تلوار ماری اور سر مبارک زخمی ہو گیا تو آپ خود اتار دئے اس لئے کہ یہ خون سے بھر گیا تھا اور خیمہ میں تشریف لا کر جناب زینبؑ سے کپڑا طلب کیا اور زخم پر باندھ لیا اس کے بعد فرمایا کہ اے زینبؑ۔ اے کلثومؑ۔ اے رقیہؑ۔ اے سکینہؑ

تم سب پر میرا آخری سلام ہے حضرت زینبؑ یہ سنکر امامؑ کے قریب آئیں اور کہا
یا اخی ایقنت بالقتل (اے بھائی کیا آپ کو اپنے قتل ہو جانے کا یقین ہو گیا)
امامؑ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کا کوئی معین و ناصر نہ ہو کیونکر قتل ہو جانے کا یقین نہ کرے
جناب زینبؑ نے یہ سنا تو آپ سے لپٹ گئیں اور کہا فمهلا یا اخی قبل
الممات هنيئة لتبرد منی لوعة وغلبة (اے بھائی مرنے سے قبل
تھوڑی دیر یہاں ٹھہر جائیے تا آپ کے رُخ انور کی زیارت سے دل کی بھڑکی
ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر لوں) پھر آپ کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کے بوسے
لئے اور سب بیبیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

بحر المصائب میں روایت مسطور ہے کہ جناب زینبؑ راوی ہیں کہ
جب امام حسینؑ اہل بیت اطہار اور امام زین العابدین علیہ السلام کو وداع
کرنے خیمہ میں تشریف لائے اور کچھ دیر ٹھہرے رہے تو یزیدؑ کے لشکر سے آوازیں
بلند ہوئیں کہ اے حسینؑ عورتوں میں کیا بیٹھے ہو باہر آؤ یزیدؑ کی بیعت کرو یا مارے
جاؤ۔ امامؑ علیہ السلام یہ صدا سن کر ہم سب سے رخصت ہوئے اور باہر جاتے
ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا" اے بہن میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ تا میں تم کو ایک
عجیب و غریب منظر دکھاؤں"۔ میں حضرت کے پیچھے چلی یہاں تک کہ ہم قتل گاہ
میں شہداء کے لاشوں پر پہنچے۔ بھائی حسینؑ جوں ہی لاشہائے شہداء کو دیکھے
تو ان کو مخاطب کیا اور فرمایا" اے حبیب ابن مظاہر، اے زہیر ابن قین

اے ہلال ابن نافع اور اے شجاعان عرصۂ صفا وسواران پہنہ ہیجا تم کو کیا ہو گیا کہ میں تم کو پکارتا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔ میں تم کو بلاتا ہوں تم نہیں آتے کیا تم سو گئے ہو کہ میں تمہاری پھر بیداری کی توقع رکھوں یا تم کو موت نے ہمیشہ کے لئے سلا دیا اور اب تم اپنے امام کی مدد نہ کر سکو گے؟ سنو خاندان رسولؐ کے یہ مخدرات تمہارے نہ ہونے سے نزار و دلفگار ہیں۔ کیا تم وہی نہ تھے جو میری نصرت کرنے اور میرے ساتھ فیض شہادت حاصل کرنے کے لئے اپنی بیبیوں کو طلاق دے کر اور گھر دار مال و اسباب چھوڑ کر میرے ساتھ ہو گئے تھے؟ اے اصحاب کرام اس گہری نیند سے چونکو اور اس قوم کافر کیش و بد اندیش کو حرم رسولؐ سے دور کرو۔ ہاں ہاں اگر تم زندہ ہوتے تو حاشا و کلا میری نصرت سے باز نہ آتے۔ خدا کی قسم موت نے تم کو عاجز و لاچار کر دیا ہے۔ زمانہ نے تم سے عذر و فریب کیا۔ میں تمہاری جدائی پر روتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں بہت جلد تم سے ملونگا"۔ جناب زینبؑ فرماتی ہیں کہ جب بھائی نے تقریر ختم کی تو خدا کی قسم لاشہائے شہدا متحرک اور مضطرب ہو گئے گویا کہ وہ اُٹھ کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ پھر امامؑ جنابِ ابی الفضل عباسؑ کے جسد مطہر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ " اے بھائی یہ قوم شوم سمجھتی ہے کہ میں جہاد سے خائف ہوں اور یزیدؔ پلید کی بیعت کر لوں گا لا واللہ ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد بھائی نے مجھے خیمہ کی طرف بھیجدیا اور خود مصروف قتال و جدال ہوئے اور

اور دو ہزار پانچ سو اشقیاؑ کو واصل جہنم کیا۔ بعض ضعیف الایمان اور کم عقیدہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایک ایسے انسان کے لئے جو تین دن سے بھوکا و پیاسا ہو کیوں کر ممکن تھا کہ ہزاروں کو قتل کر سکتا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ عزرائیلؑ فرشتہ اگر وقت واحد میں لاکھوں کی روح قبض کر سکتا ہے اور رسول اللہؐ چشم زدن میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر کے اپنے مقام پر آ سکتے ہیں تو حسینؑ ابن علیؑ بھی ہزاروں کو قتل کر سکتے ہیں۔

مصائب الابرار میں روایت ہے کہ جب امام حسینؑ کے انصار شہید ہو گئے اور آپ نے تنہا جہاد کا قصد فرمایا تو آپ نے سنا کہ کوئی بی بی کہہ رہی ہیں یاسبط الرسول ارجع انظوالی الغریبات کیف عولن بالحسرات (اے فرزند رسول ایک دفعہ پھر واپس آئیے اور دیکھئے کہ یہ غریب و بیکس عورتیں کس طرح نالہ و زاری کر رہی ہیں) امامؑ یہ سنکر پلٹے اور ملاحظہ فرمایا کہ جناب زینبؑ ہیں۔ آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور اہل حرم کی حالت اضطراب اور گریہ و زاری دیکھ کر خود بھی روئے۔ جناب زینبؑ نے آپ سے معانقہ کیا اور آپ کے گلوئے مبارک کے بوسے لئے اور کہا کہ اے بھائی جان آپ کی جدائی کا تصور میرے دل کو جلاتا ہے اور آپ کی دوری کا خیال میرے جگر کو پگھلاتا ہے اور آپ کی شہادت کا خیال مجھے رلاتا اور میرے آنسو بہاتا اور میرے ہم و غم کو ہیجان میں لاتا ہے۔ اے بھائی آپ کو

کیوں کر گوارا ہے کہ آپ کے بعد آپ کے خیام لوٹے جائیں اور آپ کے عیال و اطفال کی چادریں چھین لی جائیں"۔ امام علیہ السلام نے یہ جانگداز تقریر سن کر فرمایا" اے بہن مصائب اور بلاؤں پر صبر کرو۔ بابا اور مادر گرامی کی پیروی کرو کہ انہوں نے نزول مصائب پر صبر و شکر کیا ہے۔ یہ فرما کر پھر میدان جنگ کی طرف لوٹے۔ مفتاح البکاء میں بھی روایت کا مضمون یہی ہے لیکن آخر میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ جناب زینبؑ کو صبر و شکر کی تلقین فرما کر جانے لگے تو جناب زینبؑ نے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیے تاکہ میں مادر گرامی کی وصیت پوری کر لوں اماں نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب آپ شہادت کے لئے روانہ ہوں تو اس کو پوری کر دوں امامؑ ٹھہر گئے اور آپ قریب آئیں اور گلوئے مبارک کے بوسے لئے اور کہیں کہ اماں کی یہی وصیت تھی کہ جس جگہ رسول اللہ بوسے لیتے تھے میں بھی اسی جگہ کے بوسے لوں اس کے بعد بھائی بہن گلے مل کر خوب روئے۔

کتب مقاتل میں ہے کہ جب امام حسینؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور اعداء نے آپ کے اطراف حلقہ باندھ کر آپ پر وار کرنا شروع کیا تو امام حسن علیہ السلام کا ایک کمسن صاحبزادہ عبداللہ بن حسنؑ خیمہ سے آپ کی طرف دوڑا۔ جناب زینبؑ نے ہر چند روکنے کی کوشش کی لیکن صاحبزادہ یہ کہتا ہوا کہ میں چچا کو اس عالم بے کسی میں نہیں دیکھ سکتا انکی نصرت کروں گا دوڑ کر امامؑ کے پاس پہنچ گیا اور آپ کے گود میں بیٹھ گیا۔ ایک

ملعون شقی نے امامؑ پر تلوار کا وار کیا تو چچا کو بچانے کے لئے صاحبزادے
نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے ہاتھ قلم ہو گئے اور امامؑ کی گود میں گرے
امامؑ جو کثرت جراحات کی وجہہ حالت غشی میں تھے کوئی چیز گود میں گرتی
ہوئی محسوس فرما کر آنکھ کھولے تو دیکھا کہ بچّے کے کٹے ہوئے ہاتھ گود میں پڑے
ہیں اور بچّہ تڑپ رہا ہے ۔ یہہ دیکھ کر آپ نے ایک آہ سرد بھری اور
فرمایا ”خدایا آل محمدؐ کی یہہ قربانی بھی قبول ہو“۔ شہدائے کربلا میں یہہ صاحبزادہ
آخری تھا جس نے اپنی جان امام علیہ السّلام پر قربان کی ۔ ہمارے بعض
اصحاب نے خیال کیا ہے کہ یہہ امام حسن علیہ السّلام کا صاحبزادہ نہیں ہو سکتا
بلکہ حضرت کا نواسہ تھا اور استدلال پیش کرتے ہیں کہ امام حسن علیہ السّلام
کی شہادت سنہ ۴۹ ہجری یا سنہ ۵۰ ہجری میں بتائی جاتی ہے اور کربلا کا واقعہ
سنہ ۶۱ ہجری میں یعنی آپ کی شہادت کے گیارہ یا بارہ برس بعد پیش
آیا تو کیوں کر ممکن ہے کہ اس وقت آپ کا ایک کمسن صاحبزادہ جس کی عمر
بالعموم چار یا پانچ سال بتائی جاتی ہے موجود ہو ہمارے خیال میں دونوں
امکانی صورتیں ہو سکتی ہیں ۔ یعنی یہہ صاحبزادہ امام حسنؑ کا ہو سکتا ہے بشرطیکہ
ان کی عمر گیارہ بارہ سال یا اس سے زیادہ کی مان لی جائے لیکن اگر
صاحبزادہ کی عمر گیارہ یا بارہ سال یا اس سے زائد تصور کر لی جائے تو
سوال یہہ پیدا ہو جاتا ہے کہ پھر یہہ صاحبزادہ مثل حضرت محمد و حضرت عون

اور حضرت قاسمؑ کے جہاد کیوں نہیں کیا اور آخری وقت تک خیمہ میں کیوں رہا۔ روایت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبزادہ کمسن تھا اسی لئے جناب زینبؑ روکنا چاہیں۔ پس اگر صاحبزادہ کا کمسن ہونا مان لیا جائے تو پھر یہہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہہ صاحبزادہ جیسا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے امام حسن علیہ السّلام کا نواسہ تھا۔ جملہ امور اور پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ صاحبزادہ امام حسن علیہ السّلام کا نواسہ ہی تھا۔ اِس لئے کہ اگر فرزند ہوتا تو عمر گیارہ یا بارہ سال کی ہوتی اور ضرور مثل اپنے بھائی قاسمؑ ابن الحسنؑ کے جہاد کرتا اس طرح اپنے خاندانی روایات کے خلاف گھر میں بیٹھا نہ رہتا۔

روایت ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو جبرئیل امین نے صدا دی کہ الا قد قتل الحسین بکربلا، اور آثار ظلمت و غبار نمایاں ہوئے۔ جناب زینبؑ آواز سُن کر اور آثار غضب الٰہی دیکھ کر امام زین العابدینؑ کے پاس آئیں اور فرمایا کہ "بیٹا اٹھو اور دیکھو کہ کیا سانحہ ہوا۔ امام زین العابدینؑ نے پھپی سے کہا ذرا خیمہ کا پردہ تو اٹھایئے۔ جب پردہ اٹھا تو آپ نے میدان جنگ کی طرف دیکھ کر کہا "پھپی اماں میرے بابا شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ جود و کرم کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اہل حرم کو خبر دید یجئے اور کہہ دیجئے کہ صبر و ہمت و استقلال سے کام لیں

سے لٹنے اور قید ہونے تیار ہو جائیں۔

کتب مقاتل میں ہے کہ جب امام حسینؑ تن تنہا ہزاروں کا مقابلہ کر رہے تھے تو جناب زینبؑ درِ خیمہ سے آپ کی جنگ دیکھ رہی تھیں۔ جب آپ زخمی ہو گئے تو ایک نشیب میں داخل ہوئے اور آپکی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو آپ خیمہ سے نکل آئیں اور ایک بلند مقام پر پہونچیں تو بھائی کو ایک گڑھے میں لیٹا پایا اس بلند مقام کا جہاں جناب زینبؑ کھڑی ہوئی تھیں اب بھی نشان ہے اور اس کو تل زینبیہ کہا جاتا ہے۔

باب (۹)

حالات جناب زینب علیہا السلام بعد شہادت امام حسین علیہ السلام

مقتل ابی مخنف میں روایت ہے کہ بعد شہادت امامؑ آپ کا گھوڑا اپنی پیشانی خون میں رنگین کر کے فریاد و صہیل کرتا ہوا خیمہ اہل بیت پر دوڑا ہوا آیا۔ جناب زینبؑ نے گھوڑے کو دیکھ کر جناب سکینہؑ کا ہاتھ تھام

لیا اور خیمہ سے باہر آئیں۔ جب جناب سکینہؑ نے گھوڑے کی حالت دیکھی اور گھوڑے کو بلا سوار کے پایا تو شدید گریہ فرمایا اور جناب زینبؑ نے مرثیہ کے طور پر چند اشعار کہے۔

اصول کافی۔ انوار الشہادۃ اور بعض کتب مقاتل و تاریخ میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید کر دئے گئے۔ آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تو عمر ابن سعد ملعون نے حسب الحکم ابن زیاد علیہ اللعن والعذاب حکم دیا کہ آپ کی نعش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اور اس کے لئے گھوڑوں کی از سر نو نعل بندی کی گئی۔ اس کی اطلاع جب جناب زینبؑ کو ہوئی تو آپ سخت بے قرار ہوئیں اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا "بارالٰہا بنی امیہ نے میرے بھائی کو پیاسا شہید کیا انکے سر مقدس کو نیزہ پر چڑھا دیا۔ ان کے بدن کو برہنہ کیا جو دھوپ میں جلتا پڑا ہے اب گھوڑے دوڑا کر بدن مطہر کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ بارالٰہا اس بیابان میں ہم پر کوئی رحم کرنے والا نہیں" بالاخر جسم اقدس پر گھوڑے دوڑائے گئے اور جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ الشیخ سید الشبلنجی مصری اپنی کتاب نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار میں لکھتے ہیں کہ جب جناب امیر المومنین علی علیہ السّلام کا وقت انتقال قریب ہوا تو آپنے امام حسن علیہ السّلام کو وصایا فرمایا جن میں ایک یہ وصیت

تھی کہ قاتل کو صرف ایک ضرب شمشیر لگانا اِس لئے کہ اس نے بھی ایک ہی ضرب حضرت کو لگائی تھی۔ اس کے جسم کا مثلہ نہ کرنا اس لئے کہ رسول اللہ کو آپ نے کہتے ہوئے سنا کہ ایاکم و المثلہ ولو بالکلب العقور یعنی خبردار تم کبھی کسی کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا۔ چاہے وہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کو رسولؐ نے تو یہ تاکید کی لیکن انہوں نے اس کی تعمیل یوں کی کہ خود ان کے نواسے کے جسم مطہر پر گھوڑے دوڑائے اور اس کو پاش پاش کر دیا۔

ناسخ التواریخ میں جناب زینبؑ سے روایت ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ عمر بن سعد نے خیموں کو لوٹ لینے کا حکم دیا تو اشقیا خیام اہل بیت میں داخل ہوئے اور ایک شخص ارزق العینین بیمار علیؑ ابن الحسینؑ کے خیمہ میں داخل ہوا اور وہ چمڑا جس پر وہ لیٹے ہوئے تھے ان کے نیچے سے کھینچ لیا اور وہ خاک پر رہ گئے۔ پھر اس شقی نے میرے کانوں سے گوشوارے اس بیدردی سے کھینچے کہ کانوں سے خون جاری ہو گیا اور وہ یہ دیکھ کر رونے لگا۔ میں نے پوچھا کہ اے شقی تو روتا کیوں ہے تو کہا کہ تم لوگوں کی بے بسی اور بیکسی پر روتا ہوں۔ مجھے یہ سُنکر بیحد رنج و ملال ہوا اور میں نے اس کو کہا قطع اللہ یدیك و رجلیك و احرقك بنار الدنیا قبل نار الاخرۃ (خدا تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع کرے

اور تجھے آخرت کی آگ میں جلانے سے قبل دنیا کی آگ کا مزا چکھائے)۔
جنابہ معصومہ کی دعا قبول ہوئی لکھا ہے کہ یہہ شقی گرفتار ہوکر جب حضرت مختار
کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں اور یہہ
آگ میں جلادیا جائے۔

کتاب اخبار الدول میں روایت ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ
جب شمر علیہ اللعن والعذاب امام زین العابدینؑ کے خیمہ میں داخل ہوا اور آپکو
بستر مرض پر پایا تو آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ جناب زینبؑ بھتیجے سے لپٹ
گئیں اور شمر سے کہا "خدا کی قسم اس نوجوان کیساتھ میں بھی قتل ہونگی۔ شمر نے یہہ
حال دیکھا تو اپنے ارادہ سے باز آیا۔ یہہ پہلا موقع تھا کہ جناب زینبؑ نے
امام زین العابدینؑ کی حمایت کی اور آپ کو قتل ہونے سے بچایا۔

جلاء العیون میں جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے منقول ہے آپ
فرماتی ہیں بعد شہادت حضرت سید الشہداؑ میں درِ خیمہ پر مدہوش کھڑی تھی اور
بیابان ناپید اکنار اور لشکرہائے بے شمار کا نظارہ کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا
کہ میرے پدر بزرگوار۔ اعمام اور بھائیوں کے لاشہائے بے سر مثل گوسفندان
قربانی زمین پر پڑے ہیں اور انکے جسم برہنہ۔ کوفتہ و فرسودہ پامال سم
اسپان ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ اب اشقیاء ہمارے ساتھ کیا سلوک
کریں گے اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لئے آیا اور زنان

اہل بیت کو مار مار کر لوٹنا شروع کیا اس اثناء میں دوسرے اشقیاء بھی ٹوٹ پڑے اور لوٹ مار شروع کی۔ ایک شقی میرا رُخ کیا میں دوڑی کہ پھپی زینبؑ کے پاس پناہ لوں لیکن وہ دوڑ کر میرے شانوں پر پشت نیزہ سے مارا اور میں منہ کے بہل گر پڑی اور اس نے میرے کانوں سے گوشوارے کھینچ لئے جس سے میرے کان شگافتہ ہو گئے سر سے مقنع اور پاؤں سے خلخال اتار لئے ... میرے سر اور کانوں سے خون بہہ رہا تھا اور میں بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو دیکھی کہ پھپی زینبؑ میرے سرہانے بیٹھی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ بیٹی اٹھو دیکھیں اور بی بیوں پر کیا گذری۔ میں نے کہا کوئی کپڑا ہوتا تو سر ڈھانپتی تو فرمایا یا بنتاہ عمتك مثلك (بیٹی تیری پھپی بھی تیری طرح بے ردا و بے مقنع ہے) جسم مبارک پھپی کا بھی کعب نیزہ کی مار سے نیلگوں ہو گیا تھا۔ بہرحال ہم دونوں اُٹھے اور چلے اور جس خیمہ کو دیکھا لوٹا ہوا پایا۔ بھائی علیؑ ابن الحسینؑ بیمار کے خیمہ میں پہونچے تو دیکھا کہ وہ حضرت زمین پر پڑے ہیں اور شدت مرض۔ بھوک و پیاس کی وجہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

کتاب انوار الشہادۃ میں روایت ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ جب سر شام اہل بیتؑ کے خیمے جلا دیئے گئے۔ سامان لوٹ لیا گیا اور چادریں چھین لی گئیں تو سب بی بیاں اور بچے پریشان و ہراساں میدان

یں نکل گئے اور منتشر ہو گئے تو جناب زینبؑ نے سب کو ایک جگہہ جمع کیا
اور حضرت فضہ کے ذریعہ عمر سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ سب خیمے جلا دیئے گئے
فرش و لباس و سامان لوٹ لیا گیا ہم پر رحم کر اور یتیم بچوں کے لئے لباس اور
سر چھپانے کے لئے ایک خیمہ بھیجدے ۔ عمر سعد ملعون نے پہلے تو کچھ اعتنائ نہ
کی لیکن بعد ایک جلا ہوا خیمہ بھیجدیا اور جناب زینبؑ نے وہی خیمہ نصب کیا اور
بچوں اور بی بیوں کو اس میں بٹھا دیا اور جناب ام کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن
آج تک ابی الفضل عباسؑ ۔ علی اکبرؑ اور قاسمؑ اور دوسرے اقربار ہماری
حفاظت اور نگرانی کرتے تھے لیکن آج ہم تنہا اور حالت غربت میں ہیں آؤ
آج تم اور میں ان بیواؤں اور یتیم بچوں کی پاسبانی کریں ۔ پس سب خستہ و
دل شکستہ بی بیوں اور بچوں کو لٹا دیا گیا اور جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ
پاسبانی کرتی رہیں ۔ جناب زینبؑ راوی ہیں کہ اندھیری رات میں ہم نے
دیکھا کہ کوئی ہماری طرف آرہا ہے ۔ میں نے ندا دی کون ہے جو اس شب
میں پھر بچوں کو ستانے آرہا ہے ۔ آنے والے نے صدائے نالہ و آہ بلند
کی اور کہا کہ بہن زینب میں حسینؑ ہوں کہ تمہاری پرستاری کے لئے آیا
ہوں ۔ اے بہن میں زندہ ہوں اور تمہارے مصائب سے میرا دل سوزناک
ہے یہہ فرما کر آپ نظروں سے غائب ہو گئے اور میں روتی رہ گئی ۔ اس
روایت میں جناب زینبؑ کا عمر سعد کے پاس خیمہ اور لباس کے لئے جناب

فضہ کو روانہ کرنا جو لکھا ہے وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس کا ذکر کسی اور روایت میں نہیں ہے اور عقل و قرینہ سے بھی یہہ واقعہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ جناب زینبؑ کی شان اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع تھی کہ آپ اپنے جانی دشمن اور اپنے بھائی کے قاتل سے کسی قسم کا بھی سوال کرتیں یا مراعات کی خواہاں ہوتیں اور پھر جب بخوبی جانتی تھیں کہ یہہ سب ملاعین ایسے سنگدل اور شقی القلب ہیں کہ ایک معصوم چھ مہینے کے بچے کے لئے جب پانی کا سوال کیا گیا تو تیروں سے اس کا جواب دیا اور بچہ کو جام آب پلانے کے عوض جام شہادت سے سیراب کیا۔

صاحب بحر المصائب ابن جوزی کی کتاب مفاتیح الغیب سے نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ جب خیموں کو آگ لگا دی گئی تو جناب زینبؑ اور سب بی بیاں امام زین العابدینؑ کی طرف دوڑیں تا آپ کو بچائیں جناب زینبؑ نے حضرت سجادؑ کو جو حالت غشی میں تھے بیدار فرمایا اور کہا کہ اے حجت خدا خیموں کو آگ لگا دی گئی ہے۔ آگ کی تمازت سے بچے جھلس رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ جل جائیں بتاؤ اب ہماری تکلیف کیا ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے؟ امام زین العابدینؑ بوجہہ شدت ضعف و نقاہت بات نہ کر سکے ہاتھ سے اشارہ فرما دیا کہ صحرا و بیابان کی طرف نکل جاؤ اور حسب ارشاد حجۃ اللہ جناب زینبؑ نے بی بیوں سے فرمایا

علیکنّ بالفرار یعنی تم سب یہاں سے بھاگ نکلو۔ پس بی بیاں اور بچے
میدان میں نکل گئے اور منتشر ہو گئے۔

صاحب بحر المصائب کہتے ہیں کہ متعدد کتب میں یہہ روایت
پائی گئی کہ بعد شہادت امام حسینؑ حسب الحکم عمر سعد کشتگان لشکر زیاد کو دفن کیا
گیا لیکن رسول اللہؐ کے نواسے اور آپ کے انصار کی لاشیں بلا گور و
کفن چھوڑ دی گئیں اور سرہائے شہداءؑ اسی روز زجر ابن قیس کے ذریعہ
کوفہ بھیج دیئے گئے۔ اہل بیت کا سامان لوٹ لیا گیا۔ خیمے جلا دئے
گئے۔ جب شام ہو گئی تو جناب زینبؑ سب بی بیوں اور بچوں کو جو اس
دار و گیر میں منتشر ہو گئے تھے ایک جگہ جمع کیا اور فرش خاک پر بٹھا دیا۔
بچے جو بھوکے پیاسے تھے بار بار جناب زینبؑ سے لپٹتے تھے اور
رو رو کر کہتے تھے کہ بھوک و پیاس نے ہمارے انتڑیوں کو جلا دیا ہے
ہمیں تھوڑا کھانا اور پانی دیجئے۔ جناب زینبؑ بچوں کی اس بلبلاہٹ
اور بے چینی کو دیکھ کر بیقرار ہو گئیں اور جناب ام کلثوم سے فرمایا ما نصنع
بھذہ اللیلۃ بھذہ الفتیات الضائعات و بھذہ الاطفال
(اے بہن ام کلثوم بتاؤ اس شب تاریک میں ہم ان نیم جان لڑکیوں
اور بچوں کے لئے کیا کریں) جناب ام کلثومؑ نے کہا آپ بزرگ ہیں
جو مناسب خیال فرمائیں وہ کریں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا میری رائے

تو یہہ ہے کہ سب بچوں۔ لڑکے اور لڑکیوں کو ایک جگہہ جمع کیا جائے اور بیمار علیؑ ابن الحسینؑ کو ان کے درمیان لٹا دیا جائے اور تم ایک جانب بیٹھو اور میں ایک جانب بیٹھ جاؤں اور ان سب کی نگرانی اور پاسبانی کریں۔ جناب ام کلثومؑ نے سمعاً و طاعتہً کہا۔ بچے اور بی بیاں جمع کی گئیں۔ امام زین العابدینؑ کو ان کے درمیان بلا تکیہ و بستر ریگ بیابان پر لٹا دیا گیا بوجہہ شدت مرض آپ کی حالت یہہ تھی کہ آپ بات نہ کر سکتے تھے۔ نیم غشی کے عالم میں خاموش لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جناب زینبؑ نے جناب ام کلثومؑ سے کہا اے بہن تمام دن بھائی حسینؑ اور آپ کے اصحاب و انصار کے لئے روتے روتے میں بیحد خستہ ہو گئی ہوں چاہتی ہوں کہ ایک ساعت لیٹ رہوں پس تم ہشیار رہو اور ان بیواؤں اور یتیموں کی حفاظت و نگرانی کرو۔ جناب ام کلثوم نے بسر و چشم کہا اور جناب زینبؑ فرش خاک پر لیٹ گئیں۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ جناب ام کلثوم نے دیکھا کہ بیابان کی طرف سے ایک سیاہی نمودار ہوئی جو آپکی طرف آتی ہوئی معلوم ہوئی۔ جناب ام کلثومؑ یہہ دیکھ کر خائف ہوئیں اور جناب زینبؑ کو پکار کر کہا اے بہن اٹھو اور دیکھو کہ کوئی سیاہ چیز اس طرف آ رہی ہے نہ معلوم اس تاریکی شب میں اور کیا مصیبت ہم پر نازل ہونے کو ہے۔ جناب زینبؑ اٹھ بیٹھیں۔

جناب ام کلثومؑ کو خوف سے لرزاں پاکر پوچھا کہ تم کیوں اس قدر ترساں
و لرزاں ہو تو جناب ام کلثومؑ نے کہا وہ دیکھئے کوئی سیاہ چیز اس طرف
آرہی ہے نہ معلوم وہ کوئی وحشی درندہ ہے یا لشکر ابن زیاد سے کوئی شقی
آرہا ہے۔ اس اثنا میں اور بی بیاں اور بچے بھی ہشیار ہو گئے اور خوف
سے ایک دوسرے کو لپٹ گئے اور صدائے واجداہ وا محمداہ
واعلیاہ و احسناہ واحسیناہ و اضیعتاہ بعدك یا ابا عبد اللہ
بلند کیں۔ جب وہ سیاہ چیز قریب ہو گئی تو جناب زینبؑ نے دیکھا کہ وہ ایک
مرد سیاہ پوش ہے تو آپ نے ڈانٹ کر کہا بحق اللہ علیك من تکون
ایّھا الرجل فقد روعت واللہ قلوبنا و قلوب ھذہ الفتیات
الضائمات والاطفال الصغار (تجھے خدا کی قسم بتا کہ تو کون ہے اے
مرد کہ اس اندھیری رات میں اس طرح آکر ہمارے اور ان لڑکے لڑکیوں
اور کمسن بچوں کے خوف اور دہشت کا باعث ہوا) یہہ سن کر اس مرد نے
کہا لاتجزعی انا ابوك علیّ اتیت لاحرستك ھذہ اللیلۃ۔
(اے بیٹی مت ڈرو میں تمہارا باپ علی ہوں جو آج کی رات تم سب کی
حفاظت کرنے آیا ہوں) جناب زینبؑ نے جب یہہ سنا تو رونے اور
منہ پیٹنے لگیں اور کہا اے بابا کاش آپ چند ساعت قبل تشریف لاتے
اور اپنے حسینؑ کی حالت ملاحظہ فرماتے کہ وہ ہر چند مدد طلب کرتے تھے

لیکن کوئی انکی فریاد کو نہ پہونچتا تھا اور جس سے بھی پناہ مانگتے پناہ نہ دیتا تھا۔ اے بابا خدا کی قسم وہ پیاسے شہید ہوئے۔ یہہ اشقیا اپنے حیوانوں گھوڑوں کو بار بار پانی پلاتے تھے لیکن حسینؑ کو ایک قطرۂ آب نہ دیا۔ یہہ سُن کر جناب امیر علیہ السّلام نے جناب زینبؑ کو سینہ سے لپٹا لیا دلاسہ تسلّی دی اور جو رحمت و کرامت خدا نے حضرت سید الشہداء اور شہدائے کربلا اور اہل بیت کے لئے مخصوص فرمائی ہے بیان فرمائے۔ صبر کی تلقین کی اور کہا کہ بیٹی تم اب بلا خوف و خطر آرام کرو میں تم سب کی حفاظت کروں گا۔ یہہ بھی روایت ہے کہ اسی رات میں جناب فاطمۃ الزہراؑ بھی تشریف لائیں اور جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ کو یہہ فرما کر تسلی دی اصبری یا بنتاہ ان اللہ تبارك و تعالیٰ قد وعدکم اجراً عظیما و مقامات جلیلہ (اے بیٹی صبر کرو اللہ تبارک و تعالےٰ نے تم سب کے لئے اجر عظیم اور مقامات جلیلہ مقرر فرمائے ہیں) اس کے بعد فرمایا بیٹی تم آرام کرو میں اور تمھارے باپ آج رات تم سب کی حفاظت اور پاسبانی کریں گے۔

روایت ہے کہ بعد شہادت حضرت الشہداءؑ جب رات آئی تو جناب سکینہؑ اپنے والد ماجد کے جسد اقدس کی تلاش میں قتل گاہ چلی گئیں۔ جناب زینبؑ سب بچوں کو جمع کیں تو آپ کو نہ پایا بیحد پریشان ہوئیں اس لئے کہ جناب امام حسینؑ کی یہہ لاڈلی صاحبزادی تھیں اور آپ نے خاص طور سے

جناب زینبؑ کو آپ کے متعلق سفارش و وصیت فرمائی تھی۔ جب آپ کو نہ پایا تو بے قراری اور حالت اضطراب میں امام حسینؑ کو پکارا اور کہا کہ اے بھائی حسینؑ بتادو کہ آپ کی پیاری بیٹی سکینہ بنت رباب کہاں ہے۔ آواز آئی اختای بنتی سکینہ فی کتفی (اے بہن سکینہؑ میرے پہلو میں ہے) یہہ آواز سن کر جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نعش مطہر حضرت سید الشہداؑ پر پہونچیں اور جناب سکینہؑ کو باپ سے لپٹی ہوی پائیں اور سمجھا مناکر واپس لائیں۔

انوار الشہادۃ میں روایت ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ سوائے اس خیمہ کے جس میں آپ امامؑ عبادت کیا کرتے تھے باقی سب خیمے جل گئے تو اہل حرم اسی خیمہ میں پناہ لئے۔ عمر ابن سعد آیا اور پکار کر کہا کہ اے اہل بیت خیمہ سے باہر آؤ ورنہ اس خیمہ کو آگ لگادی جائے گی۔ جناب زینبؑ اِس شقی کی یہہ صدا سن کر پریشان ہوئیں اور فرمایا اے عمر خدا سے ڈر اور اس قدر ظلم و ستم نہ کر تو اس نے کہا باہر آؤ اور اسیر ہو جاؤ۔ جناب زینبؑ نے باہر نکلنے سے انکار کیا اور عمر سعد ملعون کے حکم سے خیمہ کو آگ لگادی گئی اور بی بیاں اور بچے واغوثاہ وا محمداہ وا علیاہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے اور قتل گاہ کی طرف دوڑے۔ جناب زینبؑ نعش امام علیہ السّلام پر پہونچیں اور شکستہ دل غمگین آواز سے کہنے لگیں وا محمداہ صلّی اللہ علیک

مليك السماء هذا حسين مؤمل بالدماء مقطع الاعضاء نبا نك سبايا الی الله مشتکی و الی محمد المصطفیٰ و الی علی المرتضیٰ و الی حمزة سیّد الشهداء وا محمداه هذا حسين بالعراء يسفى عليه الصبا قتيل اولاد البغايا - يا حزناه ياكرباه - اليوم مات جدّى رسول الله يا اصحاب محمد هولاء ذرية المصطفیٰ يساقون سوق السبايا (یا محمدؐ آپ پر آفرینندہ آسمان رحمت وصلواۃ بھیجتا ہے یہہ حسینؑ ہیں جو خون کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور جن کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپ کی بیٹیاں قید ہو گئی ہیں - میں اس ظلم و بیداد کی شکایت خدا سے - آپ سے - علی مرتضیٰ اور حمزہ سید الشہداء سے کرتی ہوں - یا محمدؐ یہہ حسینؑ چٹیل میدان میں پڑے ہیں جن کے بدن پر خاک اڑ رہی ہے - انھیں فاحشہ عورتوں کی اولاد نے قتل کیا - افسوس ہے اِس غم و الم پر آج میرے نانا رسول اللہ کی وفات ہوئی - اے اصحاب محمدؐ دیکھو یہہ ذریت محمد مصطفیٰ ہیں جو مثل قیدیوں کے ہانکے جا رہے ہیں - لکھا ہے کہ جب جناب زینبؑ یہہ کلمات کہہ رہی تھیں تو سن کر دوست و دشمن زار زار رونے لگے - جناب زینبؑ نے اس ارشاد میں فاحشہ عورتوں کی اولاد (اولاد البغایا) جو فرمایا ہے تو یہہ اشارہ ہے ابوسفیان اور عبید اللہ بن زیاد کی طرف تواریخ میں ہے کہ ابوسفیان کی زوجہ ایک حبشی کی طرف مائل تھی ابن زیاد کے متعلق تاریخ فخری میں جو واقعہ لکھا ہے وہ یہہ ہے۔

كانت سمية ام زياد بغيا عن بغايا العرب ولها زوج اسمه عبيد ۔ فاتفق ان ابا سفيان وهوابو معاوية نزل بخمار يقال له ابو مريم فطلب ابو سفيان بغيا فقال ابو مريم هل لك فی سمية وكان ابو سفيان يعرفها فقال هاتها علی طول ثديها و ذفر بطنها فاتاه بها فوقع ابو سفيان عليها فعلقت منه بزياد ثم وضعته علی فراش زوجها عبيد ۔

(ترجمہ) سمیہ زیاد کی ماں عرب کی بدکار عورتوں میں سے ایک بدکار اور فاحشہ عورت تھی جس کا شوہر عبید تھا ۔ ایک روز معاویہ کے باپ ابوسفیان ابو مریم خمار (شراب فروش) کے پاس آئے اور اس سے خواہش کی ایک عورت فراہم کر دے ۔ ابو مریم نے پوچھا کہ کیا تم سمیہ کو پسند کرتے ہو ۔ ابوسفیان سمیہ سے واقف تھے اس لئے کہا کہ ہاں اس کو لے آئیں اس کے طویل پستانوں اور اس کے پیٹ کی بدبو کو پسند کرتا ہوں ۔ ابو مریم خمار اس کو لایا ۔ ابوسفیان نے اس سے ہم بستری کی اور زیاد کا نطفہ قرار پایا اور جب زیاد پیدا ہوا تو سمیہ نے اس کو اپنے شوہر عبید کے بستر پر ڈال دیا (یعنی عبید سے اس کو منسوب کیا) تواریخ میں ہے کہ جب معاویہ ابن ابوسفیان تخت و تاج کے مالک ہوئے تو

کوشش کی کہ ابن زیاد کو امیر المومنین علی علیہ السّلام کی پارٹی سے جدا کرکے اِس سے بھائی چارا کرلیں اور اپنی طرف کرلیں اس لئے کہ یہہ بڑا چلتا پرزہ اور بڑا مقرّر (اسپیکر) تھا۔ زیاد راضی نہ ہوتا تھا اس لئے معاویہ نے اس کو بلایا اور کہا کہ تو میرا بھائی ہے اس پر زیاد بہت بگڑا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ امیر معاویہ نے بھری محفل میں گواہی دلوادی کہ زیاد ان کا بھائی ہے۔ تاریخ فخری میں یہہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ وحضر شھود مجلس معاویہ۔ فشھدوا بانّ زیاداً ولد ابی سفیان۔ فمن جملۃ شھود ابو مریم الخمار الّذی احضر سمیۃ الیٰ ابی سفیان وکان ھذا ابو مریم قد اسلم وحسن اسلامہ فقال لہ بم تشھد یا ابا مریم قال اشھد ان ابا سفیان حضر عندی وطلب مِنّی بغیا فقلت لہ لیس عندی الا سمیۃ فقال ھاتھا علیٰ قذرھا وضرھا فاتیتہ بھا فخلا معھا۔

(ترجمہ) معاویہ کی محفل میں گواہ پیش ہوئے اور گواہی دی کہ زیاد ابو سفیان سے پیدا ہوا۔ منجملہ اور گواہوں کے ابو مریم شراب فروش بھی تھا جو سمیہ کو ابو سفیان کے لئے لایا تھا۔ یہہ ابو مریم مسلمان ہو گیا تھا اور اچھا مسلمان تھا پس معاویہ نے اس سے کہا کہ کیا گواہی دیتا ہے پیش کر۔ ابو مریم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک روز ابو سفیان میرے پاس آئے

اور مجھ سے ایک بدکار عورت طلب کی میں نے کہا کہ اس وقت تو سوائے سمیہ کے اور کوئی عورت میرے پاس نہیں ہے تو ابوسفیان نے کہا اسی کو لا اس لئے کہ اس کی کثافت اور جسم کی بدبو مجھے پسند ہے پس میں سمیہ کو لایا اور ابوسفیان نے اس سے خلوت کی۔

تاریخ فخری کی عبارت بالا سے زیاد کے ابوسفیان کی اولاد ہونے کے علاوہ اور چند عجیب وغریب امور کا انکشاف ہوتا ہے۔ ایک یہہ کہ ابوسفیان کا مذاق ان کی طبیعت کی گندگی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک غلیظ وکثیف عورت پر وہ مائل ہوئے اور بوجہ اس کی بدبو اور غلاظت کے اس کو پسند کیا۔ دوسرے یہہ کہ معاویہ ابن ابوسفیان کی طبیعت۔ طینت وخصلت اور دنیا پرستی کا پتہ چلتا ہے کہ یہہ دنیا کے اس قدر مرید اور دلدادہ تھے کہ اس کی حصول کے خاطر اپنے باپ کو بھری محفل میں زانی قرار دلوانے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ گواہوں سے باپ کے اس فعل شنیع کے متعلق گواہی دلوا کر ہی چھوڑا۔

اہل دنیا خصوصاً مسلمان خود غور کرلیں کہ جب ایسے قماش فطرت اور اخلاق کے لوگوں میں اسلامی حکومت واقتدار منتقل ہوگیا تو انہوں نے کیسی حکمرانی کی ہوگی۔ ایسے لوگوں کی امام حسین علیہ السلام رسول اللہ کے نواسہ تو کجا ایک معمولی سچا اور باایمان مسلمان بھی کیونکر

بیعت کر سکتا تھا!! افسوس کہ اس پر بھی بعض مسلمان علماء نے امام حسین علیہ السّلام کو یزید کے مقابل میں باغی ٹھیرایا۔ ہماری دعا ان علماء کے لئے یہہ ہے کہ خدا انہیں روز قیامت یزید کے ساتھ محشور کرے اور آخرت میں ان کا مقام وہی قرار دے جو یزید کا ہوگا۔

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت عائشہ کو معاویہ کا ابن زیاد کو اپنا بھائی قرار دینے کا واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے کہا رکبت الصلعاء یعنی ایک امر شنیع کا مرتکب ہوا

افسوس ہے کہ جناب زینبؑ کے پاک تذکرہ میں ایسے ناپاک واقعات کا ہم کو ذکر کرنا پڑا۔ ہم مجبور تھے۔ خیال آیا کہ ممکن ہے بعض کم ایمان۔ کم عقیدہ حضرات جناب زینبؑ کے ان الفاظ اولاد البغایا (فاحشہ عورتوں کی اولاد) دیکھ کر اعتراض کریں کہ آپ نے خواہ مخواہ غصہ اور نفسانیت کی وجہہ یزیدیوں کے متعلق ایسے سخت اور ناروا الفاظ استعمال کر دیئے پس ہم بتا دینا مناسب سمجھے کہ جناب زینبؑ نے خلاف واقعہ محض غصہ اور نفسانیت کی وجہہ ایسا نہیں کہا بلکہ تاریخی اور حقیقی واقعات کی طرف اشارہ فرمایا۔

اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں جناب زینبؑ کے یہہ کلمات جو ہم نے اوپر درج کئے لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ جب حضرت سیّد الشہداء

علیہ التحیتہ والثناء کا خالی گھوڑا اہل بیت کے خیمہ پر آیا تو سب بی بیاں قتل گاہ کی طرف روانہ ہوئیں اور جناب زینبؑ امام علیہ السّلام کے تن بے سر پہونچکر وہ تقریر فرمائی جو اوپر لکھی گئی۔

مفتاح البکا میں روایت ہے کہ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ جب خیام اہل بیت کو آگ لگا دی گئی اور خیمے جلنے لگے تو میں نے دیکھا کہ ایک بی بی ایک جلتے ہوئے خیمہ کی طرف دوڑیں اور خود کو آگ میں ڈالدیا اور ایک نوجوان کو کھینچتے ہوئے باہر لائیں اس وقت اس بی بی کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ بی بی زینبؑ بنت علی ابن ابیطالبؑ ہیں اور وہ نوجوان علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ جب اس بی بی کی عمر ابن سعد علیہ اللعن پر نظر پڑی تو پکار کر کہا اے پسر سعد خدا تیری نسل قطع کرے کیا تیرے باپ سعد نے یہی وصیت تجھے کی تھی کہ ایسے جرائم کا مرتکب ہو۔ ان واقعات سے جو اس روایت میں بیان کئے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ کی ہمت وشجاعت۔ استقلال وتحمل۔ عظمت وجلال کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

بحر المصائب میں روایت ہے کہ جناب زینبؑ امام حسینؑ کی نعش مطہر پہ پہونچیں تو رسول اللہؐ کو مخاطب کرکے یہہ اشعار کہے:۔

هذا الذی قد کنت تلثم نحرہ ۔۔۔ امسی نحیرا من حدود ظبائها

من بعد هجرك یارسول اللہ قد　　　التی ظر یحا فی ثری رمضائہا

(ترجمہ) یارسول اللہ یہہ وہی حسینؑ ہیں جن کے گلوئے مبارک کو آپ چومتے تھے۔ شام کو وہ ذبح ہو گئے ان اشقیاء کی تلواروں کی دھاروں سے۔ آپکے دنیا سے جانے کے بعد وہ پچھاڑ دیئے گئے گرم ریت پر۔

اور پھر اپنی مادر گرامی کو مخاطب کرکے فرمایا۔

یا اماہ ھذا حسینک غریق بالدماء

وعطشان فی ارض المحنتہ والبلاء

افاطم لو خلت الحسین مجدلاً

وشمر بنعلیہ علی صدرہ یرقا

(ترجمہ) اے اماں یہہ آپ کے حسینؑ ہیں جو پیاسے اور اپنے خون میں ڈوبے ہوئے زمین کرب وبلا میں پڑے ہیں۔ اے فاطمہ کاش آپ دیکھتیں حسینؑ کو کہ وہ پچھاڑ دیئے گئے اور شمر نعلین پہنا ہوا ان کے سینہ پر چڑھتا ہے۔

روایت ہے کہ جب جناب زینبؑ کو معلوم ہوا کہ دوسرے روز یعنی گیارہویں محرم کو اشقیاء سب اہل بیتؑ کو اسیر کرکے کوفہ لیجانے والے ہیں تو رات میں آپ نے جناب ام کلثوم سے فرمایا اختاہ تعالئی ان نروح الیٰ جسد اخینا الحسین ونودعہ (اے بہن آؤ

بھائی حسینؑ کی نعش پر جائیں اور ان سے رخصت ہولیں) پس دونوں روتی ہوئیں روانہ ہوئیں اور امام علیہ السلام کی نعش مطہر پر پہونچ کر گریہ ونوحہ فرمائیں۔

عاشورا کی کیفیت جناب رازق الخیری صاحب نے "سیدہ کی بیٹی" میں خوب بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"ٹھیک اس وقت جب مسجدوں میں نماز عصر ادا ہو رہی تھی کربلا کے ریگستان میں نبیؐ کے پیاروں کے قتل اور بربادی پر شادیانے بج رہے تھے۔ ادھر فتح کے نقارے اور کامیابی کے قہقہے تھے اور ادھر حسینی خیموں میں آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے"

"اب سیدانیوں کے خیمے کو لوٹا گیا۔ زر و جواہر مال و متاع کیا ملتا۔ وہاں اللہ کا نام تھا لیکن جن شقی القلب انسانوں کے ہاتھ رسول کے پیاروں کو قتل کرنے کے لئے بڑھے تھے وہ سیدانیوں کی بے حرمتی سے رک سکتے تھے۔ خاک میں اٹی ہوئی ردائیں اور قمیصیں جھیر جھیر گئیں!! ابن اثیر

لکھتا ہے کہ اگر کوئی عورت کمر ڈھکنے کے لئے کپڑا اوڑھتی تو وہ بھی چھین لیا جاتا ۔

باب (۱۰)

حالات روانگی از کربلا بجانب کوفہ و حالات سفر

ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ عمر بن سعد دو روز کربلا میں ٹھیرا رہا اور بارہ محرم کو کوفہ روانہ ہوا۔ اگر ابن اثیر کی روایت صحیح ہو تو اہل بیتؑ بارہ محرم کو کوفہ سے روانہ ہوئے اس لئے کہ روز عاشورا عصر تنگ کے وقت امام حسینؑ شہید ہوئے اور بقول ابن اثیر شہادت کے بعد دو روز عمر بن سعد کربلا میں رہا تو پھر یقیناً بارہ محرم کو شام کے وقت اہل بیت کو لے کر کوفہ روانہ ہوا۔

اکثر تواریخ اور مقاتل میں اہل بیتؑ کی کوفہ کو روانگی کی تاریخ گیارہ محرم بتائی گئی ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ روز عاشورا ہی عصر کے بعد اپنے مقتولین کو دفن کر کے عمر ابن سعد سر مغرب کوفہ روانہ ہو گیا۔ یہ

خبر صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ بعض معتبر اور مستند روایات سے پایا جاتا ہے کہ جب امام حسینؑ کے سب انصار و اعزہ شہید ہو گئے تو بعد ظہر آپ نے خود جہاد فرمایا اور زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور تقریباً تین ساعت حالت غشی میں ریگ پر رہے۔ اس اثناء میں کئی ملاعین سر اقدس جدا کرنے آئے لیکن جو آتا تھا آپ اس کو دیکھتے تھے اور وہ ملعون مرعوب ہو جاتا اور یہہ کہتا ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ دیکھ رہے ہیں واپس چلا جاتا۔ بالآخر عصر تنگ کا وقت ہوا اور آپ اٹھ کر نماز عصر میں مشغول ہوئے اور جیسے ہی سجدہ میں تشریف لے گئے گردن کی طرف سے آپ کو ذبح کر دیا گیا۔ جب عصر تنگ کے وقت امام علیہ السّلام کی شہادت واقع ہوئی اور اس کے بعد اشقیاء نے اہل بیت کا مال و اسباب لوٹا خیمے جلائے۔ اپنے مقتولین کو دفن کیا تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ان سب امور سے فارغ ہو کر اسی روز سر مغرب کوفہ روانہ ہوتے۔

راز ق الخیری صاحب بھی ۱۲ محرم تاریخ روانگی بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں :۔

"۱۲ محرم ...... اہلبیت کو جن کے کپڑے پھٹے ہوئے جنکے چہرہ گرد آلود تھے رسیوں سے کس کر باندھ دیا گیا اور پھر اونٹوں پر جن کی پشت پر کجاوہ بھی نہ تھا بٹھایا

گیا۔ سیدانیوں کے چہرے کھلے اور ان کے ہاتھ
پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے"

صاحب حضائص زینبیہ لکھتے ہیں کہ دوسرے روز بعد عصر اہل بیتؑ کوفہ روانہ کئے گئے اور عمر سعد نے شہداؑ کے سرہائے مبارک مختلف قبیلوں کے سرداروں کے سپرد کیا اس خیال سے کہ راستہ میں لوگ یہہ دیکھ کر کہ تمام قبائل جنگ میں شریک تھے مزاحمت کی جرائت نہ کریں۔

ہمارا خیال ہے کہ گیارہ محرم تاریخ روانگی صحیح ہے اس لئے کہ امام علیہ السّلام کو شہید کر دینے کے بعد یزیدیوں کو اس لق و دق صحرا میں رہنے کی کیا ضرورت تھی انہیں تو کوفہ پہونچنے اور ابن زیاد سے انعام و اکرام حاصل کرنے کی لو لگی ہو گی۔

صاحب ریاض الشہادت لکھتے ہیں کہ جب اہل بیتؑ کوفہ جاتے ہوئے قتل گاہ میں وارد ہوئے تو ہر ایک بی بی اپنے عزیز و قریب کے جسد سے جا کر لپٹ گئی۔ جناب زینبؑ امام حسینؑ کے جسد مطہر سے لپٹیں اور ایک چیخ مار کر شدید گریہ فرمایا اور پھر مدینہ کی طرف منہ پھیر کر فرمایا یا رسول اللہ ھذا الحسین قبلتہ والصقت صدرہ علے صدرك و تلثم نحرہ فقد صرع فی الصحرا مجروح الاعضا

ونحرہ منحور وصدرہ مکسور وراسہ مقطوع من القفا ونع
علی القنا وجسمہ تحت سنابک خیول اھل البغاء
واولاد الطلقاء یاجداہ نحن اھل بیتک بالذل والھوان فی دار
غربۃ وفی اسرکفرۃ فجرہ۔ (یارسول اللہ یہ آپ کے حسینؑ
ہیں جن کو آپ چوما کرتے تھے اور اپنے سینے سے لگایا کرتے تھے
اور جن کے گلوئے مبارک کے بوسے لیتے تھے یہ پچھاڑ دیئے گئے۔
ان کے اعضاء مجروح ہو گئے۔ ان کا سر گردن سے کاٹا گیا اور نیزہ
پر چڑھا دیا گیا۔ ان کا سینہ چور چور ہے اور ان کا جسم باغیوں اور آزاد
کردہ لوگوں کی اولاد کے گھوڑوں کے سموں سے پامال اور پاش پاش ہے
اے نانا ہم اہل بیتؑ دار غربت میں ذلیل وحقیر کر دئے گئے اور
کافروں اور فاجروں کے قیدی ہو گئے) کتاب منتخب میں ہے کہ جناب
زینبؑ یہ کلمات ارشاد فرما کر گریہ فرما رہی تھیں کہ ایک ملعون قریب
آیا اور آپ کی پشت پر اس زور سے کعب نیزہ سے مارا کہ آپ
زمین پر گر پڑیں اور شقی نے آپ سے کہا بھائی سے رخصت ختم ہوئی اب
اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ جناب زینبؑ اٹھیں اور امام حسینؑ کو مخاطب کر کے
کہا اودّع‌ک اللہ عزوجل یا بن امّی یا شفیق روحی منان فراقی
ھذا لیس عن ضجر ولا عن ملالۃ ولکنّ یا ابن امّی کما تو ی

یا نور بصری فاقر ء جدی و ابی و امی و اخی منی السلام ثم اخبرھم بما جری علینا من ھولاء القوم (اے میرے ماں جائے اے میرے شفیق روح میں آپ کو اللہ عزوجل کے حوالے کرتی ہوں ۔ میں ضجر و ملال کی وجہ آپ سے جدا نہیں ہو رہی ہوں بلکہ آپ نے خود دیکھ لیا کہ کس جبر و سختی کے ساتھ مجھے آپ سے جدا کیا جا رہا ہے ۔ اے میرے ماں جائے اے میرے آنکھوں کے نور نانا ۔ بابا اماں اور بھائی کو میرا سلام کہیئے اور ہم پر جو کچھ اس قوم لیئم کے ہاتھوں گذری خبر دیجئے)

صاحب بیت الاحزان لکھتے ہیں کہ جناب زینبؑ نے قتل گاہ میں جناب ام کلثومؑ کو نہ پایا تو تلاش میں نکلیں اور آپ کو کنارہ فرات پر حضرت ابی الفضل العباسؑ کی نعش پر روتے ہوئے پایا اور وہاں سے ساتھ لا کر سوار کر دیا ۔

بحر المصائب میں روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ قتل گاہ میں لاشہائے شہداء سے وداع ہو رہے تھے تو جناب سکینہؑ اپنے پدر بزرگوار کی لاش مطہر سے لپٹی ہوئیں گریہ و بین فرما رہی تھیں ۔ شمر ملعون قریب آکر ڈرانے دھمکانے لگا اور تشدد کیساتھ آپ کو نعش مطہر سے جدا کرنا چاہا تو جناب زینبؑ اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے شمر خدا تیرے ہاتھ قطع

کرے تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک دل دکھی کمسن لڑکی کو جو اپنے باپ کے لئے رو رہی ہے اور اُن کے حلقوم بریدہ کے بوسے لے رہی ہے تو ڈراتا دھمکاتا اور سختی کرتا ہے۔

مفتاح البکاء میں روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ قتل گاہ میں پہونچے تو جناب زینبؑ چاروں طرف غور سے دیکھنے لگیں ایسا کہ کوئی چیز کی تلاش ہے پس آپ کی نظر ایک جسد بے سر پر پڑی کہ اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور خون بہہ رہا ہے آپ کا دل اس جسد کی طرف بیحد مائل ہوا اور آپ آہستہ آہستہ اس جسد کے پاس آئیں اور فرمایا یاھذا من انت أأنت اخی (اے شخص تو کون ہے۔ کیا تو میرا بھائی ہے؟) لاش سے کچھ جواب نہ ملا تو پھر آپ نے کہا اے جسد بے سر تجھے نانا رسول اللہ کی قسم مجھ سے بات کر تجھے بابا علی مرتضیٰؑ کی قسم اگر تو میرے شفیق بھائی کا جسد ہے تو مجھ سے بات کر پھر بھی کچھ جواب نہ ملا تو آپ نے کہا تجھے میری ماں فاطمۃ الزہراؑ کی قسم اگر تو ہی میرا بھائی ہے تو مجھ سے بات کر پھر بھی جواب نہ ملا تو بیحد بیقرار ہوئیں اور کہا یاھذا اسلامٌ علی جسمك المجروح و بدنك مطروح (اے شخص میرا سلام ہے تیرے جسم مجروح اور بدن مطروح پر) اس دفعہ حلقوم بریدہ سے آواز آئی یا اختاہ ھذا یوم الثانی والفراق وھذا الیوم وعدانی جدای

(اے بہن آج کا دن جدائی اور فرقت کا ہے اور اس دن کا نانا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا) جب جناب زینبؑ نے بھائی کا یہہ کلام سنا تو کہا " اے بھائی اگر تم میرے بھائی ہو تو اٹھ بیٹھو۔ جسد بے سر اٹھ بیٹھا اور جناب زینبؑ نے سینہ سے لگا لیا حلقوم بریدہ پر منہ رکھ کر دھاڑیں مار کر ایسا روئیں جیسا کہ جوان بیٹے کے لئے ماں روتی ہے اور پھر بطور نوحہ چند اشعار پڑھیں۔

بحر المصائب میں ہے کہ جناب ام کلثوم فرماتی ہیں کہ جب میں قتل گاہ میں پہونچی تو مجھے خیال آیا کہ بھائی حسینؑ جہاد کے لئے گئے تو ایک جامہ کہن بطور زیر جامہ پہن لئے تھے تا اشقیاء کم از کم اس کو بدن پر چھوڑ دیں پس یہہ دیکھنے کے لئے کہ آیا وہ جامہ کہن بھی اشقیاء نے چھوڑا یا نہیں میں نعش مطہر کے پاس گئی تو میں نے دیکھا بہن زینبؑ بیٹھی ہوئی ہیں اور گریہ فرما رہی ہیں اور اشقیاء نے وہ زیر جامہ بھی اتار لیا ہے آپ کی نعش خاک و خون میں غلطاں عریاں پڑی ہے۔

محبان اور غلامان حسینؑ ذرا غور و فکر و تصور سے کام لیں تو صرف یہہ ایک مصیبت عمر بھر خون رلانے خاک اڑانے کے لئے کافی ہے جناب زینبؑ۔ جناب ام کلثومؑ اور دوسری مخدرات عصمت و طہارتؑ کا کیا حال ہوا ہوگا جب انھوں نے اپنے آقا و سردار و امام کی یہہ

حالت دیکھی ہوگی کہ جسم اقدس بلا سر ہے ۔ مجروح و مطروح خاک و خون میں آلودہ عریان ریگ گرم پر پڑا ہے اور دفن و کفن کا کوئی سامان نہیں ۔ جب عمر سعد جلدی کرنے لگا اور اہل بیتؑ کو جلد اونٹوں پر سوار ہو جانے اصرار کیا اور سب بی بیاں سوار ہوگئیں تو جناب زینبؑ نے اہل کوفہ و شام کو مخاطب کر کے فرمایا یا اصحاب محمد ھولاء ذریۃ المصطفیٰ یساقون سوق السبایا واویلا و احزنا اے محمدؐ کے امتیو ہم تمہارے پیغمبر محمد مصطفیٰؐ کی ذرّیت ہیں اور تم ہم کو مثل قیدیوں کے ہانکے لیجاتے ہو واویلا و احزنا ۔

بروایتی معتبر جناب امام زین العابدینؑ سے منقول ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ روز عاشورا ہم پر جو کچھ گذرنا تھا گذر گیا دوسرے روز کوفہ لیجانے کے لئے ہم کو اونٹوں پر سوار کر دیا گیا اور ہم قتل گاہ میں پہونچے تو میں نے عجیب دلفگار اور جگر خراش منظر دیکھا کہ شہداء کے لاشہائے مطہرہ خاک و خون میں آلودہ بلا سروں کے ریگ بیابان میں پڑے ہیں ۔ اشقیاء نے انھیں دفن تک نہیں کیا حالانکہ اپنے مقتولین کو دفن کر دیا تھا ۔ یہہ دیکھ کر مجھے اس قدر قلق و اضطراب ہوا کہ قریب تھا جان تن سے نکل جائے ۔ میری اس حالت کا مشاہدہ فرما کر پھپی زینبؑ نے مجھ سے پوچھا مالی اراك تجود نفسك یا بقیۃ

جدی ابی و اخی (اے میرے نانا۔ بابا اور بھائی کی یادگار تجھے کیا
ہوگیا میں دیکھ رہی ہوں کہ تیرا دم نکلنے کو ہے) میں نے عرض کی اے
پھپی جان کیونکر میرا یہہ حال نہ ہو جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بابا۔ چچا
بھائیوں کے لاشہائے بے سر بلا گور و کفن اس میدان میں پڑے ہیں
انکے کپڑے تک اتار لئے گئے اور انکے دفن و کفن کا کوئی سامان نہیں۔
پھپی زینبؑ نے میرے ان کلمات کو سُن کر فرمایا لا یجزّعنك ماتری
فوالله ان ذالك لعهد من رسول الله الی جدك وابیك
وعمك ولقد اخذ الله میثاق اناس مِن هذه الامة
لا تعرفهم فرا عنة هذه الارض وهم معروفون فی
اهل السموات انّهم یجمعون هذه الاعضاء المتفرقة
فیوارونها و هذه الجسوم من المضرجة و ینصبون
لهذا الطف علما لقبر ابیك سید الشهداء علیه السلام
لا یدرس اثره ولا یعفو رسمه علی کرور اللیالی والایام
و لیجتهدن ائمة الکفر و اشیاع الضلالة فی محوه
وتطمیسه فلا یزداد اثره الا ظهورا و امره الا علوا۔
(ترجمہ) بیٹا تم کو یہہ منظر جو دیکھ رہے ہو پریشان نہ کرے۔ خدا کی قسم یہہ
رسول اللہؐ کا وہ معاہدہ ہے جو آپ نے تمہارے دادا۔ تمہارے

باپ اور تمہارے چچا کے ساتھ کیا تھا اور اللہ تعالے نے اس امت کے چند لوگوں سے میثاق لیا ہے جن کو اس امت کے فراعنہ نہیں جانتے حالانکہ وہ لوگ اہل سموات کے درمیان مشہور و معروف ہیں۔ پس وہ لوگ ان پراگندہ اعضا اور ان خون میں بھرے ہوئے اجسام کو جمع کر کے ان کو مٹی میں دفن کریں گے اور اس بیابان میں تمہارے باپ سید الشہداؑ کی قبر کا نشان قائم کریں گے کہ جس کا اثر اور نشان سالہائے سال تک نہیں مٹے گا حالانکہ ائمہ کفر اور گمراہوں کی جماعتیں اس کے مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن جوں جوں وہ مٹانا چاہیں گے وہ نشان قبر اور ظاہر ہوتا جائیگا اور اس کا معاملہ بلند اور مستحکم ہوتا جائے گا۔ اس کے بعد جناب زینبؑ نے حضرت ام ایمن کی ایک حدیث بیان فرمائی کہ جناب ام ایمنؓ نے آپسے فرمایا کہ ایک روز جناب رسول خداؐ جناب فاطمۃ الزہراؑ کے پاس تشریف لائے۔ جناب صدیقہ الکبریٰ آپ کے لئے حریرہ تیار کر کے لائیں اور جناب امیر علیہ السّلام نے کھجور پیش کئے اور خود جناب ام ایمنؓ مسکہ اور دودھ حاضر خدمت کیں۔ آنحضرتؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنینؑ نے یہہ چیزیں نوش فرمائیں اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے ہاتھ منہ دھلائے۔ آنحضرت ہاتھ منہ دھونے کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرے اور جناب امیرؑ۔ جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ کی طرف

مسکراتے ہوئے دیکھا آپ کے چہرہ سے سرور کے آثار نمایاں تھے
پھر آپ آسمان کی طرف تھوڑی دیر دیکھتے رہے اس کے بعد رو بقبلہ
ہو کر کچھ دعا پڑھی اور سجدہ میں گئے اور رونے لگے۔ کچھ دیر بعد
جب آپ سجدے سے اُٹھے تو آپ کی ریش مبارک پر آنسو مثل
قطرہائے آب باران ٹپک رہے تھے۔ آپ کی یہہ حالت
دیکھ کر جناب فاطمہؑ۔ جناب امیرؑ اور جناب حسنینؑ محزون وملول
ہوئے۔ جب دیر تک آپ کا گریہ جاری رہا تو جناب امیرؑ اور
جناب فاطمہؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا آپ کی آنکھوں کو نہ رلائے
آپ کے گریہ و بکا نے ہمارے قلوب کو مجروح کر دیا ہم نے کبھی
آپ کی ایسی حالت نہیں دیکھی بتائیے کہ آخر آپ کے گریہ و بکا کا
کیا سبب ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب اے
علی میں آج تم سب کو دیکھ کر مسرور و شاد ہوا ایسا کہ کبھی ایسا مسرور
نہیں ہوا تھا اور میں خدا کی ان نعمات کا شکر بجا لا رہا تھا کہ جبرئیل
امین نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ خدائے جلیل آپ کی دلی
حالت سے واقف ہوا۔ جو خوشی آپ کو اپنے بھائی۔ صاحبزادی
اور نواسوں کی دیدار اور صحبت سے حاصل ہوئی اس سے آگاہ ہوا
اور اس نعمت کو آپ کے لئے مکمل فرما دیا۔ ان بزرگواروں کو آپ کی

ذرّیت قرار دیا ان کے دوست اور شیعہ آپ کے ساتھ جنت
میں ہوں گے اور کبھی آپ سے جدا نہ ہوں گے اور اسی طرح زندگی
بسر کریں گے جیسا آپ بسر فرمائیں گے ۔ آپ ان سے راضی وخوش
رہیں گے لیکن یا رسول اللہؐ اس کے ساتھ یہہ ہوگا کہ اس دنیا دنی میں
آپ کی ذرّیت اور ان کے شیعوں پر بلیّات اور مصائب نازل ہونگی
آپ کی اُمّت سے ایک گروہ جو آپ کے دین کو برائے نام اختیار کیا
ہوگا ان پر مظالم ڈہائیگا اور انھیں یہہ مظالم برداشت کرنا ہوگا۔
یہہ گروہ اشقیا، بظاہر تو آپ کی امّت سے ہوگا لیکن یہہ خدا اور رسولؐ
سے بیزار ہوگا اور آپ کی ذریت اور انکے شیعوں کو قتل کرے گا
ایذائیں پہونچائیگا اور ان کے قبور و آثار کو مٹاتا رہیگا ۔ یا رسول اللہ
خدا نے آپ کی اولاد ۔ اہل بیت اور ان کے شیعوں کے لئے یہہ مصائب
اور بلائیں اس لئے پسند فرمائے ہیں کہ ان کے درجات بلند ہوں اور
انھیں مقامات عالیات اس کے پاس حاصل ہوں پس آپ خدائے
عزوجل کا شکر بجالائیں اور اس کی قضا وقدر پر راضی ہوں ۔ پس
میں نے اظہار رضامندی کیا اور شکر خدا بجالایا ۔ پھر جبرئیل نے
کہا یا رسول اللہ یہہ آپ کے بھائی علیؑ آپ کے بعد آپ کے دین و
آئین کو قائم اور جاری رکھنے کی کوششوں کی وجہہ دشمنان دین کی مخالفت

کا شکار ہوں گے۔ اس امت کے فراعنہ اور اشقیاء ان پر غالب آجائیں گے اور یہہ وطن سے دور ایک شہر میں ہجرت کریں گے اور ایک بدترین مخلوق جو مثل پے کنندہ ناقہ صالح ہوگا کے ہاتھ سے قتل کئے جائیں گے وہ شہر جہاں یہہ شہید ہوں گے ان کے اور ان کے صاجزادوں کا مفرس ہوگا۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کے اہل بیت اور ان کے شیعوں کے مصائب میں اضافہ ہوتا جائیگا یہاں تک کہ آپ کا یہہ صاجزادہ حسینؑ ابن علیؑ اپنے اعزاء و اقرباء اور چند مخصوص نیک بندوں کے ساتھ نہر فرات کے کنارہ زمین کربلاء پر شہید کیا جائیگا اور اس سرزمین کو وہ حرمت حاصل ہوگی جو کسی اور زمین کو حاصل نہ ہوگی اور اس زمین کی قدر و منزلت برابر ہوگی زمین بہشت کی قدر و منزلت کے۔ جس روز یہہ صاجزادہ شہید ہوگا تو دنیا میں عجیب ہیجان ہوگا۔ زمین ہلنے لگیگی۔ پہاڑ لرزاں ہوں گے۔ سمندروں اور دریاؤں میں تلاطم ہوگا اور غضب الہٰی کے ایسے آثار نمایاں ہوں گے کہ اہلِ آسمان مضطرب و پریشان ہوجائیں گے اور یہہ سب اس لئے ہوگا کہ معلوم ہو جائے کہ خدا جلیل کو آپ کی ذرّیت کی حرمت اور عزت کا کس قدر لحاظ ہے اور انکی ایذا رسانی پر اس کا غضب و قہر کس طرح نازل ہوسکتا ہے۔ پھر ایک زمانہ آئیگا کہ دنیا

کی ہر چیز کو خدا حکم دیگا کہ آپ کی مظلوم اور ضعیف ذرّیت کی نصرت
کرے کیوں کہ وہ اُس کی مخلوق پر آپ کے بعد اس کی (اللہ) حجت
ہوں گے ۔ پس اللہ وحی فرمائیگا آسمانوں زمینوں پہاڑوں سمندروں
اور ان میں جو مخلوق ہوں سب کو کہ میں اللہ قادر ہوں مجھ سے فرار
ممکن نہیں اور نہ مجھے کوئی عاجز کر سکتا ہے اور میں انتقام لینے پر پورا
قادر ہوں ۔ میری عزت وجلال کی قسم میں عذاب شدید دوں گا ان کو
جنہوں نے میرے حبیب میرے رسول سے دشمنی کی اس کو اذیت دی اس کی
ہتک حرمت کی اس کی عترت کو قتل کیا ان کی بے حرمتی کی ۔ یا رسول اللہؐ
جب حسینؑ اور ان کے انصار زخمی ہو جائیں گے تو خدائے عزوجل خود
ان کے ارواح قبض فرمائیگا اور آسمان ہفتم سے ملائکہ یاقوت وزمرد
کے ظروف لائیں گے جن میں آب حیات ہوگا اور چند فرشتے حلہ ہائے
بہشت اور بہشت کی مٹی لئے ہوئے نازل ہوں گے اور اس طیب
پانی سے انھیں غسل دینگے حلہ ہائے بہشت ان کے کفن ہوں گے اور
بہشت کی مٹی حنوط ہوگی پھر خدائے تعالیٰ آپ کی اُمت سے ایک
گروہ مقرر کرے گا جس سے کفار واقف نہ ہو سکیں گے اور جو عملاً
یا قولاً آپ کی ذرّیت کے خون میں حصہ نہ لیا ہوگا اور یہہ گروہ لاشوں کو
دفن کریگا اور حسینؑ اور ان کے انصار کے قبور کے آثار کربلا میں قائم کریگا

جو اہل حق کے لئے علم ہدایت اور مومنین کے لئے باعث فوز و برکت ہونگے
ایک لاکھ ملائکہ آسمان صبح و شام ان قبور کی زیارت کریں گے وہاں
تسبیح و تہلیل اور اُن کے زواروں کے لئے طلب مغفرت کریں گے۔
زواروں کے آباء و اجداد۔ اُن کے قبیلوں اور شہروں کے نام لکھہ
لیا کریں گے۔ زواروں کی پیشانیوں پر نور خدا سے لکھہ دیا جائیگا
کہ "یہہ زائر قبر سید الشہدا ہے" روز قیامت یہہ تحریر اس قدر روشن
ہوگی کہ اس کی روشنی سے دوسروں کی آنکھیں چوندھیائی جائیں گی
اور یہہ زوّار اس روز اس تحریر سے پہچانے جائیں گے۔ یا رسول اللہ
وہ منظر اس وقت میرے سامنے ہے کہ آپ میرے اور میکائیل کے درمیان
ہیں اور آپ کے بھائی علیؑ ہمارے سامنے ہیں اور ہمارے ساتھ بیشمار
ملائکہ ہیں اور ہم میدان محشر سے زواران حسینؑ کو ان کی پیشانی کی تحریر
دیکھ دیکھ کر چن رہے ہیں تاکہ ان کو اس روز کی ہول اور وحشت
سے نجات دلائیں یا رسول اللہ یہہ خدا کے احکام اور عنایت و عطا
ہے اس کے لئے جو زیارت کرے آپ کے بھائی علیؑ ابن ابیطالب
اور حسنینؑ کے قبروں کی اور ہاں یا رسول اللہ کچھ لوگ ایسے بھی پیدا
ہوں گے جو علیؑ اور آپ کی ذریّت کی قبروں کو مٹانے کی کوشش کریں گے
لیکن انہیں کامیابی نہ ہوگی۔ ان پر خدا کی لعنت اور اس کا عذاب

ہوگا۔ یہہ بیان فرمانے کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ یا فاطمہؑ جبرئیل کی اس تقریر نے مجھے اس قدر رلایا۔ اور یہی میرے حزن و ملال گریہ و بکا کا سبب ہوا۔

اس روایت کے لکھنے اور امام زین العابدینؑ کے اضطراب کی حالت اور جناب زینبؑ کا دلاسہ و تسلی دینے کا ذکر کرنے کے بعد صاحب طراز المذہب کہتے ہیں کہ اس سے جناب زینبؑ کے علو مقام و منزلت و رفعت درجہ و مرتبت مکشوف ہوتے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کن اسرار اور اخبار مخزونہ کی مالک تھیں اور آپ کے صبر و تحمل و استقلال کی کیا شان تھی باوجود عورت ہونے کے ایسے ہولناک اور غمناک موقعوں پر جب کہ مردوں کے دل پانی ہو جائیں کلیجے پھٹ جائیں آپ نے کس صبر سے کام لیا اور کن سنجیدہ کلمات سے بھتیجے کو تسلی دی۔ کیا عجب کہ امام زین العابدینؑ نے بعد میں اس واقعہ کو اسی غرض و غائت سے بیان فرمایا ہو کہ دنیا کو اس معظمہ سلام اللہ علیہا کے پارۂ مراتب سے واقف کر دیں۔

ہم کو صاحب طراز المذہب کے ان خیالات سے پورا اتفاق ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ حضرت ام ایمنؓ کی طولانی روایت پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں جو واقعات اور امور بیان کئے

گئے وہ کس قدر صحیح ثابت ہوئے۔ تاریخ دان واقف ہیں کہ بعد رسالتمآبؐ حضرت علی علیہ السّلام پر وہ سب امور گذر گئے جن کی پیشین گوئی اس روایت میں کی گئی۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے متعلق بھی جو کچھ کہا گیا پورا ہو کر رہا۔ امام حسینؑ کے قبر کے آثار مٹانے کی بارہا کوششیں کی گئیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی ذرّیت رسولؐ کی قبور کے مٹانے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ وہابیوں کے ہاتھوں مدینہ میں ان بزرگوار کے قبور کا جو حال ہوا اس سے باخبر لوگ واقف ہیں۔

باب (۱۱)

حالات سفر کوفہ اور واقعات کوفہ

کربلاء معلّی سے نجف اشرف کا فاصلہ پچاس میل بتایا جاتا ہے۔ آج کل یہ مسافت موٹر کے ذریعہ تین چار گھنٹوں میں طے ہوتی ہے کوئی باضابطہ پختہ راستہ نہیں ہے ریت کے چٹیل میدان میں جو مسطح ہے موٹریں چلتی ہیں اس لئے ۱۵ یا ۱۶ میل سے زائد رفتار نہیں ہوتی

اور پھر راستہ میں دو تین مقام پر تھوڑی دیر انجن ٹھنڈا کرنے اور چاء وغیرہ پینے ٹھیرتے ہیں ۔ نجف اشرف سے کوفہ چھ میل ہے ۔ ممکن ہے کہ اہل بیتؑ کو انہیں راستوں میں سے کسی ایک راستے سے لے گئے ہوں جو ان دنوں جاری ہیں یا اور کوئی راستہ اختیار کیا گیا ہو ۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سفر بہت سرعت کے ساتھ طے کیا گیا کیوں کہ اشقیاء چاہتے تھے کہ جلد کوفہ پہنچ جائیں اور ان ملاعین کی جلدی کی وجہہ اہل حرم کو بہت زحمت و تکلیف پہونچی ۔ ذرّیت رسول کو ایذا پہونچانے اور ان کی توہین اور تذلیل کرنے کی غرض سے انہیں شتر ہائے بے کجاوہ پر بٹھایا گیا جو بجائے خود بہت تکلیف دہ تھا اور پھر جلدی کی خاطر اونٹوں کو ایسا بے موقع ہانکا جاتا تھا کہ بچے گر گر پڑتے تھے ۔ تواریخ اور مقاتل میں ہے کہ اہل بیتؑ ۱۱ر محرم کو صبح میں کربلا سے روانہ ہوئے اور اسی روز شام کے وقت کوفہ پہونچے یعنی سفر دس بارہ گھنٹہ میں طے ہوا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونٹوں کو بڑی تیزی سے چلایا گیا کہ تقریباً ستاون (۵۷) میل کا فاصلہ اتنی قلیل مدت میں طے ہوا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستہ میں کہیں تھوڑی دیر بھی ٹھیرایا نہ گیا کہ اہل بیتؑ آرام لیتے ۔ اب اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ اس جلدی اور بھاگڑ

سے ان مخدرات عصمت و طہارت اور بچوں پر جو شتر ہائے بے کجاوہ پر سوار تھے کیا مصائب اور اذیتیں گذری ہوں گی تصور شرط ہے۔

ریاض الاحزان میں روایت ہے کہ جب عمر سعد کوفہ کے قریب پہونچا اور ایک فرسخ فاصلہ رہ گیا تو ٹہیر گیا اور ابن زیاد کو اطلاع دی۔ ابن زیاد علیہ اللعن والعذاب نے سر اقدس حضرت سید الشہداء[۱۲] کو جو اس کے پاس پہلے ہی پہونچ گیا تھا عمر ابن سعد کے پاس بھیجا اور تاکید کی یہہ نیزہ پر بلند کیا جائے اور قیدی اہل بیتؑ کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ جب سر مبارک امامؑ نیزہ پر چڑہایا گیا تو جناب زینبؑ نے بڑی حسرت و یاس سے بھائی کے سر کو دیکھا۔ روئیں اور چند اشعار بطور نوحہ پڑھیں۔ پہلا دردناک شعر یہہ تھا۔

اخی یا هلالاً غاب طلوعه فمن فقده اضحی نهاری کلیلتی

(ترجمہ) اے بھائی تم ایک چاند تھے کہ جن کا طلوع ہونا اب موقوف ہوگیا اور تمہارے نہ ہونے سے میرا دن رات میں بدل گیا۔

(۲) جلد سوم ابواب الجنان میں ہے اور سید بن طاوس علیہ الرحمہ نے بھی یہہ روایت بیان کی ہے کہ جب اہل بیتؑ بیرون شہر کوفہ پہونچے تو انھیں ایک محلہ میں ٹہیرایا گیا۔ اس محلہ میں ایک عورت اپنے

گھر میں مشغول عبادت تھی اس کو واقعہ کربلا کی مطلق خبر نہ تھی ناگاہ
اس نے شور و غوغا عظیم کی آواز سنی اور چادر اوڑھ کر بالائے
بام آئی اور دیکھا کہ کچھ فوج ہے اور اس کے ساتھ نیزوں پر چند سر بلند
ہیں جو مثل آفتاب درخشان و فروزندہ ہیں اور شترہائے بے کجاوہ پر
چند عورتیں بلا مقنع و چادر سوار ہیں جو حیرت و یاس سے ان سروں
کو دیکھ رہی ہیں۔ سب کے سامنے کے اونٹ پر ایک بلند قامت
بی بی ہیں جن کی گود میں ایک تین یا چار سال کی لڑکی ہے جو ترسان
و لرزان اور پیاسی ہے اور بار بار اس بی بی سے پانی مانگ رہی
ہے یہاں تک کہ شدت پیاس سے بیہوش ہوگئی اور وہ بی بی
بچی کی یہہ حالت دیکھ کر مغموم و محزون ہوئیں اور رونے لگیں۔ یہہ
تماشہ بین عورت یہہ کیفیت دیکھ کر سخت بے تاب ہوئی اور پکار کر
پوچھی کہ تم کس قوم اور قبیلہ کے قیدی ہو تو اس بی بی نے فرمایا کہ ہم آل
محمدؐ ذریت رسول ہیں۔ اس عورت نے جب یہہ سنا تو اپنے منہ پر
طمانچے مارنے لگی اور کہا کہ اے بی بی میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ
شاہِ ولایت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کی بڑی صاحبزادی سے
مشابہت رکھتی ہیں برائے خدا نام بتائیے اور فرمائے کہ ان سروں
میں جو سر سردار کا ہے ان کا نام کیا ہے۔ اس وقت جناب زینبؑ

نے اس عورت کو غور سے دیکھا اور فرمایا کہ اے عورت میں ہی زینب بنت علیؑ ہوں اور وہ سر مبارک سرور و سردار شہداء کربلا حسینؑ ابن علیؑ میرے بھائی کا ہے۔ جب اس عورت کو یہہ حال معلوم ہوا تو سر اور منہ پیٹتی بنگلہ سے اتری اور اس کے پاس جتنے مقنع و چادریں تھیں لاکر جناب زینبؑ کی خدمت میں پیش کی جو اشقیاء نے چھین لئے۔

(۳) یہہ بھی روایت ہے کہ جناب ام حبیبہ کنیز جناب امام حسنؑ ان دنوں کوفہ میں رہتی تھیں۔ ان کا ایک شخص مسمیٰ عبد اللہ بن رافع سے عقد ہوگیا تھا۔ امام حسنؑ کی شہادت جب واقع ہوئی تو یہہ خبر شہادت سُن کر روتے روتے نابینا ہوگئیں۔ انھیں امام حسینؑ کی شہادت کی اطلاع نہ تھی۔ جب اہل بیت طاہرین کوفہ میں داخل ہوئے تو شور وغل سُن کر بالائے بام گئیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ چند قیدی لائے گئے ہیں تو پکار کر پوچھا کہ تم کس قوم اور قبیلہ کے قیدی ہو۔ اس وقت اتفاقاً وہ اونٹ جس پر جناب زینبؑ تشریف رکھتی تھیں ان کے بنگلہ کے سامنے ہی تھا اور آپ نے جواب دیا نحن اساریٰ آل محمدؐ یعنی ہم خاندان رسالت کے قیدی ہیں۔ ام حبیبہ نے چند اور سوالات کئے اور جب انہیں معلوم ہوگیا کہ آپ جناب زینبؑ دختر امیر المومنینؑ ہیں تو روتی پیٹتی بنگلے سے اتریں۔ چادریں اور لباس حاضر کیں

لیکن اشقیاء یہہ لباس اور چادریں چھین لئے اور جناب زینبؑ یہہ چیزیں لینے نہ پائیں۔

(۴) فاضل دربندی اعلیٰ اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان بی بیوں کی غیرت اور جلالت قابل دید اور بے نظیر تھی۔ جب یہہ مخدرات بازار کوفہ میں پہونچے تو شہر کے جہلاء و عوام جمع ہوکر انہیں دیکھنے اور ان کا تماشہ کرنے لگے۔ بچوں کو خرما روٹی دینے لگے تو جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا" اے بے حیا و بے شرم لوگو اپنی آنکھیں نیچی کرلو اور ہمارے بچوں کو صدقہ نہ دو کہ آل محمدؐ پر صدقہ حرام ہے" اور صدقات بچّوں کے ہاتھوں سے چھین کر پھینک دیتی تھیں۔ جناب فاضل فرماتے ہیں اِن بی بیوں کے ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالت اسیری و پریشانی خستگی و درماندگی میں بھی انہیں اپنے حفظ مراتب عفت و عزت کا اس قدر خیال تھا کہ اہل کوفہ کو عتاب آمیز خطابات سے مخاطب کیا۔

(۵) جاحظ نے اپنی کتاب البیان میں خزیمہ الاسدی کی روایت لکھی ہے۔ احتجاج میں بھی یہہ روایت ہے لیکن راوی کا نام جذام الاسدی لکھا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں کوفہ میں اسی روز داخل ہوا جس روز قیدیان آل محمدؐ کربلاء سے کوفہ آئے۔ اس روز میں نے دیکھا کہ کوفہ کی

اکثر عورتیں چاک گریبان۔ پا پیادہ گھروں سے نکل آئی تھیں اور گریہ و مذبہ کر رہی تھیں۔ جناب زینبؑ نے جب زنان کوفہ اور ان کے مردوں کا یہ رونا پیٹنا دیکھا تو ان کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔ اور اشارہ کے ساتھ ہی سب خاموش اور دم بخود ہو گئے اور جرس وطبل کی آوازیں تک بند ہو گئیں اور جناب زینبؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ راوی کی اصل عبارت یہ ہے۔

فقد اشارت الی الناس ان انصتوا فارتدت الانفاس و سکنت الاجراس۔

روز عاشورا امام حسینؑ نے بھی ایک دفعہ عمرابن سعد سے کہا تھا کہ لشکر کو خاموش اور ساکت کرے لیکن یہ ملعون کچھ نہ کرسکا تو امام علیہ السّلام نے اپنے دست معجز نما سے اشارہ فرمایا اور اس اشارہ کے ساتھ ہی ایسا سکوت وسکون طاری ہوا کہ مچھروں کے بھنبھنانے کی آواز سنائی دینے لگی۔ بازار کوفہ میں جناب زینب سلام اللہ علیہا کے دست مبارک کا اشارہ بھی وہی اثر پیدا کیا۔ اس سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ آپ بھی اسی روحانی اقتدار و تصرف کے مالک تھیں جو آپ کے شہید بھائی و امامؑ کو حاصل تھا۔ اب ہم جناب زینبؑ کا خطبہ درج ذیل کرتے ہیں۔

خطبہ جناب زینب سلام اللہ علیہا در بازار کوفہ

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ علی ابی محمد و آلہ الطیبین الاخیار

اما بعد یا اھل الختل والغدر والخذل والمکر اتبکون

فلا رقات الدمعۃ ولا ھدات الزفرۃ ۔ فانّما مثلکم کمثل

الّتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا ۔ تتخذّون ایمانکم

دخلا بینکم ۔ الا وھل فیکم الا الصلف والنطف والصدر

الشنف والکذب والملق الاماء وغمز الاعداء اوکمرعیٰ

علیٰ دمنۃ اوکفصۃ علیٰ ملحود الا ساء ما قدمت لکم

انفسکم ۔ ان سخط اللہ علیکم وفی العذاب انتم

خالدون ۔ اتبکون وتنتحبون اخی ۔ اجل واللہ فابکوا

فانکم احریاء بالبکاء ۔ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا

فقد بلیتم بعارھا ومنیتم بشنارھا ولن ترحضوھا

بغسل بعدھا ابدا ۔ وانّیٰ ترحضون قتل سلیل خاتم النبوۃ

ومعدن الرسالۃ وسید شباب اھل الجنۃ وملاذ

حربکم ومعاذ حزبکم ومقر سلمکم واساس کلمتکم

ومفزع نازلتکم و منار حجتکم و مدرۃ سنتکم و المرجع عند مقالتکم ۔ الا ساء ما قدمت لکم انفسکم و ساء ما تذرون لیوم بعثکم و بعداً لکم و سحقاً و تعساً و نکساً لقد خاب السعی و تبت الایدی و خسرت الصفقۃ فبؤتم بغضب من اللہ و ضربت علیکم الذلۃ والمسکنۃ ویلکم یا اھل الکوفہ اتدرون ای کبد لمحمد فریتم و ای عہد نکثتم و ای کریمۃ لہ ابرزتم و ای دم سفکتم و ای حرمۃ ھتکتم لقد جئتم شیئاً اداً تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھداً ۔ لقد جئتم بھا شوھاء خرقاء صلعاء عنقاء فقماء کطلاع الارض و ملاء السماء ۔ افعجبتم ان مطرت السماء دما ولعذاب الاخرۃ اخزی و ھم لا ینصرون ۔ فلا یستخفنکم المھل فانہ عز و جل لا یحفزہ البدار ولا یخاف علیہ فوت الثار و ان ربکم لبالمرصاد ۔

ترجمہ خطبہ جناب زینب سلام اللہ علیہا

تعریف ہے خدا کے لئے اور درود میرے باپ محمد اور

ان کی آل پر جو پاک وطیب اور اخیار ہیں ۔ اما بعد اے اہل کوفہ اے دہوکے بازو ۔ اے اہل غدر ومکر ۔ اے اہل خذل تم اب روتے ہو ؟ خدا تمھارے آنسو خشک نہ کرے اور تمھارے سینے آتش غم واندوہ سے ہمیشہ جلتے رہیں ۔ تمھاری مثال اس عورت کی ہے جس نے بڑی محنت ومشقت سے مضبوط ڈوری بانٹی اور پھر اس کو خود کھول دیا اور اپنی کی ہوئی محنت کو ضائع اور رائگاں کیا ۔ تم ایسی جھوٹی قسمیں کھاتے ہو جس میں صدق وسچائی کا مطلق دخل نہیں ۔ آگاہ ہوجاؤ کہ تمھارے پاس سوائے یاوہ گوئی ۔ جھوٹی شیخی ۔ فسق وفجور ۔ بغض وکینہ ۔ کذب وچاپلوسی کے اور کچھ بھی نہیں ہے ۔ آگاہ ہو کہ تمھاری حالت لونڈیوں اور زرخرید کنیزوں کی ہے جو ذلیل ترین ہوتی ہیں ۔ تمھارے دلوں میں عداوت وکینہ بھرا ہوا ہے ۔ تمھاری کیفیت مثل اس سبزی کے ہے جو غلیظ وکثیف زمین میں اگتی ہے اور سرسبز ہوتی ہے یا اس گچ کی ہے جو قبروں پر لگائی جاتی ہے ۔ آگاہ ہو کہ تم نے بڑے ہی برے اعمال کا اقدام کیا اور اپنے آخرت کے لئے ناپسندیدہ توشہ تیار کر لیا جس کی وجہہ خداوند متعال تم سے سخت ناراض ہوا اور تم پر اس کا عذاب وارد ہوگا ۔ اب تم میرے بھائی کے لئے روتے اور گریہ وزاری کی آوازیں بلند کرتے ہو ؟ ہاں ! قسم خدا کی روؤ

اس لئے کہ تم سزا وار رونے کے ہو۔ ہاں خوب روؤ اور کم ہنسو اس لئے کہ تم امام زمان کے قتل کے ننگ و عار میں مبتلا ہو چکے۔ ان کے خون ناحق کا دھبہ تمہارے دامنوں پر لگ گیا جس کو اب تم دھو نہیں سکتے اور سلیل خاتم النبوۃ۔ معدن الرسالۃ اور سید شباب اہل الجنۃ کے قتل کے الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جو تمہارا پشت و پناہ تھا جو تمہارے گفتار و کلام کا اساسہ تھا جو تمہاری مصیبت میں تمہارا پشت و پناہ۔ تمہاری حجت کا منارہ۔ تمہاری سنت کا عالم اور تمہارے قول کا مرجع تھا۔ آگاہ ہو کہ اس دنیا میں بہت ہی برے کام کے تم مرتکب ہوئے اور کیا ہی برا توشہ روز قیامت کے لئے تم نے تیار کر لیا۔ لعنت ہو تم پر اور ہلاکت و بربادی ہو تمہارے لئے۔ تمہاری کوششیں ناکام رہیں اور تم ہلاک ہو گئے۔ تمہاری تجارت گھاٹے میں رہی۔ تم مغضوب الٰہی ہو گئے اور ذلّت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے محمد مصطفیٰؐ کے جگر کے کس ٹکڑے کو کاٹا اور کونسا عہد و پیمان توڑا؟ کس کا خون تم نے بہایا؟ کس کی ہتک حرمت تم نے کی؟ تحقیق کہ تم ایسے فعل شنیع و قبیح کے مرتکب ہوئے کہ اس کی وجہ قریب ہے کہ آسمان زمین پر گر پڑے زمین شق ہو جائے۔

پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں۔ تم نے اپنے امام کو قتل کر کے عجیب فعل بد۔ حماقت۔ کار بزرگ و سخت۔ سرکشی و ناسپاسی کے ذمہ دار ہوگئے ان سب امور کے واقع ہو جانے کے بعد اگر آسمان سے خون برسے تو کیا تم کو تعجب ہوتا ہے؟ ہاں یاد رکھو کہ آخرت کا عذاب بہت سخت ہوگا اس وقت تمہاری کوئی مدد و نصرت کرنے والا نہ ہوگا۔ خدا نے جو تم کو تھوڑی مہلت دی ہے اس کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو اور اس سے مطمئن نہ ہو جاؤ اس لئے کہ خدا کو جلدی سے کام نہ لینا عاجز نہیں کرتا اور وہ انتقام کا وقت گذر جانے کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ تمہارا خدا تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے۔

ہم نے حتی الامکان لفظی ترجمہ کر دیا ہے لیکن عربی دان حضرات سمجھ لیں گے کہ اصل خطبہ کو ترجمہ سے کیا مناسبت ہے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ بلاغت و فصاحت۔ قوت و اختصار جو جناب معصومہ علیہا السلام کے کلام میں ہے ترجمہ میں ممکن نہیں۔ صاحب طراز المذہب نے خطبہ تحریر فرمایا ہے۔ ترجمہ کیا اور شرح لکھی ہے چنانچہ اصل خطبہ اسی کتاب سے ہم نے نقل کیا ہے۔ ترجمہ اور شرح سے مدد لی ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ خطبہ کے بعض الفاظ اور دقیق نکات کی مختصر شرح کر دیں تا جناب معصومہؑ کے کلام پر مزید روشنی پڑے اور

بخوبی سمجھ میں آجائے۔

والصلواۃ علی ابی محمد۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ درود ہو میرے باپ محمدؐ پر۔ آپ نے جو لفظ ابی یعنی میرے باپ محمدؐ کہا اس کی غرض و غائت و مصلحت یقیناً یہی تھی کہ لوگ جان لیں اور واقف ہو جائیں کہ آپ کون ہیں آپ کا تعلق کس خاندان سے ہے۔ آپ بخوبی واقف تھیں کہ خاندان رسالت سے خلافت نبوی کے دور ہو جانے اور معاویہ ابن ابوسفیان کی مخالفانہ کاروائیوں اور پروپگنڈا کی وجہ سے جو انہوں نے جناب امیر علیہ السلام اور اہل بیت طاہرینؑ کے خلاف کیا تھا عام طور سے مسلمان آل رسولؐ اور اُن کے مراتب و فضائل سے ناواقف ہو گئے تھے اور اکثر تو جانتے بھی نہ تھے کہ سوائے بنی امیہ کے ذرّیت رسولؐ باقی بھی ہے اس لئے جناب زینبؑ نے اس امر کو ظاہر کرنے کیلئے کہ آپ حقیقی ذریت رسولؐ اور اہل بیت نبیؐ ہیں خاص طور پر صلواۃ علی ابی محمد فرمایا۔ (اس مسئلہ پر کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد مسلمان اہل بیت رسولؐ سے کس قدر ناواقف کر دیئے گئے تھے ہم نے اپنی کتاب " اقوال اہلبیت نبی المختار در ترجمہ جلد اول بحار الانوار" میں مفصل بحث کی ہے)۔ اس کے علاوہ جناب زینبؑ کو کوفیوں پر ان کی شقاوت۔ بے ایمانی و کفر کا ظاہر کر دینا مقصود تھا کہ تم ایسے

بے ایمان اور کافر ہو کہ برائے نام تو میرے باپ محمد مصطفیٰؐ کا کلمہ پڑھتے ہو اور پھر انہیں کی اولاد کو قتل کرتے اور انکی ذرّیت کو قید کرتے ہو - ان کی حرمت کا تم کو لحاظ تک نہیں ۔

خذل یہہ باب نصر ینصر سے ہے اس کے معنی ہیں مدد کرنے سے باز آنا یعنی مدد نہ کرنا - قول ہے المومن اخو المومن لایخذلہ یعنی مومن بھائی ہے مومن کا برُے وقت میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

نکث یہہ باب ضرب - یضرب سے ہے معنی ہیں عہد وپیمان کرنے کے بعد توڑ دینا - اہل جمل یعنی وہ لوگ جو امیرالمومنین علی علیہ السّلام کے خلاف جنگ جمل میں لڑے ناکثین کہے جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے آپ سے بعیت کرنے کے بعد نکث کیا اور برسرپیکار ہو گئے ۔

نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا - یہہ الفاظ قرانی ہیں - عرب میں ایک عورت گذری ہے جس کا نام ربطہ بنت سعد ابن تیم تھا اس کا لقب حمقاء بقولے خضرا یا خرقا ء تھا اس کے پاس متعدد کنیزیں تھیں ایک فلکہ بزرگ اور اندازاً ایک رش دوکہ تھا یہہ صبح سے دوپہر تک خود رسی بانٹتی تھی اور کنیزوں سے بھی یہی کام لیتی تھی اور پھر دوپہر سے شام تک ان بٹی ہوئی رسیوں کو کھول دیتی تھی - روزانہ

یہی کیا کرتی تھی اس کو یہہ خبط ہو گیا تھا ۔ خدا نے قرآن میں نکث عہد و پیمان کی اسی سے تشبیہہ دی ہے صلف بفتح بمعنی لاف زدن شیخی مارنا بیہودہ گفتگو کرنا ہے ۔ حدیث میں مومن کی صفت بیان کی گئی ہے کہ المومن لاعنف ولاصلف یعنی مومن میں لاف زنی اور شیخی نہ ہونی چاہیئے ۔

دمن ۔ اس کے معنی سرگین ہیں ۔ حدیث ہے ایّاکم وخضراءُ الدمن (پرہیز کرو تم ایسی کھیتی سے جو بظاہر سرسبز ہو لیکن بری اور کثیف زمین پر نشو و نما پائی ہو) حدیث کا مطلب یہہ ہے کہ ایسی عورت سے پرہیز کرو جو دیکھنے میں حسین و جمیل ہو لیکن برے اور پست خاندان سے ہو اور صاحب عفت و عصمت اور نیک چلن نہو ۔ عربی میں دمنہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں قبائل آکر اترتے ہیں اور منزل کرتے ہیں انکے مویشی اور اونٹ غلاظت کرتے ہیں یہہ غلاظت کھاد کا کام دیتی ہے اور وہاں سبزۂ اگتا ہے اونٹ اس پر چرتے ہیں یہہ سبزہ بظاہر تو خوش نما معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل کثیف و غلیظ ہے اسی لئے حدیث میں ایسی عورت کو جو دیکھنے میں خوبصورت ہو لیکن برے اور پست خاندان سے ہو اور چال چلن خراب رکھتی ہو دمنہ سے تشبیہہ دی گئی اور خضراء الدمن کہا گیا ۔

کقصہ علی ملحود یعنی وہ گچ جو قبروں پر کیجاتی ہے مطلب یہہ ہے کہ بظاہر تم زندہ ہو مسلمان بھی ہو لیکن تمہارے دل مردہ ہوگئے ہیں ان میں اسلام و ایمان کی بو نہیں ہے۔

صلعاء بفتح صاد بروزن صحرا اسکے معنی ہیں کار بزرگ و سخت ۔ امر بد و شنیع یعنی سخت برا و بدنما کام۔ جب معاویہ ابن ابو سفیان نے زیاد ابن ابیہ کو اپنا بھائی قرار دیا اور حضرت عائشہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو کہا رکبت الصلیعاء یعنی (معاویہ) امر شنیع اور کار بد کا مرتکب ہوا۔

خزیمۃ الاسدی راوی ہے کہتا ہے لم اری واللہ خفرۃ قطّ الطق منہا کان تنطق وتفرع من لسان امیرالمومنین علی علیہ السّلام (قسم خدا کی میں نے نہیں دیکھا کوئی باحیا اور غیور عورت کو جناب زینبؑ سے بہتر تقریر کرتے ہوئے آپ جناب امیر علیہ السلام کی زبان سے تقریر فرماتی تھیں)

بعض مقاتل میں بشر ابن حزیم اسدی کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے جناب زینبؑ دختر جناب امیرالمومنین علی علیہ السّلام سے افصح اور انطق کوئی عورت نہیں دیکھی ۔جب آپ تقریر فرماتی تھیں تو آپ کی بلاغت و فصاحت و خطابت ۔ رعب و جلال کی

وہی شان ہوتی تھی جو جناب امیر علیہ السّلام کی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب امیر علیہ السّلام تقریر فرما رہے ہیں۔ کہتا ہے کہ جب جناب زینبؑ نے اہل کوفہ کو مخاطب فرما کر خطبہ ارشاد فرمایا تو وَاللہِ رایتُ النساء حیاریٰ فردوا ایدیھم فی افواھھم (قسم خدا کی دیکھا میں نے کہ سامعین حیران تھے اور اپنے ہاتھ چباتے تھے) اور ایک مرد ضعیف جو میرے قریب کھڑا تھا اس قدر رویا کہ آنسو اسکی داڑھی پر بہنے لگے اور وہ کہہ رہا تھا بابی انتم وامی کھولکم خیر الکھول وشبابکم خیر الشبّان ونساءکم خیر النساء ونسلکم خیر لا یخیب ولا یخزی (میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تمہارے بوڑھے سب بوڑھوں سے بہتر و افضل ہیں۔ تمہارے جوان سب جوانان عالم سے بہتر ہیں۔ تمہاری عورتیں سب عورتوں سے افضل ہیں تمہاری اصل و نسل سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے جو کسی حالت میں بھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتی اور پھر اس نے یہہ شعر پڑھا

کھولھم خیر الکھول ونسلھم

اذا عُدّ نسل لا یبور ولا یخزی

(ان کے بوڑھے سب بوڑھوں سے بہتر و افضل ہیں اور ان کی نسل کا شمار کیا جائے تو وہ ایسی ہے جو نہ ہلاک ہوگی اور نہ

رسوا)

جناب زینبؑ کے اس خطبہ اور دوسرے ارشادات کے متعلق صاحب طراز المذہب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بجنسہ ہم نقل کرتے ہیں - فرماتے ہیں -

" درکلمات این نسوۂ طاہرات کہ از اہل بیت سیّد کائنات ہستند علیہم آلاف التسلیم والتحیات علوم بسیار وحکمتہائے بے شمار و احتجاجات کاملہ براہین وافیہ متضمن است و ازین است کہ علماء بزرگ دین وآئین این احتجاجات ائمہ طاہرین و حجج معصومین صلوٰات اللہ اجمعین مذکور داشتہ اند"

جناب زینبؑ کے خطبہ میں جو تعبیرات وتشبیہات و استعارات ہیں ان کے متعلق صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں :-

" فصحاء وبلغاء روزگار را متحیر ومبہوت میدارد" - اور کہتے ہیں :-

" از تمامت کلمات وکنایات و استعارات احسن و اصدق و ابلغ است بہ آن جماعت بحالتی اندر آمدند کہ اسلام ایشان نہ در دنیا و نہ آخرت برائے ایشان سودمند است و آن خوبی را بریختند کہ در

قصاصش ہیچ خونی چارہ نکند و دیتش را تمام اموال جہاں وافی نیاید۔ چہ خون رسول خداؐ علی مرتضیٰؑ بلکہ ثاراللہ را ریختہ اند و آن لطمہ در دین اسلام فرود آوروند کہ ہیچ چیزش چارہ نکند و بآن غیرت ہتک حرمت کردہ اند کہ تلافی و تدارک ندارد و آن چشمہا گریان داشتہ اند کہ ہرگز خشکیدن بناشد و آن دلہا را بآتش اندوہ بسوختہ اند کہ بہ ہیچ آبی سرد نگردد و آن گناہ و خیانت عظیم را مرتکب شدہ اندکہ بہ ہیچ استغفار رستگار نگردند و آن گونہ از حد و قدر خویش بیرون تاختہ اندکہ دیگر مقام خویش در نیابند و آن گونہ از دین ارتداد یافتہ اندکہ بہ ہیچ حدے آسایش بجویند و آن عیب و شنار را بر خود نہادہ اندکہ تا پایان روزگار نتوانند از چہرہ بزدوند و آن تکبر و تمرد و بغض و کین بورزیدہ اندکہ بہ ہیچ میزان سنجیدن نگیرد ......

وحق نفاق را ادا کردہ بملق و غمز اعداء کہ ہمہ برخلاف آداب وشیم مسلمانان است ہمراز آمدہ اند و

این اسلام ظاہری ایشان با آن باطن خبیث ایشان در حکم ہمان مرعی وگیاہ خوش رو بیست کہ در سرگین گاہ اشتران وگوسپندان بر دید وگھی است کہ قبور اموات و احجار منصوبہ بر لغوش واجساد ملحودہ را بیاراٴئند .... آنانکہ بفہم ذکا آراستہ باشند و بآثار باطنہ شناختہ گردند میدانند کہ علوم این نسوان نہ چو علوم مامی باشد کہ ہمہ بہ نیردی تعلّم و تفکّر و اکتساب است بلکہ دارائے علوم موہوبہ ہستند کہ نزدیک علوم لدّنی و آثار باطینہ است"

جناب زینبؑ کے خطبہ کے متعلق علامہ مولوی علی نقی صاحب کتاب "شہید انسانیت میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" شتر لاغر پر سر برہنہ سوار اور عام نظروں سے دو چار زینبؑ نے اس سے پہلے شاید بلکہ یقیناً کسی عام مجمع میں کوئی تقریر نہ کی تھی اور نہ شاید کسی مقید اور مقہور انسان نے اس سے زیادہ مخالف ماحول میں کبھی تقریر کی ہے مگر جب آپ نے تقریر شروع

کی تو کوفہ کا وہ حصہ جو جناب معظمہ کی حد نظر میں تھا آپ کے ایک اشارہ کے ساتھ خاموش ہو گیا۔ اس کامل خاموشی میں تقریر ہوئی جس کا ہر لفظ اپنے حد سماعت پر چوٹ مار رہا تھا اور سننے والے مجبوراً منفعل اور مبہوت سن رہے تھے اور وہ سُن رہے تھے جس کی انہیں اُمید نہ تھی اور جس کا انہیں خیال نہ تھا۔ اپنی اندوہ ناک حالت نہیں دیکھائی جاتی اور اس پر رحم و کرم کی التجا نہیں کیجاتی بلکہ بولنے والی زبان خود ان نفوس کی اصلیت اور ان کے گناہ کی حقیقت کو ان کے سامنے چیر کر رکھ دیتی ہے۔ وہ آنکھیں جو ان قیدیوں کا تماشا دیکھنے کے لئے بلند ہوئی تھیں زمین میں گڑ گئیں اور ہر نفس اپنے کو مجرم محسوس کرنے لگا۔ علیؑ کی بیٹی کا نفس مجمع پر چھا گیا تھا اور ان کی قوت ارادی اس پر حکومت کر رہی تھی۔"

علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء لکھتے ہیں:۔

"جناب زینبؑ نے دربار زیاد میں جس منزل کو طے کیا وہ اس مرحلہ سے زیادہ دشوار تھا جس کو انصار حسینؑ

نے کربلا کے میدان میں قطع کیا ....

ان طاقت رُبا اور ہمت شکن حالات میں ابن زیاد
کے سامنے زینبؑ کی زبان میں لکنت یا ان کے
دل میں کسی قسم کا اضطراب یا ان پر کسی خوف و دہشت
کا اثر تھا؟ کیا یہہ واقعہ نہیں کہ انہیں نے اِس
موقع پر حقائق پر تقریریں کیں جن کو اگر ایک فارغ البال
اور مطمئن شخص کئی رات دن کی فکر میں تیار کرتا تب بھی
وہ اپنی نوعیت میں یادگار کی حیثیت نہ رکھتیں - پھر
جناب زینبؑ نے تو ہزاروں اشخاص کے مجمع میں
ایسے موقع پر ان خطبوں کو ارشاد فرمایا تھا جب وہ
مصائب اور شدائد کے بتیس دانتوں میں زبان کی
طرح گھری ہوئی تھیں"

اس مسئلہ میں کہ اہل بیتؑ بے پردہ تھے اور شتر ہائے بے کجاوہ
و محمل پر بٹھائے گئے تھے یا یہہ کہ محملوں میں پس پردہ تھیں مورخین میں اختلاف
ہے - بحارالانوار اور سید بن طاؤس علیہ الرحمہ کی کے بعض تصانیف میں لکھا
ہے کہ جب اہل بیتؑ کوفہ میں داخل ہوئے تو جناب زینبؑ اور ام کلثوم علیہا
ہودج میں تشریف رکھتی تھیں اور پس پردہ سے خطبے ارشاد فرمائے

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخدرات عصمت و طہارت بے پردہ منکشفات الوجوہ (کھلے منہ) نہ تھے اور محملوں میں سوار تھے۔ دوسرے اکثر مقاتل اور تاریخوں میں اس کے برعکس لکھا ہے یعنی یہہ کہ بی بیاں بلا مقنع و چادر شتر ہائے بے کجاوہ پر بٹھائی گئی تھیں۔ صاحب طراز المذہب لکھتے ہیں کہ ممکن ہے جو حالت بحار الانوار۔ ناسخ التواریخ اور سید بن طاؤس کی کتاب میں بتائی گئی ہے کہ اہل بیت اطہار محملوں میں پس پردہ تھے دوسری دفعہ اہل بیت کے کوفہ میں داخلہ کے متعلق ہو یعنی شام سے مدینہ جاتے ہوئے اور کسی غلط فہمی کی بنا پر صاحب بحار۔ صاحب ناسخ التواریخ اور سید بن طاؤس نے دوسری دفعہ کی حالت کو پہلی دفعہ سے چسپاں کر دیا۔

فاضل دربندی اعلی اللہ مقامہٗ کتاب اسرار الشہادۃ میں ایک بیان کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر اخبار سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ کھلے سر اور کھلے منہ نہ تھے بلکہ بچے اور کنیزیں ایسی حالت میں تھیں اور فرماتے ہیں کہ ان مخدرات طہارت نے مواقع شرع کا عالم سوگواری میں بھی اسی طرح سے لحاظ رکھا اور پابندی کی جس طرح معمولی حالات میں کیا کرتی تھیں چنانچہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام باوجود علالت اور نقاہت کے جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ

اور سب بی بیوں ۔ بچوں اور کنیزوں کو خود سوار کرایا کرتے اور اونٹوں سے اتارا کرتے تھے کسی نامحرم کو پاس پھٹکنے نہ دیتے تھے ۔

تاریخ طبری میں ہے کہ اہل بیت جب ابن زیاد کے دربار میں لائے گئے تو بے پردہ تھے ۔ بعض دوسرے اہل خبر لکھتے ہیں کے بے پردہ نہیں تھے بلکہ حسب احکام شرع اپنے کو چھپائے ہوئے تھے البتہ ان کا لباس درست نہ تھا ۔ سفر کی گرد و غبار اور لوٹ کھسوٹ کی وجہ کپڑے پھٹے ہوئے اور میلے کچیلے تھے ۔

رازق الخیری صاحب کا یہہ خیال ہے کہ اہل بیت اطہار شترہائے بے کجاوہ پر تھے اور بے مقنع و چادر تھے چنانچہ لکھتے ہیں ۔

"مغرب کی سمت ناموس محمدؐ کی بے حرمتی کی تاب
نہ لاکر آفتاب روپوش ہو رہا تھا کہ مشرق کی طرف
سے لشکر عمرو سعد کی تلواروں کی چمک دمک شہر
کوفہ پر پڑنی شروع ہوئی ۔ یہ وہی کوفہ تھا جس کی
زمین نے کئی سال تک زینب بنتِ علیؑ کے
قدم سر پر رکھے اور پاؤں سے آنکھیں ملی تھیں ۔
یہ وہی کوفہ تھا جس کی خواتین سیدۃ النساء کی بیٹی
کے مواعظ اور ارشادات پر پروانہ وار گرتی

اور بیان سن کر گھنٹوں روتی تھیں۔ اسی سرزمین کوفہ پر آسمان کی گردشِ چشم کیا دکھا رہی ہے! وہی زینبؑ اس حالت میں داخل ہوتی ہیں کہ اونٹ کی ننگی پشت پر بیٹھی ہیں۔ کھلے چہرے پر بال پڑے ہیں اور کپڑے جھیر جھیر اور تار تار ہیں"

مولانا سبط حسن صاحب ہنسوی لکھتے ہیں:۔

"وہ شہر کوفہ جو قبۂ اسلام سمجھا جاتا تھا جس کی آبادی و رونق میں خلیفہ دوم عمر بن الخطاب نے کافی اہتمام کیا تھا۔ مخصوص قبائل عرب کو آباد کر کے اس کی آبادی کو مخصوص نوعیت کے ساتھ بڑھایا گیا تھا۔ جہاں حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ بحیثیت شاہزادی کے کبھی قیام فرما چکی تھیں۔ آج اسی تاریخی شہر میں عجیب چہل پہل ہے۔ مسرت کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم ہے کیوں؟ اس لئے کہ حکومت نے یہہ اعلان کیا ہے کہ مسلمانوں کے امیر پہ ایک خارجی نے خروج کیا تھا اس کے مقابلہ میں اسلامی حکومت کو کامیابی

ہوئی۔ آج اُسی کے اہل وعیال گرفتار کرکے کوفہ
لائے جارہے ہیں قبل اس کے کہ مظلوموں کا
قافلہ کوفہ میں داخل ہو حاکم کا یہہ حکم ہے کہ اس موقع
پر کوئی شخص سلاح جنگ کے ساتھ نہ نکلے۔ کوئی شخص
ہتیار لگائے ہوئے کوفہ میں دکھلائی نہ دے۔
دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے بعد جگہہ جگہہ پر کسی دہشت
کے سبب سے پیادوں کی ایک بڑی تعداد (جن کی
تعداد دس ہزار بتلائی گئی ہے) مقرر کردی گئی ہے
(روضۃ الاحباب) بازار کوفہ میں ایک اژدہام ہے
بعضوں کو اصل واقعہ کی خبر ہے اور بعض بے خبر
سرکاری رپورٹ پر اعتبار کرتے ہوئے یہی سمجھ
رہے ہیں کہ مخالفین اسلام کی جماعت پسپا ہوئی
اوران کے اہل وعیال گرفتار ہوئے سہیل شہرزوری
حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر عین اسی وقت کوفہ
پہونچے۔ دیکھا کہ بازار سجا ہوا ہے لوگوں کے چہروں
پر مسرت کے آثار ہیں اس مجمع میں کچھ ایسے بھی نظر
آتے ہیں جن کے چہرے اُترے ہوئے ہیں۔ انہوں

نے ایک بڈھے سے حال دریافت کیا وہ ان کو
ایک گوشہ میں لے گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری
کرتے ہوئے خاندان رسالت کی تباہی کی خبر اس
مرثیہ کو پڑھ کر دی ....
"کیا تم نے دیکھا کہ قتل حسینؑ سے سورج کو گہن لگ
گیا اور تمام بلاد تباہی میں پڑ گئے ۔ ہائے خاندان رسالت
تو لوگوں کے لئے فریاد رس تھا لیکن آج وہ خود مبتلائے
مصیبت ہو گیا اور سچ تو یہہ ہے کہ یہ مصیبتیں بڑی
عظیم و سخت ہیں ۔ بہ تحقیق کہ شہید کربلا کی شہادت
نے مسلمانوں کی گردنوں میں رسوائی و ذلت کے
طوق کو ڈال دیا اور دراصل وہ ذلیل بھی ہو گئے"۔
ابھی یہہ مرثیہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ فتح کے باجوں کی
آوازیں آنے لگیں اور اہل بیت رسول کا تباہ
قافلہ بازار میں داخل ہو گیا۔ آگے آگے نیزوں پر
شہداء کے سر تھے اور پیچھے اسرائے آل محمدؐ تھے"
(ماخوذ از "شہید انسانیت")
کتاب اسرار الشہادۃ میں عامر شیعی کی روایت ہے کہ اہل

بیتؑ جب ابن زیاد کی مجلس میں داخل ہوئے تو سب کے چہرے کُھلے تھے اور سب بے مقنع وچادر تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ قیل دخلت زینب بنت علیؑ علی ابن زیاد وھی تستر وجھھا بکمّھا لان قناعھا قد اخذ منھا (جب جناب زینبؑ ابن زیاد کے سامنے گئیں تو اپنے چہرہ کو آستین سے چھپائی تھیں کیوں کہ مقنع چھین لیا گیا تھا)

القصہ اس مسئلہ میں کہ اہل بیتؑ کوفہ وشام میں بے مقنع وچادر۔ بے پردہ تھے اور شترہائے بے کجاوہ پر بٹھائے گئے تھے یا پردہ کا انتظام تھا اور محملیں مہیا کی گئی تھیں روایات مختلف ہیں جو ہم نے بیان کر دیئے۔ ہماری رائے یہہ ہے کہ یقیناً اہل بیت مقنع وچادر نہ رکھتے تھے اور شتران بے کجاوہ پر بٹھائے گئے تھے یہہ امر سمجھنے اور غور کرنے کے قابل ہے کہ جو اشقیاء رسولؐ اور آل رسولؐ کی عداوت میں اس قدر شدید ہوں کہ انہوں نے رسولؐ کے نواسے۔ ان کے جوانوں اور بچوں کو بیرحمی اور بیدردی کے ساتھ پیاسا شہید کر دیا اور بعدِ شہادت درعوض غسل کفن و دفن ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر انہیں پاش پاش کر دیا۔ شہدا کے لباس تک اُتار لئے اور لاشوں کو ریگ گرم پر عریان چھوڑ دیا۔ اہل بیتؑ کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ خیام جلا دیئے کہ یہہ غریب

صحرا میں منتشر ہو گئے تو ایسے بے ایمان ۔ سنگ دل اشقیا نے اگر بی بیوں کی چادریں چھین لی ہوں اور انہیں شتر ہائے بے کجاوہ پر سوار کیا ہو تو کونسا تعجب کا مقام ہے ۔ عقل سلیم تو یہہ رہنمائی کرتی ہے کہ ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا بلکہ ایسا نہ ہونا بعید از قیاس ہے ۔

جیسا کہ فاضل دربندی فرماتے ہیں کہ ان مخدرات یعنی اہلِ بیتؑ نے ہر وقت احکام شرع کا لحاظ رکھا یہہ درست ہے ۔ مقنع و چادر کے غیاب میں یہہ بی بیاں یقیناً اپنے بالوں سے اپنے چہروں کو چھپایا ہوگا ۔

بحر المصائب میں روایت ہے کہ جناب زینبؑ خطبہ ختم کرنے کے بعد بھی اہل کوفہ کو قدح و ملامت کی اور ایک موقع پر فرمایا ۔

"اے قوم مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ جل شانہ تم پر بلائیں نازل فرمائیگا ۔ اس کا عذاب تم پر وارد ہوگا اور وہ تم کو بری طرح ہلاک کرے گا پس تم غضب رحمٰن اور دوزخ کی آگ کی تیزی اور شدت سے ڈرتے رہو ۔ تم کو اللہ عز و جل کے سامنے جانا ہے آگاہ ہو کہ بہت سے امم ماضیہ ہلاک ہو گئے جن میں سے ایک اہل ارم بھی تھے"

جناب زینب علیہا السّلام نے اہل ارم کا بطور خاص اِس لئے

نام لیا کہ یہہ قوم اپنے بداعمالیوں کے بعد بھی اپنے مقاصد اور مطلوب کو حاصل نہ کر سکی اور ہلاک ہو گئی ۔ یہی حال کوفیوں اور قاتلان حسینؑ کا ہوا ۔ جناب زینبؑ نے گویا پیشین گوئی فرمادی کہ تم نے اعزاز واکرام و انعام کی تمنا و توقع میں حسینؑ کو شہید کیا اور ہم پر مظالم کر رہے ہو لیکن تم ان چیزوں کو حاصل نہ کرسکوگے بلکہ تمہارا وہی حشر ہوگا جو اہل ارم کا ہوا کہ تم عنقریب بُری طرح ہلاک کر دئے جاؤگے ۔ تاریخ دان جانتے ہیں کہ حضرت مختار رضی اللہ عنہٗ کے دور میں سوائے معدودے چند کے یہہ سب اشقیاء گرفتار کئے گئے اور قتل کئے گئے حتیٰ کہ عمر ابن سعد عبید اللہ ابن زیاد ۔ شمر ذی الجوش علیہم اللعن والعذاب بھی حضرت مختارؓ اور حضرت ابراہیمؓ بن مالک اشترؓ کی تلوار سے نہ بچ سکے ۔

(۶) ابو اسحٰق اسفرائینی لکھتے ہیں کہ سر مقدس امام حسینؑ سے ایک عمود نور ساطع تھا جو زمین سے آسمان تک ملا ہوا نظر آتا تھا اور حاملان سر شب تاریک میں اس نور کی روشنی سے راستہ دیکھ سکتے تھے ۔ جب اہل کوفہ کو اہل بیتؑ کے کوفہ پہونچنے کی اطلاع ہوئی تو یہہ لوگ لباس فاخرہ پہن کر گھروں سے نکلے اور کوچہ و بازار میں حسینؑ کے لٹے ہوئے قافلہ کے شہر میں داخلے کے منتظر رہے ۔ تھوڑی دیر بعد اونٹ نمودار ہوئے اور حریم حسینؑ پہونچ گئے ۔ جناب امام زین العابدینؑ تماشائیوں کا ہجوم ملاحظہ فرما کر چند دردناک

اشعار پڑھے جن کو سُن کر بعض لوگ رونے لگے۔ تماشائیوں نے بچوں کو خرما روٹی دینا شروع کیا تو جناب ام کلثومؑ نے انہیں ڈانٹا اور کہا یا اھل الکوفہ حجر فی راس من یتصدّق علینا (پتھر پڑے اس پر جو ہم کو صدقہ دیتا ہے) اور پھر فرمایا غضّوا ابصارکم عنّا (ہماری طرف سے آنکھیں نیچی کرو) اور جب اہل کوفہ کی عورتیں زار و قطار رونے لگیں تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ کی عورتو تمہارے مردوں ہی نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اب تمہاری آنکھیں ہمارے لئے رو رہی ہیں؟ خدائے عزوجل روز قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیگا۔ خدا کی قسم اس دنیا میں اللہ کی نصرت ہم کو اس لئے حاصل نہیں ہوئی کہ نعیم آخرت سے ہم مستفیض ہوں اور آخرت میں مقامات عالیہ و رفیعہ ہم کو حاصل ہوں اور تم عنقریب جہنم میں ڈالے جاؤگے۔ افسوس ہے تم پر کیا تم جانتے اور سمجھتے ہو کہ کس کا خون تم نے بہایا اور کس کے گوشت کے تم نے ٹکڑے ٹکڑے کئے؟"

(۷) کتب مقاتل میں ہے کہ جب قیدیان اہلِ بیتؑ کوفہ کے قریب پہونچے تو ابن زیاد علیہ اللعن نے سرہائے شہدأ ﷲ عمر ابن سعد ملعون کے پاس روانہ کئے اور حکم دیا کہ ان کو نیزوں پر بلند کیا جائے اور قیدیوں کے ساتھ کوفہ کے کوچہ و بازار میں گشت کرایا جائے ۔ لکھا ہے کہ جب سر نیزوں پر بلند کئے گئے اور جناب زینبؑ کی نظر حضرت سیّد الشہدأؑ کے سرِ اقدس پر پڑی تو فرطِ غم و الم سے آپ نے اپنا سر چوب محمل پر اس زور سے دے مارا کہ خون جاری ہوا ۔ صاحب طراز المذہب یہہ روایت تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہہ واقعہ بعید از قیاس ہے اور صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ جناب زینبؑ حامل وصایائے امامت اور دارائے ریاست اور حجۃ خدا تھیں ۔ امام زین العابدینؑ کو ہمیشہ دلاسہ و تسلّی دیتی تھیں ۔ بیواؤں اور یتیموں کی نگرانی اور دلداری فرمایا کرتی تھیں پس آپ سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ ایسی حرکت کرتیں جس سے عدم استقلال اور قلت صبر ظاہر ہو ۔ ہم کو صاحب طراز المذہب کی رائے سے اتفاق ہے ہم بھی سمجھتے ہیں کہ جناب زینبؑ شدید ترین مصائب اور سخت ترین بلاؤں میں ضبط و صبر کا لاجواب مظاہرہ فرمایا تو کیوں کر ممکن تھا کہ بازار کوفہ میں جہاں لوگوں کا ہجوم تھا اس طرح عمل فرماتیں جس سے بیقراری اور بے صبری آشکار ہو ممکن ہے کہ آپ کی کنیزوں

میں سے کسی سے یہہ حرکت صادر ہوئی ہو اور راوی نے بوجہ لاعلمی اور بے احتیاطی اس واقعہ کو جناب معصومہؑ سے منسوب کر دیا۔ پھر اگر یہہ روایات کہ اہل بیتؑ کے اونٹوں پر محملیں نہ تھیں اور سب شتر ہائے بے کجاوہ پر بٹھائی گئی تھیں صحیح ہوں تو جناب زینبؑ یا کسی کنیز کے لئے چوب محمل پر سر مارنے کا امکان ہی باقی نہیں رہتا اور نتیجہ یہہ نکلتا ہے کہ روایت ہی صحیح نہیں۔

تواریخ میں لکھا ہے کہ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ اہل بیت اطہار کوفہ پہونچ گئے ہیں تو اس ملعون نے ایک مجلس آراستہ کی جس میں خاص و عام کو شرکت کی اجازت دی اور حکم دیا کہ جب سب لوگ جمع ہو جائیں تو سرہائے شہداء لائے جائیں اور سر اقدس حضرت سید الشہداؑ علیہ السلام طشت طلا میں اس ملعون کی کرسی کے پاس رکھا جائے اور اس کے بعد اہل بیتؑ کو مجلس میں داخل کیا جائے۔

لکھا ہے کہ اس مردود کی مجلس میں اہل بیتؑ طوعاً و کرہاً آئے اور جناب زینبؑ ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور کنیزوں نے آپکے اطراف حلقہ باندھ لیا تاکہ حاضرین مجلس کی نظروں سے آپ کو مخفی کر دیں۔ ابن زیاد علیہ اللعن خادمات سے مخاطب ہوا اور پوچھا کہ یہہ کون ہے جن کو تم نے حلقہ میں لے لیا ہے۔ کنیزوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس

شقی نے پھر پوچھا اور کچھ جواب نہ پایا تو اس کے ملازمین میں سے
کسی نے کہدیا کہ یہہ زینبؑ بنت علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ یہہ سنکر
ابن زیاد آپ سے مخاطب ہوا اور کہا" شکر خدا کا کہ اس نے تم کو قتل
اور رسوا کیا اور تمہارے غلط دعوے اور جھوٹ کو آشکار اور ظاہر کردیا
جناب زینبؑ نے اس ملعون کو جواب دیا۔
الحمد للّٰہ الذی اکرمنا بنبیہ محمدؐ وطھرنا من الرجس
تطھیرا۔ انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر و ھو
غیرنا (شکر خدا کا کہ جس نے ہم کو بزرگی و کرامت عطا کی اپنے
نبی محمد مصطفےؐ کی وجہہ سے اور پاک کیا ہم کو ہر نجاست و ناپاکی سے
حق پاک کرنے کا۔ تحقیق کے عنقریب فاسق رسوا و ذلیل ہوگا اور
فاجر جھوٹا ہے اور ہم ان لوگوں میں نہیں وہ ہمارے سوائے دوسرے
ہیں) ابن زیاد نے پھر کہا کیف رائت صنع اللّٰہ من اخیک
الحسینؑ (تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے بھائی حسینؑ سے کیا
سلوک کیا؟) جناب زینبؑ نے فرمایا ما رائت الا جمیلا ھولاؑ
قوم کتب اللّٰہ علیھم القتل فبرزوا الی مضاجعھم
وسیجمع اللّٰہ بینک و بینھم و تتحاجون و تتخاصمون
عندہ وان لک یا ابن زیاد موقفا فاستعد لہ جوابا و

وانی لک بہ فانظر لمن الفلج یومئذ ثکلتک امک یا ابن مرجانہ۔ (میں نے سوائے نیکی اور خیر کے اور کوئی چیز خدا کی جانب سے نہیں دیکھی۔ اب رہا میری قوم تو خدا نے شہادت ان کے لئے مقسوم فرمائی تھی اس لئے وہ لڑے۔ شہید ہو گئے اور اپنی خوابگاہوں کو پہونچ گئے لیکن اے زیاد کے بیٹے اللہ تجھ کو اور ان کو ایک جگہہ جمع کرے گا جہاں تم سب حجت پیش کرو گے اور مخاصمہ کرو گے۔ اے پسر زیاد تیری ماں تیرے غم میں روئے تجھے ایک دن خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا پس اس دن کے لئے تیار رہ اور خوب سمجھ لے کہ اس روز کامیابی کس کو ہوگی) جناب زینبؑ کا یہہ جواب سُن کر ابن زیاد اس قدر برہم ہوا کہ اس نامرد۔ بے حیا نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ ایک شخص عمرو بن حریث جو اس کے قریب بیٹھا تھا کہا کہ اے ابن زیاد یہہ عورت ہے اور عورت کے کلام کا مواخذہ نہیں کیا جاتا اور اس طرح انتقام نہیں لیا جاتا۔ بروایتی ابن حریث نے کہا" اب تجھ میں اتنی غیرت اور حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگا اور انہیں قتل کرنے لگا"۔ بہرحال ابن حریث کی گفتگو کا اس شقی پر اثر ہوا اور یہہ جناب زینبؑ کے قتل سے باز آیا لیکن پھر جناب معصومہؑ سے مخاطب ہوا اور اپنی زبان نجس کے نشتر سے آپ کے

قلب حزیں کو مجروح کرنا شروع کیا اور کہا "حسینؑ طاغی اور ان کے سرکش وخطاوار ساتھیوں کے قتل سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کیا" جناب زینبؑ اس ملعون کی یہہ سخت کلامی اور گستاخی سنیں تو رونے لگیں اور فرمایا لعمري لقد قتلت كهلي و ابرزت اهلي و قطعت فرعي واجتثثت فان كان هذا شفائك فقد اشتفيت (میری جان کی قسم بیشک تو نے ہمارے بوڑھوں کو قتل کیا ہمارے اہل بیت کی پردہ دری کی اور ہماری شاخ وبرگ کو قطع کیا اور جڑ کو اکھاڑ ڈالا اگر یہہ سب امور تیرے لئے باعث شفا ہوئے تو بیشک تو نے شفا پائی) آپ کا یہہ جواب سن کر ملعون ابن زیاد نے کہا کہ یہہ عورت شجیعہ (بہادر) ہے اور خدا کی قسم ان کے باپ علیؑ ابن ابیطالب بھی بہادر اور شاعر تھے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا عورتوں کے لئے شجاعت نہیں۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ابن زیاد شجاعہ نہیں بلکہ یہہ کہا کہ "یہ عورت سجیعہ ہے" یعنی سجع اور قافیہ میں بات کرتی ہیں۔ جناب زینبؑ نے جواب دیا کہ "میں نے جو کچھ کہا اس میں نہ شاعری ہے اور نہ خطابت بلکہ یہہ سچی باتیں ہیں۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ فضول باتیں کر رہا ہے"

ابن نما سے روایت ہے کہ جب ابن زیاد نے جناب زینبؑ سے کہا کہ حسینؑ کے قتل سے میرے دل کو شفا ہوئی تو آپ نے اس کے

جواب میں فرمایا انی اعجب ممن یشتفی بقتل ائمته ویعلم انهم منتقمون منه فی دار الاخرة (مجھے حیرت ہے اس شخص سے جو اپنے پیشواؤں - اماموں کو قتل کرتا اور کہتا ہے کہ اس سے اس کو شفا حاصل ہوئی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے مواخذہ کیا جائیگا اور بدلہ لیا جائے گا۔)

بعض روایات میں ہے کہ جناب زینبؑ نے فرمایا یا ابن زیاد ان کان قرت عینك بقتل الحسین فقد کان عین رسول اللہ تقر برویته وکان یقبله ویمص شفتیه ویحمله هو واخاه علی ظهره فاستعد غدا للجواب۔ (اے پسر زیاد تو کہتا ہے کہ قتل حسینؑ سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں لیکن حسینؑ وہ تھے کہ جن کی دیدار سے رسول اللہؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ آنحضرتؐ انہیں چومتے تھے۔ ان کے ہونٹوں کو چوستے تھے ان کو اور اُن کے بھائی کو اپنی پیٹ پر بٹھائے تھے پس فردائے قیامت جوابدہی کے لئے تیار ہو جا)

ہمارے خیال میں مختلف راویوں نے جو مختلف جوابات بیان کئے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ جناب زینبؑ کی جوابی تقریر کے اجزاء ہوں جو راویوں نے جدا کر دئے اور ٹکڑے کر دئے اور اپنے

یاد و حافظہ کے متعلق بیاں کر دیئے یقیناً یہہ آپ کی ایک ہی تقریر تھی
جو جناب زینب علیہ السّلام نے ابن زیاد کے گستاخانہ کلام میں فرمائی۔
جس کے راویوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے کسی نے کچھ حصہ یاد رکھا
اور اتنا کہہ دیا اور کسی نے دوسرا حصہ یاد رکھا اور بیان کیا۔

اگر ان مختلف راویوں کے بیان کردہ ٹکڑوں کو جمع کیا جائے
تو ایک مدلل اور مکمل تقریر اس طرح ہو جاتی ہے۔

لعمری لقد قتلت کھلی و ابرزت اھلی وقطعت
واجتثثت فان کان ھذا شفاؤك فقد اشتفیت
انّی اعجب ممّن یشتفی بقتل ائمتّه و یعلم انّھم منقمون
منه فی دار الاخرۃ - یا ابن الزیاد ان کان قرّت عینك
بقتل الحسینؑ فقد کان عین رسول تقر برویته وکان
یقبله و یمص شفیته و یحمله ھو و اخاہ علی ظھرہ فاستعد
غداً للجواب -

(ترجمہ) میری جان کی قسم بیشک تو نے ہمارے بوڑھوں کو قتل کیا۔
ہم اہل بیت کی پردہ دری کی۔ ہماری شاخ و برگ کو قطع کیا اور ہماری
جڑ کو اکھاڑ ڈالا۔ اگر یہہ سب امور تیرے لئے باعث شفا ہوئے تو
بیشک تو نے شفا پائی۔ بہ تحقیق کہ مجھے اس شخص سے حیرت ہوتی ہے

جو اپنے پیشواؤں اور اماموں کو قتل کرنا اور پھر کہتا ہے کہ اس سے اس کو شفا حاصل ہوئی درحالیکہ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس بات اس کا مواخذہ کیا جائیگا۔ اے زیاد کے بیٹے تو کہتا ہے کہ قتل حسینؑ سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ تو خوب جانتا ہے کہ حسینؑ وہ تھے کہ جن کی دیدار سے رسول اللہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ آنحضرتؐ ان کے ہونٹوں کو چومتے اور چوستے تھے اور ان کو اور ان کے بھائی (حسنؑ) کو اپنی پشت مبارک پر بٹھاتے تھے۔ پس اے پسر زیاد فردائے قیامت جواب دہی کے لئے تیار ہو جا۔

روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ ابن زیاد کی مجلس میں آئے تو جناب زینبؑ نے بلند اور مستقل آواز سے حاضرین مجلس کو فرمایا کہ غُضُّوا اَبْصَارَکُمْ عَنَّا یعنی آنکھیں نیچی کرلو اور ہمیں نہ دیکھو اور پھر کنیزوں کے حلقہ میں ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد پوچھا مَنْ ھٰذِہِ الْمُتَنَکِّرَۃُ ؟ یعنی یہہ کون عورت ہے جس کی ناک بھوں اس قدر چڑھی ہوئی ہے۔ کسی نے کہا کہ یہہ زینبؑ بنت علیؑ ہیں تو پھر وہ ملعون آپ سے مخاطب ہوا۔

ناظرین ابن زیاد علیہ اللعن کے کلام اور جناب زینب علیہا السلام کی تقریر کو اگر بغور دیکھیں تو واضح ہو جائیگا کہ جناب زینب علیہا السلام اور

ابن زیاد پلید کے کلام میں کس قدر زمین آسمان کا فرق ہے۔

جناب زینبؑ کے کلام میں سنجیدگی متانت۔ علمیت وقابلیت فصاحت وبلاغت ہے تو ابن زیاد کی گفتگو سے اس کا سفلہ پن۔ کم ظرفی۔گستاخی۔ جہالت۔ عداوت وشقاوت کینہ پروری اور انتقامی اسپرٹ نمایاں ہے حقیقت یہہ ہے کہ اولاد البغایا یعنی فاحشہ عورتوں کی مجہول النطفہ اولاد سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے!!

جب ابن زیاد کو جناب زینبؑ نے دندان شکن جوابات سے عاجز کر دیا تو اس ملعون نے جناب امام زین العابدینؑ سے مخاطب ہوا اور بدزبانی شروع کی اور حضرت نے بھی ترکی بہ ترکی ایسے جوابات دیئے کہ اس کو غصہ آگیا اور اُس نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت جناب زینبؑ بیحد مضطرب ہوئیں اور امامؑ سے لپٹ گئیں۔ اور فرمایا یا ابن زیاد حسبك من دمائنا واعتنقته واللّٰہ لا افارقه فان قتلته فاقتلنی معه (اے ابن زیاد تو نے ہمارا کافی خون بہا چکا۔ قسم خدا کی میں اس نوجوان کو نہ چھوڑوں گی اگر تو اس کو قتل کرانا چاہتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرا دے) بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جناب زینبؑ نے فرمایا یا ابن زیاد نذرت علی نفسک انك لا تبقی من نسل محمدؐ صغیرا وکبیرا

فاسئلك باللّٰه لا تقتله حتي تقتلني (اے پسر زیاد کیا تونے نذر کی ہے کہ تو محمد مصطفیٰؐ کی نسل سے کسی چھوٹے یا بڑے کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں خدا کی قسم دے کر تجھے کہتی ہوں کہ اگر اس نوجوان کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دے) جب ابن زیاد نے یہہ صورت حال دیکھی تو کہا "خون کا جوش و محبت بھی عجیب چیز ہے یہہ بی بی چاہتی ہیں کہ اس نوجوان کے ساتھ اپنی جان بھی دیدیں یہہ نوجوان علیل و مریض ہے اس کو چھوڑ دو اس کی بیماری خود اس کو ہلاک کر دیگی" تواریخ میں لکھا ہے جب ابن زیاد نے امام زین العابدین علیہ السّلام کے قتل کا حکم دیا تو آپ نے اس شقی کو ڈانٹ کر کہا کہ "ابن زیاد تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری فضیلت ہے"

سبط ابن جوزی نے بھی جناب زینبؑ اور ابن زیاد کی گفتگو کے الفاظ تھوڑے اختلاف کے ساتھ اسی طرح بیان کی ہے۔

صدوق علیہ الرحمۃ نے امالی میں روایت لکھی ہے کہ اہل بیتؑ جب کوفہ میں داخل ہوئے تو اسی وقت اور اسی روز ابن زیاد کے پاس لائے نہیں گئے بلکہ زندان میں بھیجدئے گئے اور بعد کسی وقت اس شقی نے ان کو اپنی مجلس میں طلب کیا۔

بعض اخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ کوفہ میں شام کے
وقت وارد ہوئے اور تمام شب کوفہ کے باہر میدان میں ٹہیرا دیئے گئے
اور دوسرے روز صبح میں ابن زیاد نے اپنی مجلس میں انہیں طلب کیا۔
کتاب نور العین میں ابو اسحٰق اسفرائینی کے حوالے سے لکھا ہے
کہ جب اہل بیت اطہار ابن زیاد کی مجلس میں لائے گئے تو جناب
زینبؑ ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اس لئے کہ آپ کا لباس پھٹا ہوا اور
غبار آلود تھا اور آپ نہ چاہتی تھیں کہ حاضرین مجلس کی نگاہیں آپ پر
پڑیں ۔ ابن زیاد علیہ اللعن نے آپ کو دیکھ لیا اور حاجب سے پوچھا کہ یہہ
کون بی بی ہیں جو علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھ گئی ہیں۔ حاجب ملعون نے
کہا کہ یہہ حسین خارجی (معاذ اللہ) کی بہن زینبؑ بنت علیؑ ہیں ۔ یہہ
سُن کر ابن زیاد آپ سے مخاطب ہوا اور کہا یا زینب ارائت
صنع اللہ فی اخیک وکیف قطع دابرکم لانہ کان یرید
الخلافۃ لیتم بھا اٰمالہ فخیب اللہ منھا رجائہ وآمالہ
(اے زینب تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمہارے بھائی سے کیا سلوک
کیا اور کس طرح تمہاری نسل کو قطع کیا۔ تمہارے بھائی مسند خلافت
کے متمنی تھے تاکہ اس کو حاصل کر کے اپنے دلی آرزویں اور تمنائیں
پوری کریں۔ اللہ نے انہیں ناکامیاب کیا اور انکی امیدیں پوری

نہ کیں) جناب زینبؑ نے جواب دیا:۔

یابن زیاد ان کان اخی طلب الخلافۃ فھی میراث ابیہ وجدہ واما انت یا ابن زیاد اعدّ جوابا اذا کان القاضی اللہ والخصم جدّی والشھود الملائکۃ والسجن جھنّم وانّما ھولاء القوم کتب اللہ علیھم القتل فبرزوا الیٰ مضاجعھم وغدا یجمع اللہ بینک و بینھم فتحاج و تخاصم (اے پسر زیاد اگر میرے بھائی خلافت کے طالب تھے تو حق بجانب تھے اس لئے کہ یہ ان کے باپ دادا کی میراث تھی اور تو اے زیاد کے بیٹے اس دن جوابدہی کے لئے تیار ہو جا جب اللہ قاضی ہوگا۔

میرے نانا رسول اللہ مدعی ہوں گے ملائکہ گواہ ہوں گے اور جہنم قیدخانہ ہوگا۔ آگاہ ہو کہ وہ لوگ جنہیں تم نے قتل کیا ان کے لئے منجانب اللہ شہادت مقسوم ہو چکی تھی پس وہ شہید ہو گئے اور اپنی خوابگاہوں کو پہونچ گئے۔ اے پسر زیاد فردائے قیامت خدا انہیں اور تجھے جمع کرے گا اس وقت حجتیں پیش ہونگی اور جھگڑے تصفیہ پائیں گے)

مقتل ابی مخنف میں روایت ہے کہ جب اہل بیت طاہرین مجلس ابن زیاد میں داخل ہوئے تو اس ملعون نے چاروں طرف نظر دوڑائی

اور دیکھا کہ ایک بی بی بلا مقنع و چادر ہیں اور اپنی آستین سے اپنا منہ چھپائی ہوئی ہیں۔ حاجب سے پوچھا یہہ کون ہے۔ اس نے جواب دیا زینب خواہر حسینؑ ہیں۔ یہہ سُن کر شقی ابن زیاد آپ سے مخاطب ہوا۔ آپ نے کچھ اعتناء نہیں کی اور جواب نہیں دیا بعد اس کے اصرار پر فرمایا ماترید یا عدو اللہ و رسولہ لقد ھتکتنا بین الناس والفاجر (اے دشمن خدا و رسول اچھے اور بروں میں ہماری ہتک حرمت کرنے کے بعد اب تو کیا چاہتا ہے؟) اس کے بعد ابی مخنف نے مکالمہ وہی لکھا ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب امام زین العابدین علیہ السّلام نے دیکھا کہ ابن زیاد علیہ اللعن اپنی گستاخی اور سخت کلامی سے جناب زینبؑ کی دل آزاری کر رہا ہے تو آپ سے بالآخر صبر نہ ہو سکا اور آپ نے اس شقی کو مخاطب کیا اور فرمایا یا ابن اللئام انیّ تھتلک عمّتی و تعرّفھا لمن لا یعرفھا قطع اللہ یدیک و رجلیک (اے لئیم کے بیٹے تو کب تک میری پھپی کی ہتک حرمت و عزت کرے گا اور جو لوگ اِن سے واقف نہیں ہیں انہیں اس طرح واقف کراتا رہیگا۔ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے) یہہ چیز غور کرنے اور سمجھنے کے قابل ہے کہ حجت اللہ اور امام برحق کی یہہ جراءت اور ہمت ہوتی

ہے کہ ایسے موقع پر اس طرح کلام کرسکے ابن زیاد کی شقاوت و عداوت حکومت و اقتدار کو دیکھو اور علیؑ ابن الحسینؑ غریب و علیل ضعیف ونحیف طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے اسیر کو دیکھو اور پھر اس کلام پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ سوائے حجۃ اللہ ۔ لسان اللہ ۔ امام مؤیّد و منصوص من اللہ کے کوئی دوسرا ان حالات کے تحت ایک کافر ۔ بے دین ۔ سرکش ظالم و غدّار کو ان الفاظ کے ساتھ مخاطب کرنے کی جراءت نہیں کر سکتا صرف حجج اللہ اور وہ صاحبان ایمان و عرفان جو ان حجج اللہ سے فیض حاصل کئے تلواروں کے سایہ میں کلمہ حق کہے اب بھی کہہ سکتے ہیں اور آئندہ بھی کہیں گے ۔

روضۃ الشہداء میں روایت ہے کہ جب ابن زیاد علیہ اللعن نے جناب زینبؑ سے کہا "تمہارے بھائی حسین کی سرکشی اور بغاوت کے خطرے اور برُے نتائج سے خدا نے ہم کو بچایا اور آسودہ کیا" تو آپ نے جواب میں فرمایا :۔

یا ابن زیاد فقد جئت شیاء ادّا و اتیت امرا عجیبا وحظبا غریبا فمع ذالك كیف تتوّقع الراحۃ فی دارالدنیا ۔ هیهات هیهات انت سکران مغرور ومفتون بمال الدنیا وجلالها تزول تلك السلطنۃ ولا تعیش ذالك

بعد ذالك ابداً ولا ترى وجه لاستراحة ۔ هل تعلم ما فعلت بعترة الاطهار و اولاد الاخيار فمع ذالك متنفا خر بقتلهم ولا تنال نيلك و مقصودك وقد فعلت امراً يبقى عاره عليك ۔

(ترجمہ) اے پسر زیاد تو ایک امر منکر و عظیم کا مرتکب ہوا۔ ایک فعل عجیب و غریب تجھ سے سرزد ہوا باوجود اس کے تو کیوں کر متوقع ہے کہ تجھے راحت دنیا نصیب ہو گی۔ افسوس افسوس کہ تو عارضی قوت و اقتدار کی نشہ میں چور ہے۔ مال و جاہ دینوی نے تجھے فریفتہ و مغرور کر دیا ہے۔ آگاہ ہو کہ یہہ حکومت اور سلطنت دنیا زائل ہونے والی چیز ہے اور تو ہمیشہ اس دنیا میں زندہ نہ رہیگا اور نہ راحت و آرام تجھے نصیب ہو گا۔ کیا تو جانتا اور سمجھتا ہے کہ تو نے عترتِ اطہار اور اولادِ اخیار سے کیا سلوک کیا ہے، تو اپنے بد اعمالیوں پر اور اُن نیک بندوں کو قتل کرنے پر فخر و مباہات کرتا ہے یاد رکھہ کہ تو ایسے مکروہ و مذموم فعل کا مرتکب ہوا ہے کہ ابد آلاباد اس کا عار و ننگ تیرے گلے کا ہار رہیگا اور تو اپنے مطلوب و مقصود کو کبھی حاصل نہ کر سکے گا۔

تاریخ ثابت کرتی ہے کہ جناب زینبؑ کی پیشین گوئی کس قدر جلد مکمل طور پر پوری ہوئی۔ آقا السید ابن حسن رضوی جارچوی نے اپنی کتاب

"فلسفۂ آلِ محمدؐ میں ان تاریخی واقعات کو جو امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے بعد ظاہر ہوئے بڑی خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"دنیا میں بہت سے انقلابات آچکے ہیں اور آتے رہتے ہیں لیکن حسینی انقلاب اپنی شان میں نرالا تھا حسینؑ نے کربلا کی سہ روزہ زندگی میں اپنے اور اپنے مخالفوں کے طرزِ عمل میں مقابلہ کر کے تمام دنیا پر ثابت کر دیا کہ حق کس طرف ہے اور باطل کا دامن کون پکڑے ہوئے ہے۔ یزید خوش تھا کہ وہ دیار و امصار میں اہلِ بیت رسولؐ کی تشہیر کر کے ان کی تذلیل کر رہا ہے اِسے یہ خبر نہ تھی کہ یہی عمل ہے جس سے آلِ محمدؐ کے مصائب کی داستان عالمگیر ہوتی جا رہی ہے اور ان کی صداقت کا نقش دلوں پر پائدار ہو رہا ہے۔ کوفہ۔ حلب۔ موصل و دمشق کے شہروں میں ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے آلِ محمدؐ کے مصائب کا ڈرامہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور مخدراتِ عصمت کی جگر خراش اور رقت خیز تقریروں کو سُنا تو ایک سرے سے دوسرے تک ایک

آگ سی لگ گئی ۔ محبت آل محمدؐ کا وہ جذبہ جو استبداد کے سبب سے دب گیا تھا پھر ظاہر ہو گیا اور وہ آگ جو زر پرستی اور سرمایہ داری کی وجہہ سے بجھنے لگی تھی پھر بھڑک اٹھی ۔ اس آگ نے ایک طرف تو عصیان سوزی کا کام کیا تو دوسری طرف بنی امیہ کی آرزوں کو جلا کر خاکستر کر دیا ۔ شعر

خون او تازہ چمن ایجاد کرد ؛ تا قیامت قطع استبداد کرد

دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ سلطنت جس کے خوف سے قیصر روم کے قصر میں زلزلہ پڑ جاتا تھا جس کی ہیبت کے سامنے صنادید عجم تھرّانے لگتے تھے چند سال کے اندر پاش پاش ہو گئی اور بنی امیہ کا گھر ایسا برباد ہوا کہ کوئی نام لیوا نہ رہا ۔ دمشق کا وہ قصر ابیض جس میں کافوری شمعیں جلا کرتی تھیں جو اندر کا اکھاڑا بنا ہوا تھا جہاں سلاطین عالم کے سر جھکتے تھے آج ویران ہے اور حسینؑ کا وہ اجڑا ہوا بن جہاں ریگستان کے سوا کچھ نہ تھا آج گلزار بنا ہوا ہے تو کیا اہل بصیرت کے لئے قدرت کا یہہ فیصلہ کافی نہیں ۔ کلّا انّہٗ

تذکرۃ فمن شاء ذکرہ۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"معاویہ اور اولاد معاویہ کی سیہ کاریاں باوجود کوشش کے طشت از بام ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور مدبرین اسلام تاریخ کے ہر دور میں ان اسلام سوز حرکات پر ماتم کرتے چلے آئے ہیں علیؑ اور اولاد علیؑ کے فضائل روپیہ کی لالچ سے تلوار کے خوف سے اور طاقت و سلطنت کے دباؤ سے مٹائے گئے مگر آج بھی کتابیں ان کے احصاء سے معذور ہیں اور زبانیں انکے بیان سے عاجز ہیں .... حیرت ہے کہ بنی امیہ جن کے پاس حکومت تھی۔ سلطنت تھی جو ہزاروں انسانوں کی قسمت کے مالک تھے جن کے دروازوں پر شاہان وقت ذلیل کئے جاتے تھے آج صفحہ دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو گئے اور فاطمہؑ کی فاقہ کش اولاد نبی عربیؐ کی مصیبت زدہ عترت شاہان وقت کے جور و استبداد کے صدمے اٹھانے کے باوجود اب تک دنیا میں عزت و آبرو کی زندگی بسر کر رہی ہے کیا صداقت کا یہ نشان متلاشی

حق کے لئے کم ہے"

پھر ایک جگہہ مولانا ابن حسن لکھتے ہیں :۔

"حسینؑ شہید ہو گئے ۔ ان کا جسم نازنین گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال کر دیا گیا ۔ آج باطل کی مسرت کا دن تھا ۔ حق اور اسکی تمام قوتیں مضمحل نظر آتی تھیں ۔ میدان جنگ فتح و ظفر کے شادیانوں سے گونج رہا تھا ۔ حق کے علمبرداروں کی خون آلودہ لاشے اپنے سردار کے گرد خاک پر پڑے تھے ..... نتیجہ جنگ بالکل عیاں تھا ۔ خیام اہل بیت میں لگی ہوئی تھی آگ کے شعلے بلند ہو ہو کر یزید کی فتح کا اعلان کر رہے تھے حسینؑ کے پسماندگان کی اسیری زبان حال سے اپنی شکست کی گواہ تھی ۔ کس کو خبر تھی کہ آگ کے یہ شعلے حسینی بارگاہ کو نہیں بلکہ بنی امیہ کے خرمن آرزو کو جلا رہے ہیں ۔ کون جانتا تھا کہ آل محمدؐ کی اسیری ایک عالمگیر آزادی کا پیش خیمہ ہے ۔ قوموں کی تاریخ میں صدیاں لمحوں کے برابر ہیں ۔ آنکھ بند کرتے ہوئے نسلیں گذر جاتی ہیں ۔ ابھی چند سال نہ گذرے تھے کہ ان ہی

آنکھوں نے جو حسینؑ کو خاک و خون میں لوٹتا ہوا دیکھ

چکی تھیں بنی امیہ کا زوال دیکھا"

مولانا السید ابن حسن صاحب کا بیان ختم ہوا ۔ اب ہم علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے چند اشعار درج کرتے ہیں ان ہی خیالات کو مرحوم نے نظم میں خوب ادا کیا ہے ۔ کہتے ہیں :۔

رمز قراں از حسینؑ آموختیم　　ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

شوکت شام و فر بغداد رفت　　سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز　　تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

اے صبا اے پیک دور افتادگان　　اشک ما بر خاک پاکے او رساں

تواریخ میں ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد علیہ اللعن والعذاب نے جب جناب امام زین العابدینؑ اور اہل بیت طاہرین کو اپنی زبان کے نشتر سے مجروح کر چکا تو حکم دیا کہ اِن بزرگواروں کو اس کی مجلس سے لیجائیں اور ایک ویرانہ مکان میں رکھیں ۔ ایک روایت کے مطابق قید خانہ بھیج دیا ۔

صاحب طراز المذہب لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کہ قیام کوفہ کے زمانہ میں اہل بیتؑ قید خانہ میں رکھے گئے یا کسی مکان میں روایات مختلف ہیں ۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ اہل بیتؑ جب کربلاء

سے کوفہ پہونچے تو شام ہو گئی تھی اس لئے زنداں میں داخل کر دیئے گئے دوسرے روز صبح میں بازار کوفہ میں جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے جو خطبے ارشاد فرمائے اور مجلس زیاد میں جو گفتگو ہوئی اس سے عوام میں انتشار پیدا ہوا اِس لئے ابن زیاد خائف ہوا اور اہل بیتؑ کو مکرر قید خانہ نہیں بھیجا بلکہ ایک ویرانہ مکان ان کے رہنے کیلئے مقرر کیا اور یزید کو خط لکھا اور جواب کا منتظر رہا۔

بحر المصائب میں روایت ہے جب اہل بیت طاہرین ابن زیاد کی مجلس میں لائے گئے اور یہہ شقی جو کچھ گفتگو کرنی تھی کر چکا تو دیر تک خاموش بیٹھا ہوا سوچتا رہا اور پھر حکم دیا کہ اہل بیت کو لیجائیں اور جامع مسجد سے متصل سرائے میں ٹھیرا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ابن زیاد کے خوف سے اہلِ کوفہ سرائے کے قریب بھی قدم نہ رکھہ سکتے تھے اور نہ کوئی ان ستم رسیدہ قیدیوں کی احوال پرسی کرتا تھا۔

بحار الانوار میں مسطور ہے کہ اہل بیتؑ جامع مسجد سے متصل ایک مکان میں ٹھیرائے گئے اور جناب زینبؑ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے قیام کوفہ کے زمانہ میں سوائے کنیزوں کے کوئی زن عربی ہم سے ملنے نہیں آئی۔ بحار میں یہہ بھی روایت ہے کہ ابن زیاد نے اہل بیتؑ کو زندان میں رکھا اور اطراف واکناف کے شہروں اور

قزلبوں کو سوار روانہ کئے کہ امام حسین علیہ السّلام کے قتل کی خوش خبری لوگوں کو دیں ۔

امالی صدوق علیہ الرحمۃ میں ابن زیاد کے حاجب کی روایت لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ ابن زیاد نے مجھے حکم دیا کہ علیؑ ابن الحسینؑ کو زنجیروں میں خوب جکڑ دیا جائے اور ان کو اور سب عورتوں کو قید خانہ میں داخل کر دیا جائے ۔ اس حکم کی تعمیل میں نے کی ۔ جب اِن قیدیوں کو میں زندان لے جا رہا تھا تو دیکھا کہ جن مقامات سے ان کا گذر ہوتا تو لوگ ان کی حالت زار دیکھ کر رونے اور منہ پیٹتے تھے ۔ بہرحال اہل بیت زنداں میں داخل کر دئے گئے اور در زنداں مقفل کر دیا گیا اور محافظین کو تاکید کر دی گئی کہ ان قیدیوں پر سخت نگرانی کریں اور ان سے کسی قسم کی نرمی نہ کریں ۔ ہمارے خیال میں حاجب کی یہہ روایت ہی صحیح ہے ۔ ابن زیاد جیسے شقی القلب اور دشمن خدا و رسول سے ایسی توقع کرنا کہ وہ قیدیان اہل بیت کو کسی مکان یا سرائے میں ٹھیرایا ہوگا بعید از عقل و قیاس ہے خصوصاً جب کہ بعض اہل کوفہ کی اِن سے ہمدردی کا حال اس کو معلوم ہو گیا ہوگا ۔

صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ کتب سیر و مقاتل سے قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ قید خانے کی کیا حالت تھی وہ مسقف تھا یا بغیر

سایہ تھا لیکن یہہ تو بالکلیہ ثابت ہے کہ اہل بیتؑ کی قید سخت ترین تھی۔ ان بزرگواروں کو باہر آنے کی اجازت نہ تھی اور نہ کوئی باہر سے اندر داخل ہوسکتا تھا۔ آب و طعام اس قدر کم مقدار میں دیا جاتا تھا کہ بچے بڑے بھوک و پیاس کی شدت سے تلملاتے اور بلبلاتے رہتے تھے۔ خادم و مخدوم۔ بردہ و خاتون سب ایک کمرہ میں بند کر دئے گئے تھے۔

روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ قید خانہ میں داخل کر دیئے گئے اور انہیں ایک کمرہ میں مقفل کر دیا گیا تو جناب زینبؑ ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور سب بی بیاں اور بچے ترساں اور پریشان آپ کے اطراف جمع ہوگئے اور سب مل کر نالہ و فریاد کرنے لگے اور یہہ منظر ایسا دردناک تھا جس کے نظارہ سے پتھر پانی ہو جائے اور سمندر کی مچھلیاں کباب ہو جائیں۔

صاحب طراز المذہب اہل بیت اطہار کے کربلاء سے کوفہ تک کے واقعات بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان حالات اور واقعات کے دیکھنے کے بعد ناظرین پر اہل بیت طاہرین کے مراتب عالیہ ظاہر ہو جانا چاہیئے۔ کربلاء سے روانہ ہو کر کوفہ پہونچنے تک۔ بازار کوفہ میں مجلس ابن زیاد میں۔ زندان کوفہ میں۔ جو صدمات۔ آفات و مصائب ان مقدس ہستیوں پر وارد ہوئے وہ ایسے سخت اور جانکاہ تھے کہ اگر کوہ پر

واقع ہوتے تو کاہ ہو جاتے۔ اگر سمندروں پر پڑتے تو یہہ خشک ہو جاتے
اگر آسمانوں پر نازل ہوتے تو انہیں متزلزل کر دیتے مگر اہل بیت طاہرین
نے حفظ مراتب خاندان رسالت کا لحاظ و خیال رکھتے ہوئے ان مصائب
عظمیٰ کو بڑے صبر و استقلال و وقار کیساتھ برداشت فرمایا اور کسی وقت بھی
ذراسی ذلت گوارا نہ کی اور نہ کبھی کوئی ایسا کلمہ منہ سے نکالا جس سے خدا
کی شکایت یا ناشکری کا شبہ بھی ہو۔ پہاڑوں کے مانند بلاؤں کو جھیل لیا
اور مصائب کے سمندروں کو زیر پا کر لیا اور چین بہ جبیں نہ ہوئے۔ جب موقع
پایا اہل دنیا کو اپنا حق جتایا۔ اپنے مخالفین کی باطل پرستی۔ گمراہی۔ ظلم وجو
کو بخوبی واضح و روشن کر کے دیکھا دیا۔

اس مسئلہ میں کہ اہل بیتؑ کوفہ میں کتنے روز رہے روایات
میں اختلاف ہے۔ عموم اخبار سے پایا جاتا ہے کہ اہل بیتؑ تیرویں محرم
کو کوفہ پہونچے اس کے بعد ابن زیاد یزید کو خط لکھا جس میں امام حسینؑ کی شہادت
اور اہل بیتؑ کی اسیری کا حال لکھا۔ جب یہہ خط یزید علیہ اللعن کو پہونچا تو اس
نے اپنے مشیران خاص سے مشورہ کرنے کے بعد ابن زیاد کو لکھا کہ سرہائے
شہداء اور اہل بیتؑ کو دمشق بھیج دیا جائے۔ ان کے ساتھ سوار و پیادہ کی
فوج رہے اور اس فوج کا کوئی بہادر و دلیر شخص افسر مقرر کیا جائے تاکہ کوفہ
سے دمشق تک کے راستہ میں اہل قصبات و قبائل مزاحمت نہ کر سکیں اگر کریں

تو فوج مقابلہ کر سکے اور اہل بیتؑ رہا نہ ہونے پائیں۔ جب یزید کا خط ابن زیاد کو وصول ہوا تو اس ملعون نے حسبہٗ عمل کیا۔ یزید کے ان تاکیدی احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ ملعون خطرہ کو محسوس کرنے لگا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کا خون بہانا اور اُن کے اہل بیت کو قید کرنا کوئی معمولی بات نہیں اور یہ بہت جلد رنگ لائیگی۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب اہل بیتؑ کوفہ پہونچے تو ان کا حال زار دیکھ کر اور جناب امام زین العابدینؑ۔ جناب زینبؑ۔ جناب ام کلثومؑ کے خطبات اور ارشادات سنکر اہل کوفہ میں انتشار و اضطراب پیدا ہوگیا اور ابن زیاد اس خیال سے کہ کہیں اس ملعون کے خلاف شورش اور بغاوت نہ ہوجائے یزید کے بلا استمزاج اہل بیتؑ کو مع سرہائے شہدا شام روانہ کردیا۔ صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ یہہ روایت ضعیف اور غیر صحیح ہے۔ امر واقعہ جو معتبر روایات سے ظاہر اور ثابت ہوتا ہی یہہ ہی کہ گیارہ محرم کی شام میں اہل بیتؑ کوفہ پہونچے اور چودہویں محرم کو ابن زیاد یزید کو خط لکھ کر روانہ کیا اور یہہ خط اواخر محرم میں اس کو ملا۔ یزید خط کا جواب دیا جو سولہ روز بعد ابن زیاد کو وصول ہوا۔ اور یہہ خط ملنے کے بعد تین روز ابن زیاد اہل بیتؑ کی روانگی کے انتظامات اور تیاریوں میں مصروف رہا اور چوتھے روز اہل بیت کا قافلہ کوفہ سے شام روانہ ہوا۔

یہہ قافلہ کربلا ہوتا ہوا شام گیا۔ قافلہ کربلا میں ۱۸ صفر کو پہونچا اور یہاں دو روز قیام کیا اور بیسؔ صفر کو وہاں سے روانہ ہوا۔ ان روایات کے بموجب اہل بیتؑ کا قیام کوفہ میں ایک مہینہ سات یوم رہا اور یہہ تمام زمانہ قید میں گذرا۔

باب (۱۲)

کوفہ سے شام تک سفر کے حالات اور واقعات

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸ صفر کو اہل بیتؑ کوفہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور اسی روز شام میں کربلا پہونچے اور دو روز قیام کیا اور بیسؔ صفر کو جانب دمشق روانہ ہوئے۔

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جب ابن زیاد نے چند بہادر بے دین۔ سخت ترین دشمنان آل رسول سپاہیوں کا دستہ تیار کرلیا تو ان کو مکمل طور پر مسلح کیا اور یہہ فوج قید خانہ پر آئی۔ اہل حرم جو بحالت سوگواری اور پریشانی مقید تھے سواروں اور پیادوں کا ہمہمہ اور شور

سن کر خوف زدہ اور ہراسان ہو گئے بچے ڈر کر رونے لگے اور ماؤں سے لپٹ گئے لیکن بے باک۔ ظالم سپاہیوں نے اہل بیت خواجہ لولاکؐ کو اونٹوں پر سوار کر کے مثل اسرائے ترک و دیلم کوفہ سے لے چلے۔ جناب امام زین العابدینؑ۔ جناب زینبؑ۔ جناب ام کلثومؑ اور دوسری مخدرات بوقت روانگی خلقت کا ازدحام و ہجوم۔ اپنا لٹا ہوا سامان اور سرہائے شہدا، دیکھ کر اپنی بیچارگی اور دربدری پر گریان و نالاں ہوئے۔

یہاں ہم ایک واقعہ کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں وہ یہہ کہ یہہ کوفہ وہی مقام تھا جو جناب امیر علیہ السّلام کی خلافت ظاہرہ کے زمانہ میں آپ کا دارالخلافہ تھا جہاں جناب زینبؑ کی ایسی عزت و توقیر کیجاتی تھی کہ اہل کوفہ کی کوئی عورت بھی بلاحصول اجازت آپ کی ملاقات سے مشرف نہ ہو سکتی تھی اور آج اسی شہر کوفہ میں یہہ شہزادی بطور قیدی اونٹ پر سوار تھیں اور اہل کوفہ تماشہ بینی کے لئے جمع تھے۔ اس وقت جناب صدیقۃ الصغریٰ کے دل پر کیا گذری ہوگی اور آپ کے قلب حزیں کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا تصور ہمارے دلوں کو پانی کر دینے اور خون رلانے کے لئے کافی ہے۔ اگر اس ایک مصیبت پر ہی ہم روتے روتے جان بحق ہو جائیں تو حق بجانب

ہوگا۔

مقتل ابی مخنف اور بعض اور کتب معتبرہ میں سہل کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب مجھے اطلاع ہوئی کہ بڑے اہتمام و انتظام کیساتھ اہل بیت رسولؐ کو شام روانہ کیا جا رہا ہے تو میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کسی طرح بھی قافلہ کے ساتھ ہو جاؤں گا چنانچہ میں نے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار درہم بطور خرچ سفر ساتھ لئے اور قافلہ کے ہمراہ ہو گیا جب قافلہ قادسیہ پہونچا تو اہل بیتؑ نے مجلس عزا برپا کی اور جناب ام کلثومؑ نے چند اشعار بطور مرثیہ ارشاد فرمائے۔

ناسخ التواریخ میں روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ منزل نصیبین پہونچے اور وہاں اترے تو سرہائے شہداؑ ان کے قیام گاہ کے پاس رکھے گئے۔ جناب زینبؑ کی نظر ان سرہائے بریدہ پر پڑی تو آپ نے فرمایا:۔

أَتُشْهَرُ مابین البریة عنوة	ووالدنا اوحی الیه جلیل
کفرتم بربِّ العرش ثم نبیه	کان لم یجئکم فی الزمان رسول
لحاکم اله العرش یا شر امة	لکم فی لظی یوم المعاد عویل

(ترجمہ) (۱) کیا لوگوں میں ہماری اس بری طرح تشہیر کی جائے۔ حالانکہ ہمارے باپ (رسولؐ) کی طرف خدائے جلیل نے وحی بھیجی تھی۔

(۲) تم نے رب عرش اور اس کے نبیؐ کی تکفیر کی۔ گویا کہ تمہارے درمیان کبھی نبیؐ آئے ہی نہ تھے۔

(۳) اے امت بدخدا تمہارا برا کرے۔ تم روز حشر جہنم میں چیختے اور چلاتے پڑے رہو گے۔

کتاب بحرالمصائب اور سرور المومنین میں روایت ہے کہ امام حسینؑ کے ایک برادر رضاعی تھے جن کا نام عبداللہ بن قیس انصاری تھا۔ یہ بزرگوار امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد مدینہ چھوڑ کر حلب چلے آئے تھے اور یہاں کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ ہر سال حج کو جاتے تو مدینہ آتے اور جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپکی ملاقات سے مشرف ہوتے۔ اس سال جب حضرت سیدالشہداؑ کربلا روانہ ہوئے تو یہ بزرگوار تحائف و ہدایا لے کر حلب سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے کہ حضرت سے ملاقات کریں۔ جب یہ لفیبین پہونچے تو ایک سایہ دار مقام پر اتر پڑے تاقدرے آرام لیں۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک کاروان چلا آرہا ہے۔ یہ خوش ہوئے کہ چلو اور لوگ آرہے ہیں تنہائی نہ رہے گی ان لوگوں کی صحبت ملے گی۔ یہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے کہ دریافت کریں کون لوگ ہیں کس کا قافلہ ہے۔ جب قریب پہونچے تو دیکھا کہ سواروں اور پیادوں کے حلقہ میں چند اونٹ ہیں جن پر عورتیں سوار

ہیں - یہہ قافلہ نہرآب پر پہونچا اور وہاں اُترگیا - ایک بی بی جو بلند قامت تھیں اور جن کی گود میں ایک تین چار سال کی لڑکی تھی اونٹ سے اتریں نہر پر پہونچیں اور پینے کے لئے چلّو میں پانی لیا اور اس قدر گریہ کیا کہ پانی آنسوؤں سے مخلوط ہوگیا اور فرمانے لگیں اشرب الماء وقتل اخی عطشانا (ہائے کیا میں یہہ پانی پیؤوں جب کہ میرا بھائی پیاسا شہید ہوا) پھر انہوں نے دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک نوجوان مریض سوار ہے جو طوق وزنجیر میں جکڑا ہوا ہے - یہہ جوان اونٹ سے اُترنے کی کوشش میں زمین پر گر پڑا اور سب بی بیاں دوڑکر اس کو اُٹھانے لگیں - عبداللہ کہتے ہیں کہ میں بھی دوڑکر قریب پہونچ گیا کہ مدد کروں لیکن اس بلند قامت سیاہ پوش بی بی نے بلند آواز سے مجھے کہا " اے نامحرم دور ہوجا" میں نے کہا اے بی بی میں نیک نیتی سے اس نوجوان کو اٹھانے اور آپ کی مدد کرنے کی غرض سے قریب آگیا ہیں ایک مرد مسافر ہوں اور اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے کوفہ جارہا ہوں یہہ سُنکر وہ بلند قامت بی بی (جناب زینبؑ) نے مجھ سے پوچھا ما اسمک یا فتیٰ ومن اخوک (اے شخص تیرا کیا نام ہے اور تیرا بھائی کون ہے) میں نے جواب دیا کہ میرا نام عبداللہ بن قیس الانصاری ہے اور میرے بھائی حسینؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں - جب نام حسینؑ

سنا تو اس بی بی نے ایک آہ سرد بھری اور وا محمدا و اعلیا کہا اور نوک نیزہ پر ایک سر کو بتاتے ہوئے مجھ سے کہا ھذا راس اخی الحسین ان کنت زائرہ فزرہ (دیکھو یہ سر ہے میرے بھائی حسینؑ کا اگر تم ان کی زیارت کے لئے جا رہے تھے تو لو زیارت کرو)

جب قافلہ شہر قنسرین میں پہونچا تو یہاں کے لوگ جو شیعیان امیرالمومنین سے تھے مسلح ہو کر نکل آئے اور فوج کفار پر جو اہل بیتؑ کے ساتھ تھی حملہ کر دیا اور اس شہر میں ٹہیرنے نہیں دیا۔

جب شہر سیبور میں پہونچے تو اہل سیبور نے اہل بیت رسولؐ کی حمایت میں پوری قوت سے فوج محافظ پر حملہ کیا اور چند اشقیاء کو واصل جہنم کیا اور جناب ام کلثومؑ نے اہل شہر کے لئے دعائے خیر فرمائی

اور چند منازل طے کرنے کے بعد اہل بیتؑ بعلبک پہونچے اور اس شہر کے لوگوں نے اظہار مسرت و شادمانی کی اور جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے ان پر نفرین کیں۔

صاحب طراز المذہب لکھتے ہیں کہ اہل بیت طاہرین اس سفر میں کوفہ سے دمشق تک کتنے منازل طے کئے ان کے کیا نام تھے اور ان منازل پر کس بی بی نے کیا ارشادات فرمائے ان امور کے متعلق تواریخ و مقاتل میں مختلف روایات ہیں۔

مقتل ابی مخنف میں جو روایت ہے اس میں حسب ذیل منازل بتائے گئے ہیں :-

(۱) کوفہ سے کربلا

(۲) کربلا سے قادسیہ

(۳) قادسیہ سے موصل

(۴) موصل سے نصیبین

(۵) نصیبین سے دعوات

(۶) دعوات سے قنسرین

(۷) قنسرین سے معرہ

(۸) معرہ سے بشیرز

(۹) بشیرز سے سیبور

(۱۰) سیبور سے جماہ

(۱۱) جماہ سے حمص

(۱۲) حمص سے بعلبک

(۱۳) بعلبک سے دمشق

ابی مخنف کی روایت سے تیرہ منزل ہوتے ہیں ۔ بعض مورخین بارہ منزل کہتے ہیں بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اہل بیتؑ کو چوالیس ۴۴ منزلوں پر ٹھیرتے ہوئے دمشق لے گئے لیکن منازل کے نام نہیں بتائے ۔

صاحب مفتاح البکاء لکھتے ہیں کہ میری تحقیق میں ثابت ہوا کہ اہل بیتؑ نے بیس منازل میں بیتوتہ کیا یعنی مقام کیا اور کوفہ سے روانگی کے بیسویں دن دمشق پہونچے ممکن ہے کہ اس سے زیادہ مقام پر ٹھیرائے گئے ہوں لیکن مجھے اس کا علم نہ ہو سکا ۔ ہماری رائے میں صاحب

مفتاح البکاء کی تحقیق صحیح یا صحت کے قریب تر ہے اس لئے کہ مقتل ابو مخنف میں ایک روایت ہے جس کا راوی وہی سہل ہے جو کوفہ سے اہل بیتؑ کے قافلہ کے ساتھ ہوگیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ کوفہ سے دمشق تک فاصلہ چوبیس منازل میں ختم ہوا اور منازل کے نام بھی بیان کرتا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) منزل اول قادسیہ
(۲) منزل دوم تکریت
(۳) منزل سوم طریق اکبر
(۴) منزل چہارم اعلیٰ
(۵) منزل پنجم دیر عروہ
(۶) منزل ششم صلیا
(۷) منزل ہفتم وادی النخل
(۸) منزل ہشتم لینا یا ارمیا
(۹) منزل نہم کحیل
(۱۰) منزل دہم موصل
(۱۱) منزل یازدہم تل اعفر
(۱۲) منزل دوازدہم جبل سنجار
(۱۳) منزل سیزدہم نصیبین
(۱۴) منزل چہاردہم عین الورد
(۱۵) منزل پانزدہم دعوات
(۱۶) منزل شانزدہم قنسرین
(۱۷) منزل ہفدہم شیرز
(۱۸) منزل ہجدہم کفرتاب
(۱۹) منزل نوزدہم سیبور
(۲۰) منزل بستم حمص
(۲۱) منزل بست و یک کنیسہ قیس
(۲۲) منزل بست و دو بعلبک
(۲۳) منزل بست و سہ صومعہ
(۲۴) منزل بست و چہار دمشق

مولانا سیّد اولاد حیدر فوق بلگرامی صحیفۃ العابدین میں حسبِ ذیل منازل بتاتے ہیں :-

(۱) منزل - کربلا	(۱۱) منزل - مقبرۃ النعمان
(۲) منزل - قادسیہ	(۱۲) منزل - شیرز
(۳) منزل - موصل	(۱۳) منزل - ارض سیبور
(۴) منزل - تکریت	(۱۴) منزل - حماہ
(۵) منزل - وادیٔ نخلہ	(۱۵) منزل - حمص
(۶) منزل - شہر لبا	(۱۶) منزل - بعلبک
(۷) منزل - دیہ کحیل	(۱۷) منزل - دیر راہب
(۸) منزل - نصیبین	(۱۸) منزل - حرّان
(۹) منزل - دعوات	(۱۹) منزل - دمشق
(۱۰) منزل - قنسرین	

اس کے علاوہ اور بہت سے روایات ہیں جو صاحبِ طراز المذہب نے بیان کئے ہیں لیکن ہم نظر انداز کرتے ہیں -

منازل کی تعداد جو کچھ بھی ہو مگر یہ ظاہر ہے کہ اس سفر میں اہل بیت طاہرین پر بلا کی صعوبات اور مصائب گذر گئے - اونٹوں کا سفر خود باعث تکلیف و زحمت ہوتا ہے - وہی شخص اس کی تکلیف

کو محسوس کر سکتا ہے جو اونٹ پر ایک مختصر سفر بھی کیا ہو۔ اہل بیت
کا سفر تو تقریباً چھ سو میل کا تھا۔ فی زمانہ بغداد سے دمشق کو موٹر میں سفر
کیا جاتا ہے۔ یہہ فاصلہ کم و بیش چھ سو میل ہے اور تقریباً تیس گھنٹوں
میں طے ہوتا ہے۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ اشقیاء اہل بیت
کو نامعلوم راستوں اور گذرگاہوں سے لے گئے تا راستہ میں مزاحمت
اور مخالفت کا سامنا نہ ہو۔ بعض وقت ایسا بھی ہوا کہ ایک مقام پر
منزل کرنے کا قصد رکھتے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو جاتا کہ وہاں کے
لوگ دوستان اہل بیتؑ سے ہیں تو لڑائی کے اندیشہ سے راستہ
کاٹ کر دوسری طرف نکل جاتے تھے اور اس میں بسا اوقات اونٹونکی
رفتار تیز کر دی جاتی تھی۔ ناظرین غور فرمائیں کہ اس دوڑ دہوپ اور
کشمکش میں بیمار علیؑ ابن الحسینؑ۔ محذرات اور چھوٹے چھوٹے
بچوں پر کیا کچھ مصائب نہ گذری ہونگی! جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا
بعض مقامات پر فوج محافظ اور اہالیان شہر کے درمیان جھڑپ ہو گئی
طرفین کے کچھ لوگ مارے گئے یہہ جھگڑے اور لڑائیاں بھی یقیناً بی بیوں
اور بچوں کی دہشت اور خوف کا باعث ہوئی ہونگی۔ بعض ایسے مقامات
پر سے گذر ہوا کہ جہاں کے باشندے دشمنان آل رسولؐ سے تھے
اور جب اہل بیتؑ یہاں پہونچے تو ان بدبختوں نے اظہار شادمانی

کیا تو کیا اہل بیتؑ کو اس کا صدمہ نہ ہوا ہوگا اس سے ان کے قلوب مجروح نہ ہوئے ہوں گے؟ کیا یہہ مصیبت معمولی مصیبت تھی؟ لاواللہ۔ ان تمام مصائب پر عظیم تر مصیبت یہہ تھی کہ سب صدمات و تکالیف گذر رہے تھے لیکن کوئی دلجوئی کرنے والا دلاسہ و تسلی دینے والا نہ تھا بلکہ اس کے برخلاف اشقیاء جو بطور محافظ ساتھ تھے انواع و اقسام کے جسمانی و روحانی ایذائیں پہونچاتے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بے دینوں کی زد و کوب اور بیجا سختی کی وجہہ کئی بچے اثناء سفر میں ہلاک ہوگئے۔ اونٹوں کو بعض وقت اس تیزی سے ہانکتے تھے کہ بچے اونٹوں سے گر کر ضائع ہوجاتے تھے۔ ہم چند منازل کے واقعات بیان کرتے ہیں جن سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوگی اور اس پر مزید روشنی پڑے گی۔

بحر المصائب میں مسطور ہے کہ جب اہل بیتؑ موصل پر پہونچے تو شہر کے لوگ تماشہ بینی کے لئے نکل آئے اور ان کا ہجوم دیکھ کر جناب زینبؑ بیحد متاثر و مغموم ہوئیں اور گریہ فرمایا اور اس مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا" اے یزید یو تم نے خدا کو بھلا دیا ایسا کہ خدا نے تمہارے لئے کوئی دین و آئین ہی نہیں بھیجا تھا اور رسول اللہؐ نے اس کو تم تک نہ پہونچایا تھا اور تم سے روز قیامت حساب و کتاب نہ ہوگا۔

قسم خدا کی تم بد ترین قوم ہو اور تم پر دنیا میں نکبت نازل ہوگی اور آخرت میں تم کو عذاب شدید میں مبتلا ہونا ہے"

بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ منزل سناباد میں جنگ ہوی - اہل سناباد دوستان آل رسولؐ سے تھے اور انہوں نے فوج اشقیاء پر حملہ کر دیا چند اشقیاء واصل جہنم ہوئے اور باقی اہل بیتؑ کو لے کر بچ کر نکل گئے - اسی طرح اہل بیسجر کو جب خبر ہوی کہ امام حسینؑ شہید کر دئے گئے اور آپ کا لٹا ہوا قافلہ آ رہا ہے تو بوڑھے بچے جوان سب یکدل ہو کر شہر سے باہر نکل آئے اشقیاء پر حملہ کیا جنگ ہوئی -

ابو اسحٰق اسفرائنی نے کتاب نور العین میں روایت لکھی ہے کہ جب اہل بیتؑ کا قافلہ شہر حصن کے قریب پہونچا تو اہل شہر آل رسولؐ کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور شدت کی لڑائی ہوئی - بچوں کی بیقراری اور دہشت دیکھ کر جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے یزیدیوں سے کہا کہ آخر تم لوگ کب تک ہم کو ان مصائب و آفات میں مبتلا رکھو گے -

کتاب سرور المومنین میں ہے کہ جب قافلہ عسقلان کے قریب پہونچا تو ایسی گرم ہوائیں چلیں کہ مرغ و ماہی جل بھن کر رہ گئے ابن زیاد کے لشکر والے اپنے گھوڑوں کو لے کر پانی میں داخل ہو گئے اور گھوڑو

پر پانی ڈالا۔ اہل بیتؑ اور اُن کے بچوں کے لئے جو شدت گرمی اور
پیاس سے جھلس رہے تھے پانی کا کوئی انتظام واہتمام نہیں کیا۔ اِس
پریشانی اور حیرانی میں ایک صاجزادی جن کا اسم مبارک فاطمہ تھا روتی
ہوئی ایک سایہ دار درخت کے نیچے پناہ لیں۔ قافلہ دوپہر کے بعد روانہ ہوگیا
اور کسی کو اس بی بی کا خیال نہ رہا اور یہہ وہیں چھوٹ گئیں۔ تھوڑی دور جانے کے
بعد جناب زینبؑ کو معلوم ہوا کہ صاجزادی چھوٹ گئیں۔ آپ رونے لگیں
اور لشکر ابن زیاد کو کہا یا قوم باللہ علیکم اصبروا ھنیۃ فقد افتقدت
ابنۃ اخی وقرۃ عینی (اے قوم میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ تھوڑی
دیر ٹھیر جاؤ اس لئے کہ میرے بھائی کی لڑکی میری قرۃ العین کھوگئی ہے) جناب
زینبؑ کی یہہ صدا سنتے ہی اہل بیتؑ میں کہرام بپا ہوگیا۔ سرداران لشکر
آپس میں کہنے لگے کہ ٹھیرو اور لڑکی کو تلاش کر کے لاؤ۔ اگر لڑکی نہ ملیگی تو خدا
کی قسم زینبؑ رسول اللہؐ کی نواسی عالم کو زیر وزبر کردیں گی اور ان کا ایسا
کرنا حق بجانب ہوگا۔ لشکر سے ایک شخص جس کا نام زجر بن قیس تھا آگے بڑھا
اور سرداران لشکر سے کہا میں اس صاجزادی کو ڈھونڈکر لاتا ہوں اس کو اجازت
ملی اور وہ چلا۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ ہوگیا۔ جب ہم منزل
عسقلان کے قریب پہونچے تو ہم نے عجیب منظر دیکھا کہ صاجزادی اپنا سر
ہاتھوں سے پکڑے حیران وپریشان چاروں طرف دیکھتی ہیں ادہر اودہر

دوڑتی ہیں اور پھر تھک کر بیٹھ جاتی ہیں اور کہتی ہیں یا عماہ یا عمتاہ یا اباہ یا اختاہ یا اخاہ (اے چچا اے پھپی - اے بابا - اے بہن - اے بھائی) پھر اُٹھ کر چلنے لگتی تھک کر ریگ گرم پر گر جاتی ہیں اور اپنے پاؤں کو ہاتھوں سے دبانے لگتی ہیں - راوی کہتا ہے کہ صاجزادی کا یہہ حال دیکھ کر میں بیحد متاثر ہوا - زجر ملعون تازیانہ لے کر صاجزادی کے قریب آیا ڈرانے دہمکانے لگا صاجزادی خائف ہو کر بھاگنے لگیں میں نے زجر شقی کو کہا وائے ہو تجھ پر کیا تو دیکھتا نہیں کہ صاجزادی خستہ ہو گئی ہیں گرمی کی شدت اور پیاس سے ان کے ہونٹ منہ خشک ہو گئے ہیں اور پھر انہیں تازیانہ دیکھا کر ڈراتا دہمکاتا ہے ! صاجزادی میرے یہہ کلمات سن کر واضیعتاہ واعلیا وا ابتاہ کہتی ہوئیں میرے طرف دوڑیں اور فرمانے لگیں " میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی ہوں اگر تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنے عزیز و اقارب یعنی پھپی - بہنوں کو پھر ایک بار دیکھ لوں - میں نے صاجزادی کو تسلی و دلاسہ دیا اطمینان دلایا کہ خوف نہ کریں اور بکمال مہربانی اور آرام کے ساتھ ان کو واپس لا کر جناب زینبؑ کے پاس پہونچا دیا - صاحب طراز المذہب اس روایت کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ " یہہ روایت ضعیف اور غیر صحیح معلوم ہوتی ہے عسقلان سے اہل بیتؑ کے قافلہ

کا گذرنا بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

ہمارے خیال میں بھی یہہ روایت صحیح نہیں پہلے تو جناب فاطمہ
اس قدر کم سن نہ تھیں کہ قافلہ کی روانگی کے وقت اس طرح خاموش بیٹھی رہتیں
اور چھوٹ جاتیں۔ دوسرے یہہ کہ عقل سلیم اس چیز کو مان نہیں سکتی کہ
اس دار و گیر اور پریشانی کے عالم میں بی بیاں اور بچے ادھر اُدھر منتشر
ہو جاتے ہونگے بلکہ سب یک جگہہ اپنے بزرگ خاندان جناب
زینبؑ کے اطراف جمع ہو جایا کرتے ہوں گے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے
یہہ مان لیا جائے کہ صاحبزادی فاطمہ بنت الحسینؑ واقعی چھوٹ گئیں تو
ہم تصور ہی نہیں کر سکتے کہ جناب زینبؑ اس بات کو گوارا فرمائی ہونگی
کہ آپ کی تلاش میں ایک اجنبی شخص کو جو مخالفین سے ہو تنہا روانہ کیا
جائے بلکہ خود واپس جاتیں یا اقلاً جناب فضہ کو روانہ فرماتیں۔ اس کا امکان
بھی ہے کہ روایت کا پہلا حصہ یعنی صاحبزادی کا چھوٹ جانا صحیح ہو
اور آخری حصہ میں غلطی واقع ہوئی۔ بہرحال یہہ روایت کچھ زیادہ قابل
اعتنا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بحر المصائب میں روایت ہے کہ راستہ میں ایک مقام پر
جناب امام حسن علیہ السّلام کی ایک صاحبزادی اونٹ پر سے گر گئیں اور
جناب زینبؑ کو پکارنے لگیں یا عتماہ یا زینباہ (اے پھپی

اے زینبؑ) یہہ آواز سُن کر جناب زینبؑ اونٹ پر سے کود پڑیں اور دیکھا کہ صاحبزادی کو اونٹوں کے پاؤں سے صدمات پہونچے ہیں اور غشی طاری ہے تو کہتے ہوئے کہ وا ضیعتاہ وا غربتاہ وا محنتاہ۔ (ہائے تباہی۔ ہائے غربت۔ ہائے مصیبت) صاحبزادی کو اُٹھائیں اور اونٹ پر سوار کیں۔

یاقوت الحموی اپنی کتاب معجم البلدان لکھتے ہیں:۔

"جوشن ایک پہاڑ ہے حلب کے غربی سمت اور یہاں تانبے کی کان ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کان اس دن سے خراب ہوگئی جب کہ عراق سے دمشق جاتے ہوئے اہل بیت حسینی کا قافلہ اس طرف سے گذرا تھا۔ اس وقت ازواج حسینؑ میں سے کوئی معظمہ حاملہ تھیں لیکن تعب سفر کی وجہ اس مقام پر اسقاط ہوگیا۔ اس بی بی نے وہاں کے لوگوں سے پانی مانگا ان لوگوں نے نہیں دیا۔ اس پر ان مظلومہ نے بد دعا کی اس وقت سے معدن سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ پہاڑ کے سامنے مزار ہے جو "مشہد سقط" کے نام سے مشہور ہے اور اس نیچے

کا نام محسن بن حسینؑ تھا۔" (ماخوذ از "شہید انسانیت")

تکریت میں پہلے تو یزیدی پروپگنڈا کی وجہ لوگوں نے یہہ سمجھا کہ کسی خارجی نے حکومت کے خلاف خروج کیا تھا یہ ان ہی کے سر ہیں جن کی تشہیر کیجا رہی اور یہہ قیدی بھی اس ہی کہ لوگ ہیں اس لئے انہوں نے بازاروں کو سجا کر استقبال کرنا چاہا لیکن ایک عیسائی نے ان سے کہدیا کہ میں کوفہ میں تھا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہہ سر تمھارے نبیؐ کے نواسے کا ہے اور یہہ ان ہی کہ اہل بیت ہیں جو قید کئے گئے ہیں یہہ سُن کر تکریت کے مسلمان اور عیسائی یزیدیوں سے لڑنے آمادہ ہو گئے یزیدیوں کو جب یہہ معلوم ہوا تو راستہ بدل دیا اور معرۃ النعمان کے طرف چل دیئے۔ مقام شیرز اور قلعہ کفرطاب میں بھی مزاحمت کی گئی سیبور کے لوگوں نے بھی مقابلہ کیا اور جناب ام کلثوم نے ان لوگوں کو ان الفاظ میں دعائے خیر دی" خدایا تو ان کے چشموں کو میٹھا کر۔ گرانی ان کے یہاں سے دور کر اور ظالموں کے شکنجہ سے انہیں نجات دے۔"

اہالی حمص نے یزیدیوں سے باقاعدہ جنگ کی اور چھبیس[26] یزیدیوں کو قتل کیا۔

مقام حران میں یحییٰ حرانی ایک عیسائی راہب نے یزیدیوں سے جنگ کی اور شہید ہوا۔

یہہ مختصر واقعات ہیں ان مصائب کے جو اہل بیتؑ طاہرین کو اس سفر میں پیش آئے۔ کتب تاریخ و مقاتل میں روایات کی کثرت ہے۔ منازل کے ناموں میں اختلاف ہے۔ اثناء سفر میں جو واقعات پیش آئے ان کے متعلق بھی راویوں میں اختلاف ہے۔ اثناء سفر میں سر مقدس سید الشہدا علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے معجزات و کرامات کا صادر ہونا بھی بتایا گیا ہے۔ اب تیقن کے ساتھ بتانا مشکل ہے کہ کون سے منازل صحیح ہیں اور کون غلط اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ مقامات جن کے نام تواریخ میں بتائے گئے ان میں سے بعض مٹ گئے ہوں۔ اسی طرح جو راستے اس وقت اختیار کئے جاتے تھے ان میں تبدیل ہو گئی ہو۔

کوفہ سے دمشق تک سفر کتنے روز میں طے ہوا اس کے متعلق بھی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں چالیس روز بتائے گئے ہیں جس کو صاحب طراز المذہب غیر صحیح قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کیوں کہ فاصلہ بیس منزلوں سے زائد تھا اگر اتنی سرعت کیساتھ سفر کیا جاتا کہ چالیس روز میں ختم ہو تو بیمار علیؑ ابن الحسینؑ۔ بی بیوں اور بچوں کی ہلاکت کا باعث ہوتا لیکن کوئی ہلاکت واقع نہیں ہوئی۔ سب صحیح و سلامت دمشق پہونچے اور پھر مدینہ واپس آئے۔ ہم کو صاحب طراز المذہب کہ اس خیال سے اتفاق نہیں۔ انہوں نے

کچھ حسن ظن سے کام لیا ہے۔ ہماری نظر سے تو ایسی روایات گذری ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لشکر ابن زیاد اور خود یزید علیہ اللعن کو جلدی تھی اور یہہ سب اشقیاء چاہتے تھے کہ جلدتر اہل بیتؑ دمشق پہونچ جائیں اس لئے بڑی تیز رفتاری کیساتھ قافلہ کو چلایا جاتا تھا اور اس وجہہ سے اہل بیتؑ کے متعدد بچے اونٹوں پر سے گر گر کر جان بحق ہوئے اور راستہ کے بازو انہیں دفن کر دیا گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جن راستوں سے اہل بیتؑ گذرے ہیں بعض مقامات پر راستوں سے متصل اہل بیتؑ کے بچوں کی قبور پائی گئیں ۔ اور پھر اس خیال سے کہ راستہ میں وہ قبائل اور شہروں کے باشندے جو دوستان اہل بیتؑ ہیں مزاحمت و جنگ نہ کریں حتی الامکان ان بزرگواروں کو نامعلوم و غیر معروف راستوں سے لے گئے جو ان کے لئے باعث تکلیف و زحمت ہوا۔ کھانے پینے کی بڑی تکلیف رہی ۔ گھنٹوں اہل بیتؑ پیاسے رہتے تھے ۔ ہم نے بغداد سے دمشق تک موٹر بس میں سفر کیا ہے۔ یہہ فاصلہ تقریباً چھ سو میل کا ہے ۔ اس کا نصف حصہ صحرائے لق و دق ہے جو نقشہ میں صحرائے شام کے نام سے موسوم ہے ۔ اس میں کوسوں تک سوائے ریت کے آب و گیاہ کا نام و نشان نہیں ۔ قطرہ آب کہیں نظر نہیں آتا۔ موٹر بس میں ایک چھوٹی ٹانکی میں پانی رکھہ لیا جاتا ہے اور بڑی احتیاط کیساتھ مسافرین کو ایک ایک گلاس وقت ضرورت دیا جاتا

ہے۔حقیر کو نماز مغرب تیمم سے ادا کرنی پڑی وضو کے لئے پانی میسر نہ آسکا۔ اگر بعض وقت راستہ بھول کر موٹر ذرا بھی راستہ سے نکل جاتی ہے تو پھر مسافرین کو بھوک و پیاس سے ہلاک ہو جانیکے سوائے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا۔چنانچہ ایسے واقعات پیش آئے ہیں اور آتے رہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ کوفہ سے دمشق تک تین روز میں سفر طے ہوا۔ یہہ ایک ایسی مہمل بات ہے کہ اس کا ذکر ہی فضول و بیکار ہے ۔بقول صاحب طراز المذہب اگر کوفہ سے دمشق تک ایک خط مستقیم قائم کیا جاکر اس پر سے عبور کیا جاتا تو بھی ناممکن تھا کہ یہہ فاصلہ تین روز میں طے ہوتا ۔معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رواۃ جنہوں نے ایسا لکھا جاہل مطلق تھے جنہیں فاصلہ و وقت کا کچھ اندازہ ہی نہ تھا۔

ہمارے خیال میں یہہ سفر تقریباً ایک ماہ میں طے کیا گیا ہوگا۔ہمارے اس خیال کی تائید سہل کی اس روایت سے ہوتی ہے جو کتاب مفتاح البکا میں درج ہے اس میں سہل کہتا ہے کہ کوفہ سے دمشق کو ہم بیس روز میں پہونچے یاد رہے کہ یہہ سہل وہی شخص ہے جو کوفہ سے اہل بیتؑ کے قافلہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔

کامل بھائی میں ہے کہ اہل بیتؑ ۱۶ سولہ ربیع الاول کو دمشق پہونچے

۱۸ر صفر کو کوفہ سے روانہ ہونا ثابت ہے تو گویا اٹھائیس دن میں سفر ختم ہوا۔ اور یہی قرین عقل اور صحیح ہے

باب (۱۳)

حالات و واقعات دمشق

تاریخ ورود دمشق — اہل بیتؑ دمشق کس تاریخ پہونچے اس کے متعلق بھی مورخین میں اختلاف ہے۔ (۱) کامل بھائی میں روز چہارشنبہ سولہ ۱۶ ربیع الاول لکھا ہے۔ (۲) بعض روایات کے مطابق روز چہارشنبہ ستائیس ۲۷ محرم طلوع آفتاب کے وقت اہل بیت اطہار دمشق پہونچے ہیں۔ تاریخ ستائیس ۲۷ محرم ہمارے خیال میں قطعاً غلط ہے اس لئے کہ اکثر روایات سے (جن کا مفصل ذکر اوپر کیا گیا) ثابت ہوتا ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد ۱۱ر محرم کو عمر ابن سعد کربلاء سے مع اہل بیتؑ کوفہ کو روانہ ہوا اور اہل بیتؑ اطہار ۱۸ر صفر تک کوفہ کے زندان میں رہے۔ جب ابن زیاد کو یزید کا خط ملا تو اس نے سترہ ۱۷ صفر یا اٹھارہ ۱۸ صفر کو اہل بیتؑ کو دمشق روانہ کیا۔

اہل بیتؑ کربلا، آئے اور بیس صفر تک یہاں رہے مجلس عزا برپا کی اور بیس صفر کو کربلاء سے روانہ ہوئے۔ ممکن نہیں کہ اونٹوں کے ذریعہ کربلاء سے دمشق تک چھ سومیل کا فاصلہ ساتھ روز میں طے ہوتا ہے۔

طبرسی کی روایت ہے کہ یکم ربیع الاول کو علی الصباح اہل بیت طاہرین وارد دمشق ہوئے اور بنی امیہ نے اس دن یعنی یکم ربیع الاول کو یوم العید قرار دیا ہمارے خیال میں سولہ ربیع الاول صحیح تاریخ معلوم ہوتی ہے اور صاحب طراز المذہب بھی اسی کو صحیح سمجھتے ہیں۔

طراز المذہب میں روایت ہے کہ جب ابن زیاد کی فوج اہل بیتؑ کو لئے ہوئے دمشق سے چار فرسخ کے فاصلہ پر پہونچی تو یہاں ٹھیر گئی اور ایک جگہ اہل بیتؑ کو اُتار دیا گیا اور شہر میں داخل ہونے کی یزید سے اجازت طلب کی گئی۔ یزید علیہ اللعن ایک دن مقرر کیا اور اس دن اہل بیتؑ کو دمشق لانے کا حکم دیا۔ جس روز اہل بیتؑ کا دمشق میں داخلہ ہوا تو اہالیان شہر بڑے اژدحام۔ احتشام اور آلات لہو ولعب و فسق فجور کے ساتھ شادان وخرمان اہل بیت رسولؐ کا تماشہ دیکھنے جمع ہوئے البتہ چند عاقل وغیور لوگوں نے اہل بیت اطہار۔ عترت رسولؐ دختران حیدر کرار کی حالت زار پر نالہ وگریہ کیا۔ لکھا ہے کہ اہل شہر اہل بیتؑ پر ٹوٹ پڑے تھے بچوں اور بی بیوں کو کھانے کی چیزیں

دیتے تھے اور جناب زینبؑ ان لوگوں کو دور کرتیں اور صدقہ دینے سے روکتی تھیں اور فرماتی تھیں ویحکم ایھا القوم الظالمون اما تستحیون من اللہ العظیم ولا تخافون (افسوس ہے تم پر اے قوم ظالمین کیا تم خدا سے شرماتے اور ڈرتے نہیں)

کتب اخبار میں ہے کہ جب اہل بیت شہر دمشق میں داخل ہونے لگے تو جناب زینبؑ اور بروایتی جناب ام کلثومؑ نے شمر ملعون سے فرمایا اذا دخلت بنا البلد فاحملنا فی درب قلیل النظارۃ وتقدم الیھم وقل ان یخرجوا ھذہ الرؤس من بین المحامل وینحوھا عنا فقد خزینا من کثرۃ النظر الینا ونحن فی ھذہ الحالۃ (جب ہم کو شہر میں داخل کیا جائے تو ایسے دروازہ سے لے چل جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہو اور ان لوگوں سے کہدے کہ سرہائے شہدا محملوں سے دور لیجائیں۔ لوگوں کے ہم کو دیکھنے سے ہم بہت کچھ رسوا ہو چکے ہیں اور ہماری حالت ایسی ہے) شمر ملعون نے اس ارشاد کی پروا نہیں کی اس کے برخلاف عمل کیا اور ایسے دروازہ سے داخل کیا جہاں مجمع کثیر تھا اور سرہائے شہدا کو محملوں سے اور قریب کرادیا۔

خدا کی عجیب قدرت ہے کہ اب دمشق میں یزید پلید کے محلّات

کا پتہ نہیں ہے اِنکی اینٹ سے اینٹ بج گئی ۔ البتہ وہ مقامات بتائے جاتے ہیں جہاں اس کے محلات تھے وہاں اب اہل شہر کے مکانات وغیرہ ہیں لیکن وہ آہنی دروازہ جس میں سے اہل بیت داخل ہوئے تھے اب تک موجود ہے جو باب الداخلہ کہا جاتا ہے اور اہل شہر کہتے ہیں کہ یہہ اسی وقت کا دروازہ ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

اسرار الشہادت میں سہل کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ لوگ باب الخیزران پر جمع تھے اور میں بھی وہاں کھڑا تھا ناگاہ دیکھا کہ اٹھارہ سر نیزوں پر بلند نمایاں ہوئے ۔ اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر اہل بیت رسولؐ سوار تھے ۔ جس نیزہ پر سر مبارک امام حسین تھا وہ نیزہ شمر شقی اٹھائے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا انا صاحب الرمح الطویل انا صاحب الدین انا قتلت ابن سید الوصیین داتیت الیٰ یزید امیر المومنین (میں طویل نیزہ رکھنے والا ہوں ۔ میں دین حق پر ہوں ۔ میں نے قتل کیا ہے سید الوصیین کے بیٹے کو اور ان کا سر لایا ہے یزید امیر المومنین کے پاس) جناب ام کلثومؑ نے شمر کا یہہ کلام سُن کر اِس شقی سے کہا کذبت یا لعین ابن اللعین الا لعنۃ اللہ علیٰ قوم الظالمین یا ویلک تفتخر علی یزید الملعون ابن الملعون بقتل من ناغاہ جبرئیل ومیکائیل ومن اسمہ مکتوب علی سرادق

عرش رب العالمین ومن ختم اللہ نبوتہ بجدہ سیّد المرسلین وقمع یابیہ مواد المشرکین فمن این مثل جدّی محمدا المصطفیٰ وابی علی المرتضیٰ وامی فاطمۃ الزھراء صلوٰات اللہ اجمعین والےلعین پسرلعین توجھوٹا ہے اورجھوٹوں پرخدا کی لعنت ہے ۔ وائے ہو تجھ پر تو یزید ملعون پر فخرو ناز کرتا ہے ۔ حالانکہ تو ایسی مقدس ہستی کے قتل کا مرتکب ہوا ہے جس کا جھولا جبرئیل ومیکائیل ہلاتے تھے اور جن کا اسم گرامی سرادق عرش پر لکھا ہوا ہے جن کے نانا پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی ۔ جن کے پدر بزرگوار نے مشرکین کا قلع قمع کیا ۔ کہاں ہے کوئی مثل میرے نانا محمد مصطفیٰؐ ۔ میرے باپ علی مرتضیٰؑ ۔ میری ماں فاطمۃ الزہراؑ کے ۔ اللہ کی صلوٰۃ و درود ہو ان سب پر)

سہل کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میرا ایک نصرانی (عیسائی) دوست مجمع میں اس وقت میرے ساتھ تھا جو بیت المقدس جانے کے لئے دمشق آیا تھا اور اپنے زیر جامہ کے نیچے تلوار حمائل کئے تھا ۔ خدا نے اس کے دل کی آنکھوں میں بصیرت و روشنی عطا کی ۔ جب اس نے سر مقدس حضرت سیدا لشہداء سے نور ساطع دیکھا اور آپ کو یہہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ

الظالمون (تم یہہ مت گمان کرو کہ خدا غافل ہے ظالموں کے افعال وکردار سے) تلاوت فرماتے سنا تو بیساختہ کلمہ شہادتین اسکی زبان سے جاری ہوا اشہد ان لا الہٰ الاّ اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمد اعبدہ ورسولہٗ اور تلوار کھینچ کر قوم اشقیا پر حملہ کر دیا اور ملاعین کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ لوگون نے اس کو گہیر کر شہید کر دیا ۔ جناب ام کلثوم نے مجھ سے شور وغل کی وجہہ دریافت فرمائی تو میں نے واقعہ بیان کیا اس پر آپ نے فرمایا واعجبا النصاریٰ یحتشمون الدین الاسلام وامۃ محمد الذین یزعمون علیٰ دین محمد یقتلون اولادہ ویسبون حریمہ ولکنّ العاقبۃ للمتقین وماظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون (مقام حیرت وتعجب ہے کہ عیسائی تو دین اسلام کی عزت وحرمت کریں لیکن امّت محمدی جو خود کو دین وآئین محمّد کی پیرو سمجھتی ہے ان کی اولاد کو قتل کرتی اور ان کے اہل حرم کو قید کرتی ہے لیکن نیک انجام متقین کے لئے ہے ۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ پر ظلم کیا) تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں کا صرف اسی وقت یہہ رنگ نہیں تھا بلکہ ہر قرن وہر دور میں بکثرت ایسے مسلمان پائے گئے اور اب بھی پائے جاتے ہیں جو اشہد ان محمّد رسول اللہ تو کہتے ہیں لیکن محمّد کی آل سے

بغض و عناد رکھتے ہیں۔

منہال میں عمر کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں دمشق میں دیکھا کہ سر مبارک امام حسینؑ نیزہ پر لیجا رہے تھے ایک شخص آپ کے سر مبارک کے آگے سورۂ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیۃ پر پہونچا ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا کیا تم گمان کرتے ہو اے رسول کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب و غریب آیات (نشانیاں) ہیں۔ تو اِس وقت لبہائے مبارک حضرت سیّد الشہدا متحرک ہوئے اور آپ نے فرمایا امری اعجب منہا (میرا معاملہ اس سے عجیب تر ہے)

بحر المصائب میں روایت ہے کہ جب اہل بیت اطہارؑ دمشق میں داخل ہوئے تو جناب زینب علیہ السّلام نے جناب فضہؑ کے ذریعہ شمر شقی کو طلب کیا اور حضرت عباسؑ کی قرابت کا جو آپ کی والدہ کی طرف سے تھا واسطہ دے کر فرمایا کہ وہ اشقیاء کو منع کرے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کو زدوکوب نہ کریں کیوں کہ آپ علیل ہیں اور یہہ کہ سر اقدس حضرت سید الشہدا علیہ السّلام آپ کی محمل سے دور کردیں اس لئے کہ صاحبزادی سکینہ بنت الحسینؑ سر مبارک کو دیکھ کر بہت روتی ہیں۔ قریب ہے کہ رو رو کر

ہلاک ہو جائیں۔ شمر ملعون آپ کے اس ارشاد کی تعمیل سے انکار کیا۔ جناب زینبؑ نے گریہ فرمایا اور اپنا سر اس زور سے چوب محمل پر دے مارا کہ خون جاری ہو گیا۔

صاحب طراز المذہب یہہ روایت لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ جناب زینبؑ علیہا السّلام کی شان اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع تھی کہ شمر ملعون جیسے سنگدل۔ ظالم و کافر کو حضرت عباسؑ کی قرابت کا واسطہ دیتیں اور اس سے مراعات و رعایت کی طالب ہوتیں۔ اس دشمن خدا اور رسولؐ کی شقاوت اور عداوت سے آپ بخوبی واقف تھیں اور جانتی تھیں کہ اس شقی سے کبھی بھی رعایت اور مروت کی توقع کرنا بیکار ہے۔ جناب زینبؑ کا چوب محمل سے سر دے مارنا بھی خلاف عقل و قیاس ہے۔

صاحب طراز المذہب کی رائے سے ہم کو اتفاق ہے۔ یہہ روایت موضوعہ اور مخالفین اہل بیتؑ کی وضع کردہ ہے جو شیعہ کتب میں داخل ہو گئی۔ جناب عباسؑ کی شمر سے قرابت اور رشتہ داری کا مسئلہ بھی جھوٹ اور من گھڑت ہے۔

ممکن ہے کہ اس روایت کا صرف یہہ حصہ صحیح ہو کہ جناب

سکینہ سلام اللہ علیہا کی بیقراری اور شدت گریہ وزاری سے متاثر ہو کر جناب زینبؑ نے شمر ملعون کو فرمایا ہو کہ سر اقدس حضرت سید الشہداءؑ آپ کے اونٹ سے دور رکھے دوسرے واقعات کا راوی نے اپنے طرف سے اضافہ کر دیا یا مرور ایام کی وجہ اصل روایت میں داخل ہو گئے۔ مقاتل اور تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب زینبؑ نے بلاؤں و مصائب کو بڑے صبر و استقلال کے ساتھ برداشت فرمایا ہے اور حتی الوسع سکوت وسکینہ و وقار سے کام لیا۔ بہت کم کلام فرماتی تھیں اور شکوہ شکایت سے احتراز فرماتی تھیں۔

بروایت صدوق اور ابن بابویہ جناب فاطمہؑ سے منقول ہے کہ جب یزید کو اہل بیتؑ کے دمشق پہونچنے کی اطلاع ہوئی تو اس مردود نے حکم دیا کہ سب کو ایک ایسے مکان میں رکھا جائے جو مسقف نہ ہوتا دھوپ و سردی سے محفوظ نہ رہیں۔ یزید نے جن الفاظ میں یہہ حکم دیا وہ قابل ذکر ہیں اس لئے کہ ان سے اس شقی ازلی کی خاندان رسولؐ سے شدید عداوت اور اسکی انتقامی اسپرٹ ظاہر ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مظلوم اہل بیتؑ کے لئے ایک دقیقہ کے لئے بھی اس کے دل میں رحم پیدا

نہیں ہوا ۔ الفاظ یہہ ہیں ؛ ۔لا یکفهن من حر ولا یقیهن من برد حتیٰ تقشعر وجوههن ۔

(ایسے بے سایہ مکان میں رکھا جائے کہ دہوپ کی طپش اور سردی کے اثر سے محفوظ نہ رہیں یہاں تک کہ ان کے چہروں کی کھال نکل آئے)

میر انیس اعلی اللہ مقامہ نے اس خرابہ کی تصویر الفاظ میں یوں کھینچی ہے ۔ کہتے ہیں ۔

کیجے شکستگی خرابے کا کیا بیان ٭ ثابت نہ جس میں سقف نہ در نہ سایبان اور
وحشت کا گھر اس کی جا خوف کا مکان ٭ وہ شب کہ الحذر وہ اندھیرا کہ الامان

ظلمت کدائے گور تھی زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گذر نہ تھا

فاضل کاشفی لکھتے ہیں کہ بروایتے آل رسولؐ کو صبح کے وقت دمشق میں داخل کیا گیا اس لئے کہ بالعموم صبح میں اہل شہر کا ہجوم زیادہ ہوتا تھا اہل بیت کو تمام دن شہر میں گشت کرایا گیا اور قریب غروب آفتاب یعنی سر مغرب یہہ بزرگوار یزید کی محل سرا کے قریب لائے گئے ۔ چونکہ ان بزرگواروں کو اس وقت اس ملعون کے پاس لیجانا ممکن نہ تھا اس لئے ایک خرابہ میں رات کو ٹھیرا دئے گئے ۔

یہہ خرابہ اب تک شہر دمشق میں ہے جناب سکینہؑ کی ضریح اسی سے متصل کمرہ میں ہے ۔ جو زوّار جناب سکینہؑ کی زیارت کرتے ہیں تو اس خرابہ میں بھی جاتے اور آہ و بکا کرتے ہیں ۔

"دمشق کم و بیش تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ برس سے بنی امیہ کا مرکز حکومت اور موجودہ بادشاہ (یزید) کا پایۂ تخت تھا جس میں مختلف نسل اور مختلف مذہب کے لوگ بہ کثرت آباد تھے اور گویا غیرت مند مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم افراد کی ایک کافی تعداد بھی بنی عربی کی اولاد اور ذرّیت کی اس در بدری اور برہنہ سری کا مشاہدہ کرنے کے لئے موجود تھی ۔ شہر کی دُکانیں بند تھیں اور دربار کے لئے اذن عام تھا ۔ قوت امارت اور شان و شوکت کا انتہائی مظاہرہ کیا گیا تھا شہر کے پہلے دروازہ سے یہ قافلہ داخل کیا گیا تھا اور اس دروازہ کے پاس جو دربار شاہی سے قریب تھا روک دیا گیا وہاں

کافی دیر ٹھرائے جانے کے بعد اسے اذن
حضوری ملا (ماخوذ از "ثانی زہرا")
صاحب "شہید انسانیت" لکھتے ہیں :۔

جس دن اہل حرم کا قافلہ دمشق میں داخل ہوا ہے
اس دن وہاں کے بازار خاص اہتمام سے سجائے
گئے تھے ۔ تمام شہر میں آئینہ بندی کی گئی
تھی فتح کے شادیانے بجائے جا رہے
تھے ۔ ہر طرف سے چنگ و رباب کی آوازیں
آ رہی تھیں ۔ لباس عید سے لوگ آراستہ
تھے ۔ نو وارد تو دیکھ کر سمجھتے تھے کہ شامیوں
کی آج کوئی خاص عید ہے ۔ مجمع کی کثرت
تھی کہ باوجود اس کے آفتاب نکلنے کے ساتھ
ہی اسیران آل محمد دمشق میں داخل کئے گئے
تھے لیکن زوال کے وقت تک دربار یزید
میں پہونچ سکے تھے جس وقت یہ قافلہ بازار
سے گذر رہا تھا ابراہیم بن طلحہ (جنگ جمل کے
ایک مشہور افسر طلحہ کے فرزند) نے حضرت سجادؑ

سے طنزاً پوچھا" اے فرزند حسینؑ کس کو فتح
ہوی؟ حضرت نے جواب میں فرمایا" تم کو اگر
معلوم کرنا ہے کہ کس کو فتح ہوئی تو جب نماز
کا وقت آئے اور اذان و اقامت کہنا
اس وقت معلوم کر لینا کہ کس کو فتح ہوئی"۔

اس مسئلہ پر کہ جب اہل بیت اطہار دمشق میں داخل
ہوئے تو شتر ہائے بے کجاوہ پر بے نقاب تھے یا نہیں صاحب
طراز المذہب نے تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہہ ہے۔
صاحبان عقل و دانش کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہہ جو روایات ہیں
کہ اہل بیتؑ بے پردہ کھلے چہروں کے ساتھ دمشق میں لائے
گئے تو ہمارا خیال یہہ ہے کہ یقیناً جناب زینبؑ۔ جناب ام
کلثوم اور دوسرے مخدرات عصمت و طہارت کے ساتھ ایسا
نہ کیا گیا ہوگا بلکہ جیسا کہ ہم نے کہیں اور اشارہ کیا ہے یہہ مخدرات
محملوں میں پس پردہ ہوں گی۔ بعض روایات میں اس کی
تصریح بھی ہے۔ اگر کھلے منہ اور بے پردہ تھے تو کمسن لڑکیاں
اصحاب و انصار کی بی بیاں اور کنیزیں تھیں۔ رسول اللہؐ کی
بیٹیوں اور مخدرات طہارت کو دوسری عورتوں کے موافق

نہ سمجھنا چاہیئے ۔ بے دینوں اور خائنوں کی آنکھیں ان کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں اشقیاء کی مجال نہ تھی کہ ناموس نبیؐ پر نظر ڈال سکتے ۔ شعاع آفتاب کی روشنی کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن خود آفتاب کو نہیں دیکھا جا سکتا اس لئے کہ آفتاب کو دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں ۔ بینائی زائل ہو جاتی ہے ۔ اہل بیت طاہرین کی شعاعوں سے زمین و آسمان منور تھے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا نہ کہ خود ان کا دیدار ممکن تھا ۔ آیہ تطہیر اس کی دلیل ہے ۔ سُہل کی روایت ہے یہہ کہتا ہے واللہ ما نظر الیکم بریبتہ (خدا کی قسم نہیں دیکھا تم کو اے اہل بیت لوگوں میں سے کسی نے بھی) یہہ صاحب طراز المذہب کی رائے ہے لیکن ہمیں اس سے اتفاق نہیں اس لئے کہ متعدد روایات اس کے خلاف ہیں ۔

جلاء العینین فی سیرۃ علیؑ ابن الحسینؑ میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ (امام زین العابدینؑ) نے فرمایا کہ جب ہم کو یزید پلید کے پاس شام لے جا رہے تھے تو مجھے شتر برہنہ پر سوار کیا تھا اور سب اہل بیتؑ شتران برہنہ پر سوار

میرے پیچھے تھے۔ میرے پدر بزرگوار کا سر مقدس نیزہ پر بلند میرے اونٹ کے سامنے تھا اور ان کافروں نے ہمارے گرد حلقہ بنا رکھا تھا اور ہم میں سے جس کسی کے آنکھ سے آنسو رواں ہوتے دیکھتے تھے تو نیزے سر پر مارتے تھے۔ بایں حال ہم دمشق پہونچے۔ جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو ایک ملعون ندا دے رہا تھا کہ یہہ ملاعین اسیران اہل بیت رسولؐ ہیں (معاذ اللہ)

کیفیت داخلہ اہل بیتؑ بہ مجلس یزید علیہ اللعن

اہل بیت کے یزید کی مجلس میں آنے کے متعلق تواریخ و مقاتل میں مختلف اور متضاد روائتیں پائی جاتی ہیں اور جو مکالمات ہوئے اس میں بھی اختلاف ہے مختلف روایات کے دیکھنے اور جانچنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیت کا داخلہ مجلس یزید میں ایک دفعہ نہیں ہوا بلکہ اثنائے قیام دمشق میں ان بزرگواروں کو یزید نے متعدد دفعہ اپنی مجلسوں میں طلب کیا۔ کبھی عام مجلس میں تو کبھی خاص ایسی مجلس میں جہاں وہ اور اس کے چند اعزا اور مصاحبین خاص ہوتے تھے۔ اہل بیتؑ اور یزید کے درمیان جو مکالمات ہوئے وہ بھی ان مختلف ملاقاتوں میں ہوئے نہ کہ ایک دفعہ ایک ہی ملاقات میں۔ اکثر کتب میں واقعات اور مکالمات اس نہج سے لکھائے گئے ہیں گویا کہ ایک ہی موقع

پر سب گذرے لیکن ایسا نہیں ہے ۔ ابی مخنف نے بھی یہی غلطی کی ہے کہ سب واقعات شروع سے آخر تک بیان کر دئے اور تعین نہیں کیا کہ کونسا واقعہ کب اور کس مجلس میں پیش آیا اور کونسی گفتگو کب ہوئی ۔ اب ہم چند روایات درج کرتے ہیں ۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ حوالے دمشق میں یزید کی ایک نزہت گاہ تھی جہاں یہہ سیر و تفریح عیش و سرور کے لئے جایا کرتا تھا ۔ چنانچہ حموی کہتا ہے کہ اس تفریح گاہ میں ایک ہال (وسیع کمرہ) تھا جو مستطیل و مسقف متعدد ستونوں پر کھڑا تھا اور اس کے اطراف پختہ عمارتیں تھیں ۔ جب یزید کو اہل بیتؑ کے دمشق پہونچنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسی ہال میں دربار منعقد کیا اور اہل بیتؑ کو وہاں لانے کا حکم دیا ۔ جب اہل بیتؑ دربار میں آئے اور یزید پلید ان بزرگواروں اور سرہائے شہدؑا کو دیکھا تو اس نے اشعار ذیل پڑھے ۔

لما بدت تلك الحمول و اشرقت   تلك الشموس على ربا جيرون
نعب الغراب فقلت صح اولا تصح   فلقد قضيت من الغريم ديونى

(ترجمہ) جب وہ سوار نظر آئے اور آفتاب جیرون کے پہاڑی پر چمکا تو کوا پکارنے لگا ۔ میں نے اس کو کہا تو پکار یا نہ پکار میں نے تو

قرض قرضداروں سے وصول کرلیا۔

(نوٹ) ایام جہالت میں عرب پرندوں کی بولیوں اور اُن کی نقل و حرکت سے فال لیا کرتے تھے اس لئے کوئے کے پکارنے کا ذکر شعر میں ہے۔ کوئے کا پکارنا بدشگونی اور فال بد سمجھا جاتا تھا اور اسکے پکارنے کو گھر اور وطن سے جدائی کی علامت سمجھتے تھے۔

جب یزید نے یہہ اشعار پڑھے تو حاضرین نے اس کو برا بھلا کہا اور اس کی طرف سے منہ پھیرلیا۔

بعض کتب اخبار میں جناب امام زین العابدینؑ سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں۔

لمّا وفد نا الیٰ یزید بن معویۃ اتونا بحبال وربقونا کالاغنام وکان الحبل فی عنقی وعنق ام کلثوم وبکتف زینب وسکینۃ والبنات وکلما قصرنا عن المشی ضربوناحتی اوقفونا بین یدی یزید وھو علیٰ سریر مملکتہ۔ (ترجمہ) جب ہم کو یزید بن معاویہ کے دربار میں لے چلے تو اشقیاء نے ہم کو رسیوں سے کس کر باندھ دیا جیسے بھیڑ بکروں کو باندھتے ہیں۔ میرے گلے میں اور پھپی ام کلثومؑ کے گلے میں رسی تھی پھپی زینبؑ۔ سکینہؑ اور دوسری بی بیوں کے بازووں پر رسی بندھی ہوئی تھی۔ ہم کو

تیزی اور سرعت کے ساتھ ہانکا جا رہا تھا۔ ہم میں سے کسی کی چال ذرا بھی دھیمی اور سست ہو جاتی یا کوئی تھک کر ٹھیر جاتا تو کوڑے مارتے تھے یہاں تک کہ ہم یزید کے سامنے پہونچے اور وہ اپنے تخت شاہی پر بیٹھا تھا۔

اِس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ اور جناب ام کلثومؑ کو علیحدہ رسی میں باندھا گیا تھا اور ان دونوں کی گردنوں میں رسی تھی اور یہہ کہ خرابہ سے یزید پلید کے محل تک ان سب بزرگواروں کو پا پیادہ لے گئے۔

مولانا مظہر حسن موسوی کتاب جلاء العینین میں لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم کو یزید کے سامنے لے گئے تو ہم مردان اہل بیتؑ سے بارہ شخص تھے جن کی گردنوں میں طوق پڑے تھے اور ایک رسن سے ہم سب پیوستہ تھے۔ بروایتی آپ نے فرمایا کہ ریسمان ہماری گردنوں میں ڈال کر گوسفندان کی طرح ہم کو کھینچتے تھے۔ چلنے میں قصور ہوتا تو ہم کو تازیانے مارتے تھے۔ اس طرح ہم کو دربار یزید میں حاضر کئے۔ اس مردود نے محفل عیش و طرب مثل جشن عید آراستہ کی تھی اور خود بڑی سج دھج سے زینت کر کے تخت شوم پر بیٹھا

تھا اور پھر شامیوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو لوگ جوق جوق داخل ہوے ۔ اس وقت آنحضرات عالیات (اہل حرم) کو طلب کیا ...... سر مبارک سید الشہدا طشت میں رکھا ہوا اس کے سامنے آیا ...... جناب زینبؑ نے سر مطہر کو دیکھا تو بے اختیار رونے لگیں کہ ناظرین کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ...... اس وقت ایک زن ہاشمی جو یزید کے محل میں تھی صدائے گریہ بلند کی ..
پس شور فریاد و فغان حاضرین میں بلند ہوا مگر یزید سنگدل پر ذرا اثر نہیں ہوا ۔ اس روایت میں بارہ مرد اہل بیتؑ کے بتائے گئے ہیں حالانکہ سوائے جناب امام زین العابدینؑ کے اور کوئی باقی نہیں تھا ہمارا خیال ہے کہ راوی کا مطلب لڑکوں سے ہوگا سوائے امامؑ کے اور امام محمد باقرؑ کے اور دس لڑکے ہوں گے اور ان سب کو بارہ مردان اہل بیت کہا گیا ۔

منتخب میں روایت ہے کہ یزید علیہ اللعن ہر ایک بی بی کا نام دریافت کرتا تھا اور اس کو نام بتائے جاتے تھے جب اس شقی نے سر اقدس سیّد الشہدؑا کو دیکھا تو بیحد مسرور رہوا اور دندان مبارک کو چھڑی سے اذیت پہونچاتا اور کہتا تھا لقیت بغیك یا حسین (تم نے بغاوت کی سزا بھگتی اے حسینؑ)

بحر المصائب اور مفتاح البکاء میں روایت ہے کہ اسیران اہل بیت جو دربار یزید میں لائے گئے تھے ان کی جملہ تعداد چوالیس ۴۴ تھی۔ جب اہل بیتؑ دربار میں داخل ہوئے اور سرہائے شہداء کو دیکھا تو سب نے وامحمداہ واعلیاہ کہہ کر نالہ و فریاد بلند کیا اور جناب ام کلثوم نے یزید کو کہا یا یزید اما تستحیي قد تخدر حریمك في الخدور واشهرت بنات رسول الله (اے یزید کیا تجھے شرم و حیا نہیں آتی کہ تو نے اپنی عورتوں کو تو پس پردہ رکھا ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹیوں کی اس طرح تشہیر کر رہا ہے) بعض کتب میں ہے کہ یہہ الفاظ جناب زینبؑ نے ارشاد فرمائے بعض علماء کا قول ہے کہ جناب زینبؑ اور ام کلثوم دو علیحدہ شخصیتیں نہیں تھیں بلکہ جناب زینبؑ کی کنیت ام کلثوم تھی اور کتب میں بعض جگہہ زینبؑ لکھا گیا اور بعض وقت آپ کی کنیت لکھدی گئی۔

کامل بھائی میں روایت ہے کہ یزید علیہ اللعن والعذاب نے سر اقدس جناب سیّد الشہداءؑ سے بیحد بے ادبی کی یعنی آپ کے سر مطہر پر پاؤں رکھا اور زید بن ارقم نے اس کو اس فعل پر بہت ملامت کی۔ ہمارے خیال میں یہہ روایت صحیح نہیں۔ یزید پلید کی مجال نہ تھی کہ ایسا کرتا۔ یہہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب پہلی دفعہ اہل بیت اطہار دربار یزید میں لائے گئے تو سب استادہ تھے۔ ایک لال بال والے شامی نے جناب فاطمہ کبریٰ بنت الحسینؑ کو بتا کر یزید سے درخواست کی کہ آپ کو اس شقی کو دیدیا جائے۔ یہہ سن کر جناب فاطمہؑ کانپنے لگیں اور جناب زینبؑ کا دامن تھام کر عرض کیا "پھپی اماں میں یتیم ہوگئی اور اب کنیز ہوتی ہوں" جناب زینبؑ نے اس شامی کو مخاطب فرما کر کہا تو جھوٹا ہے اگر تو مر بھی جائے تو اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور نہ یزید کی مجال ہے کہ اس لڑکی کو تجھے دے۔ یزید جب یہہ سنا تو جناب زینبؑ سے کہا کذّبتِ واللہ ان ذالک لی ولو شئت افعل لفعلت (خدا کی قسم تم جھوٹی ہو۔ یہہ میرا اختیاری معاملہ ہے اگر میں چاہوں تو ابھی اس کو کر دیکھاؤں) جناب زینبؑ نے فرمایا کلّا واللہ لن تجعل ذالک الا ان تخرج من ملّتنا و تدین بغیرھا ارشاد کلا تو ایسا نہیں کر سکتا مگر ہاں اس وقت جب کہ تو ہماری ملت و دین کو چھوڑ کر دوسرا کوئی دین اختیار کرے) یزید نے اس کے جواب میں کہا کذبتّ یا عدو اللہ (جھوٹ کہتی ہو اے دشمن خدا) جناب زینبؑ

نے بکمال حلم وصبر فرمایا انت تشتم ظالما وتقہر سلطانا (تو حاکم ہے اور دشنام دے کر اپنے ظلم اور سلطانی قہر کا مظاہرہ کرتا ہے) آپ کا یہہ کلام سنکر یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا جب جناب زینبؑ اور یزید کی گفتگو ختم ہوگئی تو اس شامی نے پھر یزید سے وہی درخواست کی۔ یزید جو پیچ وتاب کھائے بیٹھا تھا غصہ میں آگیا اور کہا" خدا تجھے ہلاک کرے دور ہو اے مردود۔ جناب ام کلثومؑ نے بھی اس ملعون کو کہا خاموش ہو اے فرومایہ۔ گستاخ خدا تیری زبان قطع کرے۔ تیری آنکھیں اندھی کرے۔ تیرے دونوں ہاتھ خشک کرے اور آتش جہنم تیرا مقام قرار دے اے مردود انبیاءؑ کی اولاد حرامزادوں کے باندی غلام نہیں ہوسکتی۔ راوی کہتا ہے کہ ادہر جناب ام کلثومؑ کا کلام ختم ہوا کہ اس شقی کے ہاتھ خشک ہوگئے اس کو فالج مارا اور وہ مرکر زمین پر گر گیا۔ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں یہہ روایت بیان کی ہے لیکن الفاظ میں کسی قدر اختلاف ہے۔

سیّد بن طاؤس علیہ الرحمۃ نے بھی یہہ روایت بیان کی ہے لیکن لکھتے ہیں کہ مرد شامی جناب فاطمۃ کبریٰ سے ناواقف تھا اور آپ کے متعلق یزید سے دریافت کیا اور جب یزید نے کہا کہ یہہ فاطمۃ بنت الحسینؑ ہیں تو پشیمان ہوا۔ یزید کو ملامت کیا اور کہا کہ افسوس

تو نے ذرّیت پیغمبرؐ کو قید کیا میں سمجھتا تھا کہ یہہ اسرائے روم ہیں یزید اس مرد شامی کی اس تقریر سے برانگیختہ ہوا اور اس کو قتل کرا دیا۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب اہل بیت اطہار داخل دربار ہوئے تو دیکھا کہ یزید کی عورتیں تماشہ بینی کے لئے پس پردہ بیٹھی ہیں اور سر مبارک حضرت سید الشہدا طشت زرین میں اس کے تخت کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ جناب فاطمہ کبریٰ اور جناب سکینہؑ نے چاہا کہ سر مبارک کو لیں لیکن انہیں اس کی اجازت نہ ملی ان صاحبزادیوں اور بی بیوں نے نوحہ و ندبہ کیا اور ان سب کی آہ زاری سن کر دختران معاویہ بھی رونے لگیں۔ جناب زینبؑ۔ جناب ام کلثوم اور امام زین العابدینؑ سے یزید نے گفتگو کی اور جب مجلس برخاست ہوئی تو اہل بیت یزید کے امکنہ میں سے ایک مکان میں مقید کر دئے گئے کسی کو اجازت نہیں تھی کہ ان سے ملاقات کرے۔

ابن اثیر یہہ بھی لکھتے ہیں کہ یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک مخصوص مکان میں رکھا تھا اور ان سے کمال شفقت اور مہربانی سے پیش آتا تھا امام زین العابدینؑ کو صبح و شام کھانے کے وقت شریک رکھتا تھا اور جب تک آپ نہ آجاتے کھانا شروع نہ کرتا تھا۔ اور یہہ کہ جناب سکینہؑ نے یزید کے متعلق فرمایا ما رأیت کافرا باللہ

خیر من یزید بن معاویہ (نہیں دیکھا میں نے کوئی کافر یزید سے نیک تر) اور یہہ کہ جناب زینبؑ نے یزید کو کہا کہ "تو نے ہدایت پائی"۔ ہمارے خیال میں یہہ سب باتیں لغو و مہمل و موضوعہ ہیں۔ یزید کے اخلاق و عادات اس کے دین و ایمان کی حالت معلوم ہو جانے کے بعد اس سے رحم و کرم اور اہل بیتؑ کے ساتھ حسن سلوک کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اگر یزید امام حسینؑ کو شہید کرنے کے بعد راہ ہدایت اختیار کیا ہوتا تو پھر مکہ و مدینہ کی تباہی اور بربادی کے واقعات کیوں پیش آتے تاریخ بتاتی ہے کہ یزید کی حکومت کا قلیل زمانہ اسلام سوز کارروائیوں میں گذرا اور اپنے ان حرکات سے کسی وقت بھی وہ ایک لمحہ کیلئے بھی پشیمان اور تائب نہیں ہوا۔

اب یہہ سوال کہ ایسی مہمل و بے سروپا باتیں و روایتیں کیوں کتب سیر و تاریخ میں داخل ہوگئیں؟ اس کا سیدھا صاف جواب یہہ ہے کہ سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے دور حکومت میں صدیوں اس بات کی منظم کوششیں کی گئیں کہ ائمہ معصومین اہل بیت طاہرین کے حالات اور واقعات فضائل و مناقب کو مخفی کیا جائے اور دنیا سے مٹا دیا جائے۔ ہزاروں حدیثیں ایسی موضوع کی گئیں کہ جن سے ان مقدس ہستیوں کے حقیقی اور صحیح حالات پر پردہ پڑ جائے اور صرف ایسے

واقعات اور حالات بیان کئے جائیں جن سے ان کی توہین اور منقصت ہو۔ اس پروپگنڈا کا نتیجہ یہہ ہوا کہ انواع و اقسام کے بے بنیاد لغو روایتیں وجود میں آئیں اور مورخین نے خصوصاً وہ مورخین جن کو اہل بیت اطہار سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، بلا غور وفکر تحقیق وتفتیش ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھ دیا اور بتدریج یہہ شیعہ مورخین اور مصنفین کی کتابوں میں داخل ہو گئے۔ اب یہہ باخبر علماء وفضلاء ومحققین ومبصرین کا فرض ہے کہ تحقیق وتنقید کے ذریعہ حقائق پر روشنی ڈالیں اور عامۃ المسلمین ومومنین کو گمراہی سے بچائیں۔

علامہ سبط جوزی نے اپنے تذکرہ میں یہہ روایت لکھی ہے کہ۔ جب اہل بیتؑ دربار یزید میں آئے تو ایک مرد شامی کی نظر جناب فاطمہؑ کے چہرہ پر پڑی اور آپ کا چہرہ درخشان تھا اور آپ پاکیزہ روتھیں اس نے یزید سے درخواست کی آپ کو اس کے حوالے کیا جائے تا وہ آپ سے عقد کرے۔ اگر ابن جوزی کی یہہ روایت صحیح ہو تو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اہل بیت اطہار دربار یزید میں بے نقاب لائے گئے تھے ورنہ مرد شامی کیوں کر آپ کو دیکھ سکتا اور آپ کے لئے یزید سے درخواست کرتا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب آمالی میں مرد شامی کی روایت لکھی ہے لیکن اس میں فاطمہ بنت الحسینؑ کے بجائے فاطمہ بنت علیؑ امیر المومنین تحریر فرمایا ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "الارشاد" میں فاطمہ بنت الحسینؑ لکھا ہے اور جناب زینبؑ اور یزید کی گفتگو تقریباً وہی لکھی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔

بحر المصائب میں کتاب دمعۃ الساکبہ اور کتاب الوار النعمانیہ سے روایت لکھی ہے کہ یزید کی مجلس میں جناب سکینہ بنت الحسینؑ اور یزید کے درمیان گفتگو ہوئی جناب سکینہؑ کی بلاغت و جلاوت مقال کو سن کر ایک شخص قبیلہ بنی لخم کا اپنی کرسی سے اٹھا اور یزید کے سامنے آکر کہا اے امیر المومنین مجھے یہہ لڑکی بطور غنیمت عطا کرتا ہیں اس کو اپنی خادمہ قرار دوں۔ جناب سکینہؑ نے جب یہہ سنا تو جناب زینبؑ سے لپٹ گئیں اور کہا اتوین نسل رسول اللہؐ یکونون هما لیك لا دعیا د (اے پھپی اماں آپ دیکھتی ہیں کہ اب رسول اللہ کی اولاد باندی غلام ہوتے ہیں) الی آخر الخبر۔

بروایت ابی مخنف جب اہل بیتؑ دربار یزید میں داخل ہوئے تو وہ شقی کچھ دیر تک سر نیچے کئے بیٹھا رہا پھر سر اٹھایا اور جناب

ام کلثوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے دیکھا کہ "خدا نے مجھے کیسی فتح دی"۔ جناب ام کلثومؑ نے جواب دیا۔ یا ابن الطلیق اعرض عن هذا رض اللہ فاك یا ویلك یا ملعون هذه اماءك ونسائك وراء السطور علیهن الحذور وبنات الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی الاقتاب بغیر وطاء ینظر الیهن البر والفاجر و یتصدق علیهن الیهود والنصاری۔

(ترجمہ) اے آزاد کردہ کے بیٹے تو ایسی باتیں نہ کر۔ خدا تیرا منہ توڑے۔ افسوس ہے تجھ پر اے ملعون کہ تیری عورتیں اور کنیزیں تو اس مجلس میں پس پردہ رہیں اور رسولؐ کی بیٹیاں شتران بے کجاوہ پر بٹھائی جائیں اور اس طرح دربار عام میں بے پردہ لائی جائیں کہ اچھے برے لوگ انہیں دیکھیں اور یہود و نصاریٰ صدقات دیں۔

یزید جناب ام کلثومؑ کا یہہ کلام سُن کر غضبناک ہوا۔ عبد اللہ بن عمر بن عاص جو اس کے قریب بیٹھا تھا اس پر غصہ کے آثار پا کر خائف ہوا کہ کہیں یہہ شقی (یزید) جناب معصومہ کے قتل کا حکم نہ دے اس لئے اٹھا اور یزید کے سر کا بوسہ لیکر کہا کہ اے یزید اس بی بی نے جو کچھ کہا وہ کوئی ایسا کلام نہیں کہ مواخذہ کیا جائے اور پھر وہ ایک ستم رسیدہ دل شکستہ عورت ہیں۔ عبد اللہ کی اس گفتگو سے یزید کا غصہ فرو ہوا

اور وہ کچھ نہ کہا

ابی مخنف نے اکثر مقامات پر جناب ام کلثومؑ کا ذکر کیا ہے ان کے مقاتل میں جو ارشادات اور ملفوظات جناب ام کلثوم کے بتائے گئے ہیں وہ دوسرے کتب سیر و مقاتل میں جناب زینبؑ سے منسوب ہیں۔ مثلاً اسی روایت میں جو کلام درج ہے وہ دوسری کتب میں جناب زینبؑ کا بنایا گیا ہے نہ کہ جناب ام کلثومؑ کا۔ ابی مخنف نے جو ایسا کیا اس کی ایک وجہہ تو یہہ ہو سکتی ہے کہ یہہ بھی جناب زینب و ام کلثومؑ کو ایک ہی سمجھتے تھے اس لئے اکثر ارشادات و ملفوظات کو آپکے طرف منسوب کیا لیکن درعوض آپ کا اسم گرامی لکھنے کے کنیت لکھتے گئے۔ دوسری وجہہ یہہ ہو سکتی ہے کہ ان کی تحقیق میں یہہ ارشادات جناب ام کلثومؑ کے ثابت ہوئے اس لئے انہوں نے ان کو آپ سے منسوب کیا۔ اگر جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ کو دو علیحدہ بی بیاں یعنی جناب زینبؑ کو جناب فاطمۃ الزہراؑ کی بڑی صاحبزادی اور جناب ام کلثومؑ کو چھوٹی صاحبزادی قرار دیا جائے اور ان دونوں بی بیوں کا دربار یزید میں موجود ہونا مان لیا جائے تو سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا بڑی بہن جناب زینبؑ کی موجودگی میں جناب ام کلثومؑ نے بار بار خود گفتگو فرمائی ہوگی۔ عام دستور ہے کہ بزرگوں کی موجودگی میں خورد حتی الامکان

سکوت اختیار کرنے اور بزرگوں کو گفتگو کا موقع دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف عمل کرنا سوءِ ادب متصور ہوتا ہے ۔ لہذا جیسا کہ اکثر کتب سیر و مقاتل میں اکثر ارشادات و ملفوظات جناب زینبؑ سے منسوب کئے گئے ہیں وہ صحیح ہونا چاہیئے ۔

ارشاد مندکرہ بالا میں جناب ام کلثومؑ یا جناب زینبؑ نے یزید کو ابن الطلیق یعنی آزاد کردہ کے بیٹے سے کیوں خطاب کیا اسکی مختصر شرح کر دینا مناسب ہے ۔

مکہ جب فتح ہوا اور آنحضرتؐ شہر میں داخل ہوئے تو ابو سفیان مع اپنی قوم و قبیلہ کے مکہ میں موجود تھے اور انہیں خوف تھا کہ اب رسول اللہؐ ان سے انتقام لیں گے یہ قید کئے جائیں گے اور اُن کے ساتھ وہی وحشیانہ سلوک کیا جائیگا جو زمانہ جاہلیت میں مفتوح قوموں اور قیدیوں کے ساتھ ہوتا تھا لیکن آنحضرتؐ (جو رحمت للعالمین تھے) نے سب کو جمع کیا خطبہ ارشاد فرمایا اور علی الاعلان فرمادیا کہ انتم طلقاء یعنی تم آزاد شدہ ہو ۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ روز فتح مکہ ابو سفیان کی حضرت ابن عباسؓ نے سفارش و شفاعت کی اور رسول اللہؐ نے قبول فرمائی اور ابو سفیان آزاد کر دئے گئے ۔ پس اس لئے جناب معصومہ نے یزید کو یا بن الطلیق کہا اور اس کو یاد دلادیا کہ ایک روز

تیرا دادا میرے نانا کے سامنے بطور مجرم و قیدی پیش کیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔ رہائی دی اور تو انہیں کا پوتا ہے اور تو نے ہم سے یہہ سلوک کیا۔

یزید سے یہہ کلام چاہے جناب زینبؑ نے کہا ہو یا جناب ام کلثومؑ نے مگر اس سے شان خودداری۔ عظمت و جلال ظاہر ہے۔ یزید جیسے ظالم۔ جابر۔ طاغی و باغی (جو اپنی حکومت و اقتدار کی نشہ میں چور تھا) کو دیکھو اور اس مظلومہ۔ بیکس و بے یار و مددگار کو دیکھو اور پھر اس کلام پر غور کرو تو مثل روز روشن ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہہ جرات صرف شیر خدا علی مرتضیٰؑ۔ فاطمۃ الزہراؑ کی بیٹی سے ہی ظاہر ہو سکتی تھی جو موئد من اللہ اور نائبہ سید الشہداؑ تھیں۔ جناب امام حسینؑ نے اپنے مشن کی تکمیل اور اپنے وعدہ کی ایفاء میں جہاد بالسیف کیا اور شہید ہوئے۔ جناب زینبؑ اور جناب ام کلثوم اور دوسری مخدرات عصمت و طہارت نے اس مشن کی مزید تکمیل اپنی اسیری۔ دربدری اور آپنے ارشادات وخطبات سے فرمائیں دوسرے الفاظ میں جہاد باللسان کیا۔ اور ایسا جہاد فرمایا کہ چند ہی روز میں یزید کے تخت و تاج کو تہ وبالا کر دیا۔ ہمارے اس خیال و قول کی تائید جناب زینبؑ کی اس زیارت سے ہوتی ہے جو اب تک حضرت کے روضہ میں پڑھی جاتی ہے۔ اس زیارت

میں ہے :-

اشهد انك قد نصحت لله ولرسوله ولا میرالمومنین ولفاطمة والحسن والحسین ونصرتهم بقلبك ولسانك وجاهدت فی الله بلسانك حق جهاده۔

(گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ آپ نے خیر خواہی کی خدا۔ رسولؐ۔ امیرالمومنین علیؑ فاطمۃ الزہراؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ کی اور ان سب کی نصرت فرمائی آپ نے دل و زبان سے۔ اور جہاد کیا آپ نے اپنی زبان سے حق جہاد کرنے کا)

ابو مخنف نے ارشاد متذکرہ بالا میں یہہ اضافہ کیا ہے کہ جناب معصومہ نے یہہ بھی فرمایا" اے یزید میں تجھے خوشخبری دیتی ہوں آتش جہنم کی اور دوزخ کے دردناک عذاب کی جو تجھ پر روز قیامت ہوگا جس روز خدا حاکم فیصلہ کنندہ ہوگا۔ میرے نانا رسول اللہؐ مدعی ہوں گے اور جہنم زندان ہوگا"۔ یزید یہہ سُن کر جواب دیا کہ" اگر میں جہنم میں بھیجا جاؤں تو مجھے پرواہ نہیں دنیا میں تو میری اُمید بر آئی اور میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ میں نے تمہاری قوم و قبیلہ سے کینہ ہائے دیرینہ نکال لئے اور خوب انتقام لے لیا۔ تمہارے باپ علی ابن ابیطالب نے میرے بزرگوں سے جو کچھ کیا تھا اس کا

بدلہ میں نے دل کھول کر لے لیا۔ اگر تم عورت نہ ہوتیں تو تمہارے کلام کے مواخذہ میں تم کو بھی قتل کرتا"

مقتل ابی مخنف میں روایت ہے کہ ایک مجلس میں امام زین العابدینؑ اور یزید کے درمیان گفتگو ہوئی اور امام علیہ السّلام کے جرأت آمیز کلام۔ حق گوئی سے یزید اس قدر برہم ہوا کہ آپ کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت جناب ام کلثومؑ نے یزید کو کہا یا یزید لقد اردیت الارض من دماء اھل البیت ولم یبق غیر ھذا الصبی الصغیر (اے یزید تو نے اہل بیت کے خون سے زمین کی خوب آبیاری کر دی اب سوائے اِس کمسن بچے کے اور کوئی باقی نہیں رہا) دوسری بی بیاں بھی نالہ و فریاد کرنے اور کہنے لگیں۔ واقلۃ رجالاہ تقتل الاکابر من رجالنا و توسی النساء منا ولا یرفع سیفک عن الاصاغر واغوثاہ واغوثاہ یا جبار السماء وباسط البطحاء (ہائے ہمارے مردوں کی قلت و فقدان۔ ہمارے مردوں میں جو بڑے تھے وہ سب قتل ہو گئے۔ ہم عورتیں قید ہو گئے اور اب بھی اے یزید تیری تلوار ہمارے چھوٹوں کو نہیں چھوڑتی۔ اے جبار السماء اے باسط البطحاء ہماری مدد کر) بی بیوں کی یہ فریاد سُن کر یزید پر خوف طاری ہوا کہ مبادا لوگ اس سے منحرف نہ ہو جائیں۔ فتنہ و فساد برپا نہ ہو اس لئے

وہ اپنے فاسد ارادہ سے باز آیا اور امام علیہ السّلام قتل ہو جانے سے بچ گئے۔ دوسری کتب میں یہہ کلام جناب زینبؑ کا بتایا گیا ہے۔ ممکن ہے ابی مخنف کا منشا بھی آپ سے ہی ہو اور انہوں نے کنیت لکھی ہو ارشاد میں امام زین العابدینؑ کو الصبی الصغیر لکھا ہے یعنی چھوٹا بچہ واقعہ کربلا، کے وقت امام علیہ السّلام کا سن مبارک بیس یا بائیس سال کا بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بیس سال والے کو چھوٹا بچہ نہیں کہتے بلکہ نوجوان لڑکا کہتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ راوی سے غلطی ہوئی اس نے غلط الفاظ کہہ دیئے یا ممکن ہے کہ جناب ام کلثوم یا جناب زینبؑ (جن کا بھی یہہ کلام ہو) نے فرط محبت و الفت کی وجہ صبی الصغیر (چھوٹا بچہ) فرمادیا ہو۔ اغلب یہہ ہے کہ راوی نے غلطی کی۔

اسرار الشہادۃ میں روایت ہے کہ جب یزید علیہ اللعن نے جناب امام زین العابدینؑ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو مجلس یزید سے باہر لیجانے لگے۔ جناب زینبؑ نے پکار کر پوچھا الیٰ این یراد بک (بیٹا تمہیں کہاں لیجا رہے ہیں) امام نے جواب دیا الیٰ القتل (قتل کرنے لیجا رہے ہیں) یہہ سن کر جناب زینبؑ یزید سے مخاطب ہوئیں اور فرمایا حسبک یا یزید من دمائنا انشدک اللہ ان قتلتہ فاقتلنی (اے یزید اب تک ہمارے جو خون بہائے گئے اس سے

تیری تشفی نہیں ہوئی؟ تجھے خدا کی قسم اگر تو علی ابن الحسینؑ کو قتل کراتا
ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کرادے) یزید آپ کا یہہ کلام سُن کر
متاثر ہوا اور امامؑ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

شام کے قیام کے زمانہ میں اہل بیت کو کہاں رکھا گیا اسکے متعلق
بھی راویوں میں اختلاف ہے۔ بعض لکھتے ہیں کہ قیدخانہ میں رکھے
گئے تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ ایک خرابہ میں مقید تھے جس پر کوئی سایہ
نہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید ان بزرگواروں کو اپنے کسی خاص مکان میں
رکھا تھا۔ اکثر روایات سے تو یہہ پایا جاتا ہے کہ ایک خرابہ میں مقید تھے
چنانچہ صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر کتب مقاتل سے پایا جاتا ہے کہ
اہل بیت رسولؐ مدت دراز تک ایسے ویران مکان میں مقید رہے
کہ جس پر سقف یا سایہ نہیں تھا۔ دھوپ کی تمازت اور سردی کے اثرات
سے مخدرات عصمت و طہارت اور بچوں کے چہروں کی کھال تک
نکل آئی تھی۔ چہروں کے رنگ بدل گئے تھے اور شدت گریہ کی وجہ انکی
آنکھیں مجروح ہوگئی تھیں۔ بدن کا گوشت گھل گیا تھا اور بچے بڑے
سب لاغر و نحیف و نزار ہو گئے تھے۔

جلاء العینین فی سیرۃ علیؑ ابن الحسینؑ میں ابن بابویہ علیہ الرحمہ
کی روایت ہے کہ یزید پلید نے امام زین العابدین علیہ السلام اور

اہل بیت طاہرین کو ایسے ناہنجار مکان میں قید کیا تھا جس میں گرمی
وسردی سے مطلق پناہ نہ تھی اور اس قدر زحمت ان حضرات کو
وہاں اٹھانی پڑی کہ ان کے چہروں سے پوست گر گئی۔

کتب مقاتل میں ہے کہ زندان شام میں جناب امام
حسین علیہ السلام کی ایک کمسن صاحبزادی کا انتقال ہوا۔ ان کا اسم
گرامی بعض زینبؑ اور بعض سکینہؑ لکھتے ہیں۔ عام طور سے تو یہہ
مشہور ہے کہ جناب سکینہ بنت الحسینؑ کا زندان شام میں انتقال
ہوا اور اس وقت آپ کا سن تین یا چار سال کا تھا۔ بعض چھ
سال کہتے ہیں۔

صاحب طراز المذہب کہتے ہیں کہ ممکن ہے زندان شام
میں امام حسین علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں انتقال فرمائی ہوں اور یہہ
حضرت رقیہ اور حضرت سکینہؑ ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس وقت دمشق کے گورستان بزرگ میں جناب سکینہؑ
کا روضہ ہے جس پر گنبد تعمیر کی گئی۔ قبر پر ایک چوبی تختی پر کتبہ کندہ ہے
کہ "یہہ سکینہ بنت الحسینؑ کی قبر ہے" یہہ چوبی تختی زمین میں مدفون ہوگئی
تھی اور حال میں برآمد ہوئی اور قبر منور پر چسپاں کر دی گئی۔ مسجد اموی کے
قریب ایک محلہ ہے اس میں ایک مکان ہے جو اِس وقت ایک شامی

کے قبضہ میں ہے جو سنی ہیں۔ اس مکان میں ایک مزار شریف ہے
اور باہر دیوار پر ایک سنگ مرمر کی تختی چسپاں ہے اس پر یہہ الفاظ کندہ
ہیں " یہہ قبر رقیہ بنت علیؑ ابن ابیطالب کی ہے " یہہ کتبہ جدید ہے
اور غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس میں رقیہ بنت الحسینؑ یا سکینہ بنت الحسینؑ
لکھنا چاہیئے تھا۔ جس کمرے میں یہہ مزار ہے اس سے ملحق ایک
بڑا ہال (کمرہ) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہہ وہی خرابہ ہے جس میں اہلبیت
اطہار مقید کئے گئے تھے۔ یہہ ہال اس وقت مسقف ہے اور
ضریح کے کمرے سے اس میں جانے کے لئے چند سیڑہیاں نیچے اترنی
پڑتی ہیں اس لئے کہ اسکی سطح ضریح کے کمرے کی سطح سے چند فیٹ
نیچی ہی۔ اکثر شیعوں کا یہہ خیال ہے کہ جناب سکینہؑ کی اصلی قبر
یہی ہے جو اس خانگی مکان میں ہے اور جو مزار قبرستان دمشق میں
بتائی جاتی وہ فرضی و نقلی ہے۔ استدلال یہہ پیش کیا جاتا ہے کہ روایات
میں پایا جاتا ہے کہ جناب سکینہؑ کا انتقال زندان شام میں ہوا اور
آپ وہیں باہر دفن ہوئیں۔ جیسا کہ صاحب طراز المذہب نے دو
صاحبزادیوں کے انتقال کا امکان بتایا ہے یعنی حضرت رقیہ و حضرت
سکینہؑ اگر ایسا ہی ہوا ہو تو یہہ ممکن ہے کہ اس خانگی مکان میں جو ضریح
ہے وہ جناب رقیہ بنت الحسینؑ کی ہو اور عدم واقفیت کی وجہ اہل

بتایا جاتا ہے

دمشق نے نام میں غلطی کی اور رقیہ بنتِ علی مشہور کر دیا اور جو قبرستان بزرگ میں ضریح ہے اور جس پر اب کتبہ لگا دیا ہے جناب سکینہؑ کی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دس سال قبل راقم دمشق گیا تھا اور یہاں کے مقاماتِ مقدسہ کی زیارات سے مشرف ہوا افسوس کہ علالت کی وجہ سے ان امور کی کماحقہ تحقیق و تفتیش نہ کر سکا تھوڑی بہت تفتیش کی لیکن مقامی باشندوں کی لاپروائی اور لاعلمی کی وجہ اطمینان بخش نتیجہ نہ نکلا۔ اب پھر راقم کا ارادہ ہے کہ عراق و شام جائے اگر خدائے جلیل اپنے فضل و کرم سے ارادہ پورا فرما دے اور صحیح و تندرست وہاں تک پہونچنا نصیب ہو تو انشاء اللہ مجتہد العصر علامہ السید محمد محسن العاملی اور دیگر باخبر حضرات سے مکمل اور مصدق معلومات حاصل کر کے مزارات مقدسہ کے متعلق رسالہ مرتب و طبع کرے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

جناب سکینہؑ کے انتقال کے حالات کے بیان میں صاحبان مقاتل اور بعض مورخین نے جو مکالمات جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ کے درج کئے ہیں اور مظلوم صاحبزادی کے غسل و کفن و دفن کے واقعات بیان کئے ہیں وہ اس قدر دردناک اور رقت آمیز ہیں جو پتھر کو پانی اور مرغ و ماہی کو کباب کر دیتے ہیں۔

کتاب اکسیر العبادات ۔ مفتاح البکاء اور بحر المصائب میں شعبی کی روایت ہے کہ یزید کی بہن جس کا نام ہند تھا زندان میں آئی اور اہل بیتؑ سے گفتگو کی ۔ جب یہہ زندان میں آئی تو پوچھی جناب ام کلثوم خواہر حسینؑ کون ہیں ۔ جناب ام کلثوم نے فرمایا ویلك ھا انا ابنتا الامام الزکی والھمام التقی والصمصام النقی امیر المومنین وقاتل الناکثین والمارقین والقاسطین الذی قرن اللہ طاعتہ بطاعتہ وعقابہ بمعصیتہ والذی فرض اللہ تعالے ولایتہ علی البدوی والحضری وھو مبید الاقران والفرسان والمتوج بتاج الولایۃ والسلطان وھو الذی کسر اللات والعزی وطھر البیت والصفا ۔ (ترجمہ) تو ہلاک ہو ! دیکھ میں بیٹی ہوں امام زکی ۔ ہمام نقی امیر المومنین علیؑ کی جو ناکثین اور قاسطین سے لڑنے والے تھے اور جن کی اطاعت و نافرمانی خدا نے اپنی اطاعت و نافرمانی سے مقرون کی تھی اور جن کی ولایت ہر کس و ناکس پر فرض کی گئی ۔ وہ اپنے زمانہ کے مدمقابل شہسواروں کو فنا کرنے والے تھے ۔ ان کے سر پر ولایت و حکومت کا تاج رکھا گیا تھا اور انہوں لات وعزیٰ کو توڑا اور کعبہ کو بتوں سے پاک کیا ۔

ہند خواہر یزید نے جناب معصومہؑ کا یہہ کلام فصاحت سمات سنا تو جواباً کہا۔ ولاجل ذالك اخذ تم و بمثله طلبتم وهونتم یا بنی عبد المطلب بمثل ربیعة وعتبه و ابی جهل واحزابهم تسفك دمائكم انسینا اباك یوم بدر وحنین وما قتل من رجالنا۔ (ترجمہ) اسی وجہہ سے تم لوگوں سے مواخذہ کیا گیا اور بدلہ لیا گیا۔ تم ذلیل کر دیئے گئے۔ اے بنی عبد المطلب تمہارا جو خون بہایا گیا تو وہ انتقام تھا ربیعہ۔ عتبہ اور ابوجہل اور ان جیسے اور لوگوں کے خون کا جو تمہارے بزرگوں کے ہاتھ مارے گئے۔ کیا ہم بھول گئے کہ تمہارے باپ نے بدر وحنین کی لڑائیوں میں ہمارے مردوں کو قتل کیا تھا۔

اس کا جواب جناب ام کلثومؑ نے یہہ دیا یا بنت من خبث من الولادة والاولاد یا ابنة آكلة الاكباد لسنا كنسائهم المشهورات بالزنا والخناء ولا رجالنا العاكفين على الات والعزى الیس جدك ابا سفيان الذي حزب على الرسول الاحزاب الیست امك هند باذلة نفسها لحبشي واكلت كبد حمزة جهرا۔ الیس ابوك الضارب في وجدا مامه بالسيف اولیس اخوك قاتل اخي ظلما وهو سيد شباب

اهل الجنۃ وھو اھل الکتاب والسنۃ وابن بنت الرسول المخدوم بجبرئیل ومیکائیل وکثیر ما ملکتموہ فی الدنیا فانہ فی الاخرۃ قلیل ۔ (ترجمہ) اے خبیث کی اولاد اور جگر خوار کی بیٹی ہم ان عورتوں کے مانند نہیں ہیں جو زناکاری اور بدکاری میں مشہور تھیں اور نہ ہمارے مردلات وعزیٰ کی پرستش پر مصر رہے ۔ کیا تیرا دادا ابو سفیان وہی نہیں ہے جس نے آنحضرتؐ کے خلاف مشرکین کی پارٹیاں (جھتے) تیار کئے تھے ؟ کیا تیری دادی ہندہ وہی عورت نہیں جس نے اپنے کو ایک حبشی کے حوالے کردیا تھا (یعنی حبشی پر فریفتہ تھی) اور علانیہ طور پر حمزہ کا جگر چاب ڈالی تھی ؟ کیا تیرا باپ وہی شخص نہیں جس نے اپنے امام (علیؑ) کے مقابلہ کے لئے تلوار کھینچی تھی ؟ کیا تیرا بھائی وہ نہیں جو میرے بھائی کو ظلم سے قتل کیا حالانکہ وہ سید شباب اہل الجنۃ اور اہل کتاب اور سنت تھے ۔ رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے اور جبرئیل ومیکائیل کے مخدوم تھے ۔ تم نے دنیا میں جو اعمال کئے ہیں وہ آخرت میں ہلکے اور قلیل ثابت ہوں گے ۔

خواہر یزید ہند کو کوئی جواب نہ سوجھا اور وہ خفیف اور شرمندہ ہوکر اپنا سا منہ لے کر زندان سے چلی گئی ۔

یہہ گفتگو بھی یقیناً جناب زینبؑ سے ہوئی اور راوی نے جنابؑ

زینبؑ کا نام لینے کے عوض آپ کی کنیت ظاہر کی ۔جناب زینبؑ کی کنیت ام کلثوم بھی تھی۔

بحر المصائب میں روایت ہے کہ زندان شام میں اہل بیتؑ کے ساتھ سترہؑ بچے تھے جنکی جنابؑ زینبؑ نگرانی و پاسبانی فرماتی تھیں۔ بسا اوقات بچے بھوک اور پیاس کی شدت سے روتے تلملاتے رہتے تھے ۔جناب زینبؑ سے کھانا پانی مانگتے تھے اور آپ انکی دلجوئی و دل بھلائی فرماتی تھیں۔

حالات شام کے متعلق چند روایتیں بیان کر دی گئیں اب اہل بیت اطہار کی قید سے رہائی اور مدینہ کو روانگی سے متعلق کچھ حالات درج کیے جاتے ہیں۔

باب (۱۴)

رہائی اہل بیتؑ و روانگی بہ مدینہ طیبہ

اہل بیت طاہرینؑ کتنے دن دمشق میں قید رہے اس کے متعلق روایات

میں اختلاف ہے۔

سید طبا طبائی اعلی اللہ مقامہٗ نے ریاض المصائب کے حاشیہ پر مدت قیام وقید چالیس یا زیادہ سے زیادہ چھ ماہ بتائی ہے۔

کاشفی میلانی لکھتے ہیں کہ اہل بیتؑ پورے چھ مہینے قید رہے کتاب مہیج الاحزان میں ایسی روایتیں ہیں کہ جن سے اٹھارہ اور دس روز قید میں رہنا پایا جاتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ تین روز قید رہے اور ساتھ روز ایک علیحدہ مکان میں رہ کر مراسم عزاداری بجا لائے۔

ملا محمد باقر رشتی تذکرۃ الائمہ میں لکھتے ہیں کہ مدت قیام وقید شام چالیس روز سے چھ ماہ تک بتائی جاتی ہے لیکن میرے خیال میں اس سے زیادہ ہوگی۔

ابن صباغ نے اپنی کتاب الفصول المہمہ میں اگرچہ مدت قیام نہیں بتائی لیکن کہتے ہیں کہ ایک مدت دراز تک اہل بیت دمشق میں قید رہے۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ لکھتے ہیں کہ مدت دراز تک اہل بیتؑ شام میں قید رہے یہاں تک کہ ہندہ زوجہ یزید نے خواب دیکھا۔ یزید کو ملامت کی وغیرہ

السید مظہر حسن سہارنپوری نے جلاء العینین سیرۃ علیؑ ابن الحسین میں مدت قید و قیام شام کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

"مدت قیام اہل بیت شام شوم میں باختلاف مرقوم ہوئی ہے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ چھ ماہ اور کم سے کم نو یوم...... راقم الحروف کے نزدیک جیسا چھ ماہ کا قول دور از قیاس ہے ویسا ہی آٹھ نو روز کا قیام بھی بعید معلوم ہوتا ہے۔ میرے نزدیک سید طباطبائی اعلی اللہ مقامہٗ کا قول جو حاشیہ ریاض المصائب میں ہے کہ یہہ حضرات چالیس روز شام میں مقیم رہے اقرب بالصواب ہے"

ہمارا خیال ہے کہ اہل بیتؑ طویل مدت تک دمشق میں قید رہے ہونگے۔

طراز المذہب میں روایات ہیں کہ گرمی و سردی کے اثر قلت آب وطعام کی وجہہ بی بیوں اور بچوں کی کھال نکل گئی تھی اور سب لاغر و نحیف ہو گئے تھے تو یہہ حالت دو چار۔ دس بیس روز میں نہیں ہو سکتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ روایات جس میں مدت قید چھ مہینے بتائی گئی ہے صحیح اور قرین قیاس ہیں۔

جب یزید پلید نے خوب دل کھول کر اہل بیت اطہار سے انتقام لے لیا۔ قید۔ سخت کلامی وغیرہ کے ذریعہ اپنے قلب سیاہ کو ٹھنڈا کر لیا تو بعض لوگوں کے مشورہ اور رائے کی بناء پر ان ستم رسیدوں کی رہائی کا اس کو خیال پیدا ہوا اور یہہ رہا کئے گئے۔

مقتل ابی مخنف۔ بحر المصائب۔ نور العین میں ہے کہ جب یزید اپنے کردار سے پشیمان ہوا تو اس نے اہل بیتؑ کے پاس پیام بھیجا کہ میں آپ کو رہا کرنا چاہتا ہوں اور اختیار دیتا ہوں کہ چاہو تو دمشق میں آرام و راحت سے رہو یا چاہو تو اپنے وطن مدینہ کو واپس جاؤ۔ اہل بیتؑ نے مدینہ واپس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ جناب زینبؑ نے کہلا بھیجا کہ جب سے امام حسینؑ شہید ہوئے ہم کو ان پر دل کھول کر رونے اور ماتم کرنے کا موقع نہیں ملا اس لئے کہ عمر ابن سعد اور ابن زیاد نے اس کی اجازت نہیں دی اب قبل روانگی ایک مکان دے دیا جائے اور مجلس عزا برپا کرنے کی اجازت دی جائے۔ یزید نے اجازت دی اور حکم دیا کہ ایک وسیع مکان خالی کیا جائے اور اہل بیتؑ کو اس میں منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک مکان خالی کیا گیا اہل بیت اطہار اس میں تشریف لائے اور مجلس عزا برپا کی یہہ پہلی مجلس عزائے حسینؑ تھی جو منعقد ہوئی۔

بعض کتب اخبار میں ہے کہ جب یزید پلید کو اطلاعیں ملنے لگیں کہ جناب امام حسینؑ کے قتل اور اہل بیت رسولؐ کی اسیری کی وجہ ملک کے بعض علاقوں میں بے چینی اور بددلی پھیل رہی ہے اور لوگ اس سے متنفر ہو رہے ہیں۔ فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے تو یہہ شقی مجبور ہوا کہ اہل بیت کو رہا کر دے۔ اس نے ایک روز جناب امام زین العابدینؑ کو طلب کیا اور ملازمین کو تاکید کی کہ احترام و احتشام کے ساتھ آپؑ کو لائیں۔ جب امامؑ زندان سے روانہ ہونے لگے تو جناب زینبؑ یزید کی تلوّن مزاجی۔ غدّاری کے مدنظر آپ کو فرمایا یا قرۃ عینی وسلوۃ فوادی لا تتکلّم الا بکلام هیّن وقول لیّن فانّه ظالم عنید وشقی شدید لا یخاف اللہ وعذابهٗ ولا یستحی من رسوله ووليه (اے قرۃ العین اے سرور دل تم یزید سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ گفتگو کرنا اس لئے کہ وہ ظالم سرکش اور شقی شدید ہے۔ اس کو نہ تو خدا کا اور نہ اس کے عذاب کا خوف ہے نہ تو وہ رسول اللہ اور ان کے ولی علی مرتضیٰ سے شرم کرتا ہے) جب جناب امام زین العابدینؑ یزید کے پاس پہونچے تو یہہ شقی آپ کو تشریف لاتے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور صدر مجلس پر آپ کو بٹھایا اور خندہ پیشانی سے کہا کہ یا علیؑ ابن الحسینؑ جو کچھ خواہش و حاجت ہو بیان فرمائیے میں اس کو پوری کرنے

آمادہ اور تیار رہوں ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ سے میں کوئی حاجت نہیں رکھتا اس کے علاوہ پھپی زینبؑ کے مشورہ و استمزاج کے بغیر میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ یزید یہہ سُن کر خادمین کو کہا کہ پردہ کا انتظام کریں اور جناب زینبؑ اور سب بی بیوں کو بلا لائیں ۔ جب اہل بیت تشریف لائے تو یزید نے تعظیم و تکریم کی ۔ اہل بیتؑ اس سے قبل کی مجلسوں کو یاد کر کے رونے لگے اور جب ان کا گریہ تھما تو یزید نے کہا کہ اے اہل بیتؑ رسول میں نے آپ سب کو رہا کر دیا اب اگر آپ چاہیں تو یہاں رہیں یا مدینہ مراجعت فرمائیں ۔ یزید کا یہہ کلام سُن کر جناب زینبؑ رونے لگیں اور واخاہ واذلتاہ و واضیعتاہ فرمایا یزید پوچھا کہ یہہ بی بی کون ہیں جو اس طرح روتی اور فریاد کرتی ہیں جب کہا گیا کہ یہہ نورچشم علی مرتضیٰ صدیقہ صغریٰ نائبہ زہراؑ زینبؑ کبریٰ خواہر امام حسینؑ ہیں تو یزید پشیمان ہوا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب نالہ و زاری سے کیا حاصل ۔ سکون اختیار کیجئے اور پس ماندوں کی پرستاری فرمایئے ۔ جناب زینبؑ برآشفتہ ہوئیں اور کہا ہم مدینہ خالی گھروں کو جا کر کیا کریں سوائے اس کے کہ ہمارے غم و الم میں اضافہ ہو اور مقتول اعزہ کی یاد ستائے ۔ یزید جواب دیا " مسافر ہمیشہ آرزو مند رہتا ہے کہ اپنے وطن کو پہونچے مدینہ آپ کا وطن ہے اس لئے وہاں

جانا آپ کے لئے باعث سرور ہونا چاہیئے۔ یہہ سُن کر جناب زینبؑ نے گریہ فرمایا یزید خاموش ہوگیا پھر آپ سے کچھ نہ بولا۔

یہہ بھی روایت ہے کہ اس مجلس میں یزید نے جناب زینبؑ سے کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو فرمائیے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ میں تجھ سے تین چیزوں کی طالب ہوں وہ مجھے دیدے ایک تو میرے نانا رسول اللہؐ کا عمامہ دوسرے میری ماں فاطمۃ الزہراءؑ کا مقنع تیرؐے تیسرے میرے بھائی کی خون آلود قمیص۔ یزید نے جواب دیا کہ عمامہ رسولؐ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کا مقنع تو تبرکاً تیمناً میں نے اپنے خزانہ میں رکھہ لیا ہے آپ کے بھائی کی قمیص کے متعلق نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے یزید میرے بھائی کا قمیص اس کپڑے کا ہے جس کو میری ماں نے خود بنا ہے۔ کپڑا بنتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حسینؑ جب کربلا میں شہید ہوں گے تو اس وقت اس کپڑے کا قمیص پہنے ہونگے۔ اے یزید روز عاشورا میرے بھائی اس ہی کپڑے کا قمیص پہنے ہوئے تھے جو بعد شہادت اشقیا نے لوٹ لیا یزید نے حکم دیا کہ بہر طور وہ قمیص تلاش کیا جائے اور برآمد کر کے جناب زینبؑ کو پہونچا دیا جائے۔

اس کے بعد یزید نے جناب زینبؑ سے کہا کہ اگر اور کوئی

حاجت ہو تو فرمایئے۔ جناب زینبؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا۔
جب سے ہمارے سید و سردار حسینؑ شہید ہوئے ہم کو ان پر نوحہ و ندبہ کرنیکا
موقع نہیں ملا۔ یہاں زندان میں ان کی لڑکی دار فانی کو سدھاری اس
کے لئے بھی رونے کی اجازت نہ ملی پس میں چاہتی ہوں کہ ایک وسیع
وکشادہ مکان ہمارے لئے خالی کرادیا جائے تاہم وہاں حسینؑ ابن علیؑ
کا ماتم برپا کریں۔ دختران قریش۔ زنان بنی ہاشم کو اجازت دی جائے
کہ وہ بھی ان مراسم عزاداری و سوگواری میں شریک ہوں اور ہماری مدد
کریں۔ یزید راضی ہو گیا اور حکم دیا کہ محلہ دار الحجارہ میں ایک وسیع مکان
خالی کیا جائے اور اس میں اہل بیتؑ منتقل کر دیئے جائیں۔ زنان
دمشق کو عام اجازت دیدی گئی کہ جو چاہے مراسم عزاداری میں شریک ہو
مکان کا انتظام ہوتے ہی اہل بیتؑ قید خانہ سے اس میں تشریف
لائے اور جناب زینبؑ نے پہلی مجلس عزا حضرت سید الشہداؑ برپا
فرما کر آئندہ مجلسوں کی بنیاد قائم فرمادی۔ اس مجلس میں زنان قرشیہ
و ہاشمیہ سیاہ لباس پہنے ہوئے گریبان چاک۔ بال کھولے۔ سر پیٹتے
روتے ہوئے اس طرح مجلس میں آئیں جیسے میت پر آتی ہیں۔ جب
کافی مجمع ہو گیا تو جناب زینبؑ نے امام زین العابدینؑ کو لا کر حضرت
سیّد الشہداؑ کی مسند پر بٹھادیا اور یہ منظر دیکھ کر حاضرین مجلس میں کہرام

برپا ہوگیا۔ اِس کے بعد عورتیں حضرت سیّدالشہداؑ اور شہداءِ کربلا کے حالات و واقعات دریافت کرنے لگیں اور جناب زینبؑ جوابات دیتی تھیں۔ شہداء کے حالات بیان فرماتی جاتی اور سر ہائے شہداء بتاتی جاتی تھیں۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ "اے زنان شام دیکھو اس قوم جفا شعار نے آل علیؑ سے کیا سلوک کیا۔ تم واقعہ کربلا سے بےخبر ہو اس لئے سن لو کہ کربلا میں حسینؑ مع عزیز و اقرباء و انصار بھوکے پیاسے شہید کئے گئے ان کی شہادت کے بعد پسر زیاد بے حیا کے حکم سے کوفیوں نے بیواؤں اور یتیموں کو قیدی بنایا اور شتران بے کجاوہ پر بے مقنع و چادر بٹھا کر کوفہ لائے اور کوچہ و بازار میں پھرا کر تشہیر کی۔ حجت خدا علیؑ ابن الحسینؑ کو طوق گران پہنایا۔ زنجیروں میں کس دیا۔"

جناب زینبؑ کا یہ بیان سُن کر حاضرین مجلس میں غل مچ گیا۔ اس وقت جناب زینبؑ نے سر اقدس سیّدالشہداء لے کر اپنے سینہ سے لگا اس کے بوسے لئے اور مدینہ کے طرف منہ پھیر کر اپنی مادر گرامی کو مخاطب کیا اور چند دردناک کلمات فرمائیں۔ پھر بھائی کے منہ پر منہ رکھکر کلمات جانگداز ارشاد فرمائیں اور مجلس ختم ہوئی۔

بعض راویوں نے لکھا ہے کہ یزید اپنے افعال و کردار سے پشیمان ہو کر اہل بیتؑ کو قید سے رہا کیا بعض روایات میں ہے کہ

فتنہ وفساد برپا ہو جانے کے اندیشہ سے اس نے رہائی دی اور اہل بیت کو مدینہ واپس بھیج دیا اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسی چیز زیادہ قرین عقل وقیاس ہے ۔ یزید کی فطرت وکیکٹر (عادات واخلاق) کے مدنظر یہ تصور کرنا کہ اس کو خجالت وندامت دامن گیر ہوئی ہو گی قرین عقل نہیں بلکہ یہ امر زیادہ قرین قیاس ہے کہ اس نے فتنہ وفساد اور اپنی حکومت کے زوال کے خوف سے اہل بیتؑ کو رہا کیا تاکہ لوگوں کی تالیف قلوبی ہو اور ان کی زبانیں بند ہوں واقعات پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یزید کی پوری کاروائی بنی ہاشم وخاندان رسولؐ سے دیرینہ بغض وعداوت اور انتقامی اسپرٹ پر مبنی تھی اور اس میں پشیمانی اور ندامت کا کوئی دخل ہی نہ تھا۔ اگر محض بیعت نہ کرنے کی وجہ امام حسینؑ کو شہید کیا جاتا تو آپ کی شہادت کے بعد سارا قصہ ختم ہو جاتا لیکن بعد شہادت جو بدعنوانیاں پیش آئیں کہ اہل بیتؑ کو اسیر اور مغلول کیا گیا ۔ ان کا مال واسباب لوٹا گیا ۔ خیمے جلائے گئے انھیں مثل اسرائے ترک ودیلم وزنگبار بھوکے پیاسے شہر بشہر پھرایا گیا ۔ دمشق لایا گیا اور یہاں بھی کافی تشہیر کرائی گئی ایک عرصہ تک قید رکھا گیا ۔ کبھی کسی ویرانہ میں کبھی مسجد میں کبھی خرابہ میں ۔ پھر وقتاً فوقتاً یزید کی بھری مجلسوں اور محفلوں میں لائے گئے ایسی حالت میں کہ اِس

دمشق کی محفلیں امراء و روساء شام و عراق سے بھری رہتی تھیں۔ اسباب رقص و سرود۔ شراب و کباب مہیا رہتے تھے۔ اقتدار و اختیار۔ شان و شوکت کا پورا مظاہرہ کیا جاتا تھا اور یہ ستم رسیدہ اہل بیت مع امام زمانؑ گھنٹوں کھڑا کر دیئے جاتے اور یزید اور اس کے مصاحبین ان غریبوں کی خستہ حالی و تباہی دیکھ کر قہقہے لگاتے۔ لطف اٹھاتے تھے تو کیا ان سب امور سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یزید کی سب کارروائی کینہ و بغض دیرینہ اور انتقامی جذبہ پر مبنی تھی۔ ایسی صورت میں کیوں کر خیال کیا جا سکتا ہے کہ یزید پشیمان ہوا ہوگا۔ لا و اللہ۔ ہاں البتہ اپنی جان اور حکومت کے زوال کے خوف سے ضرور خائف ہوا ہوگا اور یہی اہل بیتؑ کی رہائی کا یقیناً باعث اور سبب ہوا۔

مولانا سبط الحسن صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس زمانہ میں اہل بیتؑ رسول قید شام میں تھے مملکت یزید میں انقلابی آثار پیدا ہو رہے تھے اب اس نے خیال کیا کہ اس انقلاب کو روکنے کے لئے اہل بیت رسولؐ کو رہا کر دینا چاہیئے بعض مورخوں کا یہ خیال ہے کہ مروان نے یزید سے یہ کہا کہ ملک میں جو بے چینی پھیلی ہوئی ہے اِس کو

دبانے کے لئے اہل بیتؑ کا رہا کر دیا جانا ضروری ہے،
ورنہ سلطنت تباہ ہو جائیگی ۔ بہرکیف جو کچھ بھی ہوا ہو
لیکن یہ ضرور ہے کہ یزید نے اپنی سلطنت کو بچانے
کے لئے اسیرانِ بلا کو رہا کر دیا" (ماخوذ از "شہید
انسانیت")

مولانا سبط الحسن صاحب کے قول سے ہمارے خیال کی
تائید ہوتی ہے۔

روایات کے بموجب بعد رہائی جناب زینبؑ نے جو مجلسِ عزا
برپا فرمائی تو بظاہر مراسم عزاداری وسوگواری بجالانے کے لئے کی لیکن
ہمارے خیال میں اس کے علاوہ جناب زینبؑ کا اس مجلس کے منعقد
کرنے سے یقیناً یہ مطلب ومقصود تھا کہ یزید اور اس کی قوم کے مظالم
ومثالب سے اہل شام کو واقف کردیں اور اپنے مظلوم بھائی کے فضائل
ومقامات عالیہ ان پر ظاہر فرمادیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

زنانِ شام جو کربلا، وکوفہ کے حالات وواقعات سے لاعلم
تھے اس مجلس میں تفصیلی حالات سے واقف ہوئے تو انہوں نے گھروں
کو واپس جاکر ان واقعات سے اپنے مردوں کو مطلع کیا جس سے اِنکے
قلوب میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ اکثر وہ لوگ جو تھوڑا بھی ایمان رکھتے

تھے یزید سے بدظن اور منحرف ہو گئے ۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہہ بھی جناب زینبؑ کا جہاد باللسان تھا اور امام علیہ السّلام کے مشن کی تکمیل تھی جو آپ فرمائیں ۔

آج دنیا میں جو حسینؑ کا نام باقی ہے اور دنیا کے ہر حصہ میں حسینؑ کا ذکر ہوتا ہے تو یہ کثرت مجالس کا نتیجہ ہے جس کی بناء اسی سوگوار ۔ جان نثار بہن زینب نے ڈالی ۔ جناب زینبؑ نے تین مجالس عزا کیں ۔ پہلی تو یہہ دمشق میں ہوئی اس کے بعد دوسری مجلس قبر حسینؑ پر کربلا میں منعقد کیں تیسری مدینہ منورہ میں برپا ہوئی جس کا ذکر آگے آئیگا ۔

صاحب بحر المصائب نے ایک روایت لکھی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ ھندہ زوجہ یزید کی سعی و سفارش و کوشش سے اہل بیتؑ کی قید سے رہائی ہوئی ۔ لکھا ہے کہ جب اہل بیتؑ قید تھے تو ایک رات ہندہ قید خانہ میں آئی اور اہل بیتؑ طاہرین کو پہچان کر روئی دلاسہ تسلّی دی ۔ واپس جا کر یزید کو ملامت کی اور ایسے کلمات کہے کہ یزید متاثر ہوا اور کہا کہ خدا ہلاک کرے پسر مرجانہ کو کہ حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا اور دونوں جہاں میں میرا منہ کالا کیا اب ندامت میرے لئے فائدہ مند نہیں ہو سکتی ۔ تو قید خانہ جا اور اہل بیتؑ کو محل شاہی میں لا کر اپنے پاس رکھہ اور ان کے آرام و آسائش کا سامان کر ۔ میری جانب سے عذر

خواہی کرا اور کہہ کہ میں حسینؑ کے قتل پر راضی نہ تھا۔ ہندہ آل ابی سفیان کے چند عورتوں اور کنیزوں کو ماتمی لباس پہنا کر ساتھ لئے ہوئے خرابہ کو آئی۔ قید خانہ میں سب کے گریہ وزاری سے محشر بپا ہوا۔ جناب زینبؑ نے فرط غم و الم سے مدینہ کے طرف منہ کر کے اپنی مادر گرامی کو مخاطب فرما کر مرثیہ کے طور پر چند اشعار پڑھے اور پھر سوئے کربلا، منہ پھیر کر چند اشعار ارشاد فرمائے۔ ہند اور زنان آل ابوسفیان اہل بیتؑ کو فرداً فرداً تسلی دیں۔ معذرت۔ منت وسماجت کر کے سب کو محل میں لائیں اور سب کی خدمت گذاری کرتی رہیں۔ ممکن ہے کہ یہہ روایت صحیح ہو لیکن اس میں یہہ جو لکھا ہے کہ یزید امام حسینؑ کے قتل کا ابن مرجانہ کو ذمہ دار قرار دیا تو اگر اس نے ایسا کہا تو وہ جھوٹا تھا اس لئے کہ یزید خوب جانتا تھا کہ کس کے حکم سے امام شہید کئے گئے۔ اس نے جو احکام والی مدینہ کو دیئے تھے وہ صاف وصریح تھے کہ امام حسینؑ سے بعیت طلب کر اگر انکار کریں تو قتل کر دے اور سر انکا بھیج دے اور یہی احکام اِس مردود۔ کاذب نے ابن زیاد کو دیئے پس اس روایت میں اس کے جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں یا تو وہ صحیح نہیں اور اگر صحیح و درست ہوں تو پھر اس نے ہند کو خوش کرنے کے لئے دروغ گوئی اور غلط بیانی کی۔ ہند کی ملامت اور ناراضی سے خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر جھوٹ کہا اور اس کو

دہوکہ دیا۔

بحرالمصائب اور بعض کتب اخبار میں ہے کہ جب یزید اہل بیتؑ کو رہا کرنے اور مدینہ واپس کرنے کا تصفیہ کرلیا تو زرین علم۔ رنگین اور پر تکلف لباس۔ سیم و زر جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس بھیجا اور پیام بھیجا کہ یہہ مال و زر ان مصائب کے عوض ہے جو آپ سب پر گزرے ہیں۔ جناب زینبؑ نے یہہ لباس مال و زر سب واپس کردیا اور جواب کھلا بھیجا کہ یزید سے کہدو کہ تو کس قدر بے شرم و سنگدل ہے کہ ہمارے سید و سردار کو انکی اولاد کو تو قتل کیا اور اب اس کی تلافی کے لئے یہہ مال و اسباب۔ زر و سیم بھیجا ہے۔ کیا تو نے میرے نانا محمد مصطفٰےؐ کی حدیث نہیں سنی کہ جو شخص کسی مومن کو پہلے محزون اور مکدر کردے اور اس کے بعد تمام دنیا بھی اس کو بخش دے تو اس حزن و الم کا جو اسے پہونچ چکا ہے بدلہ و عوض نہیں ہوسکتا۔ جناب زینبؑ کا یہہ جواب سُن کر یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا۔

انتظام روانگی اہل بیتؑ بہ مدینہ اہل بیتؑ کی مدینہ کو روانگی کے وقت یزید نے جو انتظام و اہتمام کیا اس کے متعلق علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار الانوار میں صاحب مناقب کی روایت تحریر فرمائی ہے کہ جب یزید نے اہل بیتؑ کو رہا کیا اور دمشق میں رہنے یا مدینہ واپس جانے کا اختیار دیا تو ان بزرگوار و ں

نے مدینہ جانا پسند فرمایا۔ جناب زینبؑ نے کہلا بھیجا کہ ردنا الی المدینہ فانہا مہاجر جدنا (ہم کو مدینہ واپس کر دے اس لئے کہ وہ ہمارے جد کی ہجرت گاہ ہے) یزید نے اس کو منظور کر لیا اور نعمان ابن بشیر کو جو صحابہ رسول اللہؐ سے تھے طلب کیا اور انھیں مفصل ہدایات دیئے کہ اہل بیت اطہار کو ان کے شایان شان انتظام و احتشام کے ساتھ مدینہ پہونچا دیں قبل روانگی ضروری لباس و زاد راہ کا معقول انتظام کریں۔ راستہ کی حفاظت وغیرہ کے لئے کافی تعداد میں سوار و پیادے ساتھ رکھیں۔ جب روانگی کا وقت آیا تو امام زین العابدینؑ کو بلا کر بہت کچھ عذر و معذرت کی نعمان ابن بشیر کو مزید تاکید کی اہل بیتؑ کے اعزاز و اکرام کا ہر وقت خیال رکھیں

کتاب بیت الاحزان میں روایت ہے کہ جب جناب زینبؑ نے دیکھا کہ اونٹوں پر زرق برق محملیں ہیں اور ان میں ریشمی و مخملی فرش ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ سب محملوں کو سیاہ پوش کر دیا جائے تاکہ لوگ جانیں کہ اولاد فاطمہؑ سوگوار و عزادار ہے۔

روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ کی مدینہ کو روانگی کی اطلاع اہل دمشق کو ہوئی تو زنان و دختران اہل دمشق سیاہ پوش ہو کر گھروں سے نکل آئیں اور اہل بیتؑ کے قیام گاہ پر جمع ہو گئیں سب نے گریہ و نالہ کرتے ہوئے اہل بیتؑ کو وداع کیا۔ جناب زینبؑ کو وہ وقت یاد آگیا جب

آپ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئی تھیں اس وقت زنان و دختران بنی ہاشم و اہل مدینہ نے اسی طرح روتے پیٹتے ہوئے آپ کو وداع کیا تھا۔ آپ نے شدت سے گریہ فرمایا۔ جناب امام زین العابدینؑ نے آپ کو دلاسہ دیا اور آپ کو اور سب بی بیوں کو سوار کرایا۔ جن جن استوں سے قافلہ گذر رہا تھا لوگ جوق جوق روتے ہوئے ساتھ ہوجاتے تھے اور سب نے تھوڑی دور تک مشایعت کی۔

جب اہل بیتؑ کی عماریاں نظروں سے غائب ہوگئیں تو سب لوگ افسردہ و رنجیدہ خاموش و ساکت شہر کو واپس ہوئے۔

شام کے واقعات ختم کرنے کے بعد اب ہم جناب زینب علیہا السلام کا وہ خطبہ درج ذیل کرتے ہیں جو بروایتی سید بن طاؤس اعلی اللہ مقامہ جناب معصومہؑ نے یزید کی مجلس میں اس وقت ارشاد فرمایا جب سر اقدس حضرت سید الشہدا، علیہ التحیتہ و الثنا طشت میں اس کے سامنے رکھا گیا اور وہ ملعون دندان مبارک سے چھڑی سے بے ادبی کرنے لگا اور وہ مشہور اشعار لیت اشیاخی ببدر شہدوا الخ پڑھے۔

خطبہ

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ علی جدی سید المرسلین

صدق الله کذالک یقول ثم کان عاقبۃ الذین اساؤا السوی
ان کذبوا بایات الله وکانوا بہا یستہزون۔ اظننت یا یزید
حین اخذت علینا اقطار الارض وضیقت علینا آفاق السما
فاصبحنا لک فی اساری لنساق الیک سوقا فی قطار وانت علینا
ذو اقتدار ان بنا من الله ہوانا وعلیک منہ کرامۃ وامتنانا °
وان ذالک لعظم خطوک وجلالۃ قدرک فشمخت
بانفک ونظرت فی عطفک تضرب اصدریک
فرحاً وتنفض مذرویک مرحاً حین رات الدنیا لک
مستوسقۃ والامور لدیک متسقۃ ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم
خیراً لانفسہم انما نملی لہم لیزدادوا اثما ولہم عذاب
مہین ۔ آمن العدل یابن الطلقاء تخذرک حرائرک و
امائک وسوقک وبنات رسول الله سبایا قد ہتکت ستورہن
وابدیت وجوہہن تحدوا بہن الاعداء من بلد الی بلد و
یستشرفہن اہل المناقل ویتبرزن لاہل المناہل ویتصفح
وجوہہن القریب والبعید والغائب والشہید والوضیع
والشریف والدنی والرفیع ۔ لیس معہن من رجالہن ولی
ولا من حماتہن حمیم عتوا منک علی الله وجحوداً لرسول الله

° حین صفا لک ملکنا وخلص سلطاننا فمہلا مہلا لا تطش جہلا انسیت قول الله عز وجل ولا یحسبن الذین

ودفعا لما جاء به من عند الله ـ ولا غرو منك ولا عجب
من فعلك و انی یرتجی مراقبة من لفظ فوه اکباد الشهدا
ونبت لحمه بدماء السعداء و نصب الحرب لسید الانبیا
وجمع الاحزاب وشهر الحراب و هز السیوف فی وجه
رسول الله صلی الله علیه وآله ـ اشد العرب لله جحوداً
وانکرهم له رسولاً و اظهرهم عدوانا و اعناهم
علی الرب کفراً وطغیاناً الا انها نتیجة خلال الکفر
وضب یجرجر فی الصدر لقتلی یوم بدرٍ فلا یستبطی فی
بغضنا اهل البیت من کان نظره الینا شنفاً و اشنانا
واحناً و اضغاناً ـ یظهر کفره برسوله و یفصح ذالک
بلسانه وهو یقول فرحاً بقتل ولده و سبی ذریته غیر
متحوب ولا مستعظم لاهلو واستهلوا فرحاً ولقالوا یا
یزید لا تشل منتحیاً علی ثنایا ابی عبد الله وکان مقبل
رسول الله صلی الله علیه وآله ینکتها بمخصرته قد التمع
السرور بوجهه لعمری لقد نکأت القرحة و استاصلت
الشافة باراقتك دم سید شباب اهل الجنة و ابن
یعسوب العرب وشمس آل عبد المطلب و هتفت باشیا
خك

تقربت بدمه الی الکفرة من اسلافك ثم صرحت نبذلك
ولعمری لقد نادیتهم ولو شهدوك ووشیکا تشهدهم
وان یشهدوك ولتود یمینك کما زعمت شلت بك عن
مرفقها وجذت واحببت امك لم تحملك و آباك لم یلدك
حین تسیر الی سخط الله و مخاصمك رسول الله صلی الله علیه
وآله.

اللهم خذ بحقنا وانتقم من ظالمنا واحلل غضبك
بمن سفك دمائنا ونقض ذمارنا وقتل حماتنا وهتك عنا
سدولنا وفعلت فعلتك التی فعلت و مافریت الاجلدك
وماجزرت الالحمك وسترد علی رسول الله بما تحملت
من ذریته وانتهکت من حرمته وسفکت من دماء عترته
ولحمته حیث یجمع به شملهم ویلم به شعثهم وینتقم
من ظالمیهم ویاخذ لهم بحقهم من اعدائهم فلا
یستفزنك الفرح بقتله ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله
امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما اتهم
الله من فضله۔ وحسبك بالله ولیا وحاکما و رسول الله خصیما
و بجبرئیل ظهیراً ۔ وسیعلم من لواك ومکنك من رقاب

المسلمين ان بئس للظالمين بدلا و اُیکم شر مکاناً واضل سبيلاً۔

وما استصغاری قدرك ولا استعظامی تقریعك توهما لانتجاع الخطاب فيك بعد ان ترکت عیون المسلمين به عبری وصدورهم عند ذکره حرّی فتلك قلوب قاسية ونفوس طاغية و اجسام محشوة بسخط الله ولعنة الرسول قد عشش فيه الشيطان وفرخ ومن هنالك مثلك درج ما درج ونهض۔

والعجب كل العجب لقتل الاتقياء واسباط الانبياء وسليل الاوصياء بايدی الطلقاء الخبيثة ونسل العهرة الفجرة تنطف اکفهم من دمائنا وتتحلّب افواههم من لحومنا وللجثث الزاكية على الجبوب الضاحية تنتابها العواسل وتعفرها الفراعل فلئن اتخذ تنا مغنما لتجد بنا وشيكا مغرما حين لا تجد۔

الا ما قدمت يداك وما الله بظلام للعبيد فالى الله المشتكى والمعول واليه الملجاء والمؤمّل ثم كد كيدك في اجهد جهدك فوالذی شرفنا بالوحی والكتاب والنبوة والانتخاب

لا تدرك امدنا ولا تبلغ غايتنا ولا تمحو ذكرنا ولا يرحض عنّا عارها۔ وهل رايك الا فند وايامك الا عدد الا بددٌ يوم ينادى المنادى الا لعن الله الظالم العادى والحمد لله الذى حكم لاوليائه بالسعادة وختم لاصفيائه ببلوغ الارادة ونقلهم الى الرحمة والرافة والرضوان والمغفرة ولم يشق بهم غيرك ولا ابتلى بهم سواك ونسئله ان يكمل بهم الاجر ويجزل لهم الثواب والذخر ونسئله حسن الخلافة

وجميل الانابة انه رحيم ودود

(ترجمہ) تعریف اس خدا کی جو رب العالمین ہے اور درود ہو میرے نانا سید المرسلین پر۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اور اس کا قول سچ ہے کہ " انجام برے کام کرنے والوں کا برا ہوگا۔ جنہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔

اے یزید! کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے آفاق تنگ کر دیئے (یعنی زمین و آسمان تنگ کر دیئے) اور ہم تیرے قیدی ہو گئے اسلئے کہ تیرے پاس قطار میں لائے گئے ہیں اور تو ہم پر غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا ہے۔ اور کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ہم کو ذلت و رسوائی پہونچی اور تجھے

عزت و توقیر اور یہہ ظاہری فتح جو تجھے نصیب ہوئی وہ تیری جلالت قدر اور عظمت شان کی وجہ ہوئی اور تو اس پر ناک چڑھانے لگا (یعنی مغرور ہو گیا) اور اترانے لگا۔ خوشی سے بغلیں بجانے اور شوخی کرنے اور گستاخی کرنے لگا۔ تو سمجھتا ہے کہ تجھے دنیا مل گئی اور تیرے معاملات مستحکم اور منظم ہو گئے اور ہمارا ملک تیرے قبضہ میں آگیا اور ہماری سلطنت تجھے حاصل ہو گئی۔ ٹھیر جا! جہالت سے اتنا اچھل نہ جا۔ کیا تو اللہ تعالےٰ کا ارشاد بھول گیا ولا تحسبن الخ" ——— ہرگز یہہ خیال نہ کرو کہ ہم نے کافروں کو اس لئے مہلت دی ہے کہ اس میں ان کی بھلائی ہے بلکہ اس وجہ سے مہلت دی ہے کہ ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور وہ ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا ہوں"

اے آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے کیا یہہ تیرا انصاف ہے کہ تو اپنی بی بیوں اور لونڈیوں کو تو پس پردہ رکھے اور رسول ؐ کی بیٹیوں کو قید کر کے دربدر پھرائے ؟ تو نے ہماری ہتک حرمت کی۔ ہمارے چہروں کو بے نقاب کیا۔ (تیرے حکم سے) اشقیاء ہم کو شہر بہ شہر پھرا رہے ہیں۔ ہر اقسام کے لوگ خواہ وہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا پانی کے چشموں پر خیمہ زن ہوں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ قریب و بعید۔ غائب و حاضر شریف و رذیل۔ امیر و غریب سب کی نظریں ہم پر پڑ رہی

ہیں۔ اور ہماری یہہ حالت ہے کہ ہمارے ساتھ ہمارے مرد عزیزوں میں سے کوئی نہیں ہے اور نہ ہمارا کوئی معین و ناصر ہے۔

اے یزید جو کچھ تونے کیا اس سے تیری خدا سے سرکشی اور رسول اللہؐ سے انکار ثابت ہوتا ہے اور اس کتاب (قرآن) اور سنت کو رد کرتا ہے جو رسول اللہ خدا کی طرف سے لائے اور تیرا یہہ فعل کوئی تعجب خیز اور حیرت انگیز بھی نہیں ہے اس لئے کہ جس کے بزرگ شہیدوں کے جگر چابے ہوں۔ جن کا گوشت اہل سعادت کے خون سے نشو ونما پایا اور بڑھا ہو۔ جنہوں نے سید الانبیاء سے جنگ کی ہو اور اُن کے مقابلہ کے لئے احزاب (جتھے) جمع کئے ہوں اور رسول اللہؐ کے مقابلہ میں تلواریں کھینچیں ہوں وہ یقیناً اللہ و رسول کے انکار کرنے میں تمام عربوں سے سخت اور کفر۔ طغیان و تعدی اور اللہ و رسول کی دشمنی میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔

یاد رکھہ کے جو اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ تجھ سے سرزد ہوئے یہہ طبائع کفر کا نتیجہ اور وہ دیرینہ کینہ ہے جو بدر کے مقتولین کی وجہہ تمہارے دلوں اور سینوں میں موج زن ہے۔

جو شخص ہم کو عداوت۔ بغض اور کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے وہ ہم اہل بیت رسول سے دشمنی کرنے میں تامل نہیں کرتا۔ رسولؐ سے اپنا

کفر ظاہر کر دیتا اور زبان سے بھی کہہ دیتا اور خوش ہو ہو کر کہتا ہے کہ
میں نے رسول اللہ کے فرزندوں کو قتل اور ان کی ذرّیت کو قید کیا
اور اس کو گناہ اور امر عظیم نہیں سمجھتا۔ اور کہتا ہے کہ اگر اس کے
بزرگ اس کے اِس کارنامہ کو دیکھتے تو خوش ہو کر کہتے کہ اے یزید تیرے
ہاتھ شل نہ ہوں کہ تو نے ہمارا انتقام لیا وغیرہ۔

اے یزید تو اس مجمع میں ابو عبداللہ الحسینؑ کے دندان مبارک
کو چھڑی سے اذیت دے رہا اور بے ادبی کر رہا ہے حالانکہ وہ رسول اللہؐ
کی بوسہ گاہ ہے اور تیرے چہرہ سے خوشی و مسرت ظاہر ہو رہی ہے۔

میری جان کی قسم کہ تو سردار جوانان اہل بہشت۔ یعسوب العرب
(علیؑ) کے بیٹے۔ آفتاب آل عبد المطلب کا خون بہا کر ہمارے زخم
کو گہرا کر دیا اور جڑ کو زمین سے اکھیڑ دیا۔ حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کر کے
تو نے اپنے کافر اسلاف سے تقرب حاصل کیا اور فخر کے ساتھ انہیں
صدا دیتا اور کہتا ہے کہ اگر وہ تجھے دیکھیں تو کہیں گے کہ اے یزید تو نے
خوب کام کیا خدا تیرا ہاتھ شل نہ کرے۔ اے یزید اگر تو اپنے افعال
و کردار پر غور و فکر کرے کہ تو کس امر عظیم کا مرتکب ہوا تو یقیناً تو تمنا کرے گا
کہ واقعی تیرا ہاتھ شل ہو کر کہنی سے علیحدہ ہو جائے اور بول اُٹھے گا کہ
اے کاش میرے ماں باپ مجھے نہ جنتے کیونکہ تو محسوس کرے گا

کہ خدا تجھ سے ناخوش ہو گیا ہے اور رسول اللہؐ تیرے خصم (دشمن) بن گئے ہیں۔

اے اللہ تو ہمارا حق ہم کو دلا۔ ہمارے ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ اور ان لوگوں پر جو ہمارے خون بہائے۔ ہم سے عہد شکنی کی۔ ہمارے عزیزوں اور حامیوں کو قتل کیا ہماری عزت ریزی کی تو اپنا غضب نازل فرما۔

اے یزید جو کچھ کرنا تھا تو کر چکا لیکن یاد رکھہ کہ تو نے اپنے ہی جلد کاٹی اور اپنے ہی گوشت کے تکڑے تکڑے کئے تو عنقریب رسول اللہؐ کی حضور میں پیش ہوگا اس گناہ کا بار لئے ہوئے جو کہ تو نے ان کی ذریت کے ساتھ کیا ہے یعنی ان کی عترت کا خون بہا کر اور انکی ذرّیت کی ہتک حرمت کرکے۔ یہہ وہ مقام و موقع ہوگا جہاں انکی ذرّیت جمع ہوگی اور ان کے ظالموں سے انتقام اور ان کے دشمنوں سے بدلہ لیا جائیگا۔

اے یزید تجھے نہ چاہیئے کہ تو عترت رسول کو قتل کرکے خوشی سے اوچھلے اور ہرگز یہ نہ خیال کر کہ (لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الخ۔ الایۃ) جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے وہ مردہ ہو گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کی طرف سے انہیں رزق پہونچ رہا ہے اور وہ خوش ہیں اللہ کی نعمت پر جو انہیں ملی۔

تیری خبر لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔ رسول خداؐ تیرے خصم
(مخالف۔ دشمن) ہیں۔ جبرئیل تیرے مقابلہ میں ہماری پشت وپناہ ہیں
وہ لوگ جنہوں نے تجھے سلطنت دی اور مسلمانوں کی گردنوں
پر تجھ کو سوار کر دیا عنقریب جان لیں گے کہ انکا کیا حشر ہوگا۔ ظالمین کا
انجام بُرا ہے اور یہہ کون جانتا ہے کہ تم میں سے بُرا کون اور گمراہ کون ہے۔
اے یزید۔ میں نے اپنی تقریر میں جو تیری عزت گھٹائی اور
تیرے عذاب کی شدت کا اظہار کیا اس سے میرا یہہ مطلب نہیں کہ بعد
اس کے کہ تو نے مسلمانوں کو رُلایا اور ان کے دلوں کو رنجیدہ کیا اس سے
تو کچھ اثر لے اس لئے کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے دل سخت۔
نفوس سرکش اور اجسام خدا کی نافرمانی اور رسول کی لعنت میں مبتلا ہیں تو
ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں شیطان نے گھونسلے بنائے
اور بچے دیئے اور ان گھونسلوں سے بچے نکلے جو نکلے (یعنی تو بھی اسی
ایک گھونسلے کی پیداوار ہے)
تعجب کا مقام ہے کہ نیک بندے جو انبیاء و اوصیاء کے
فرزند ہیں وہ آزاد کردہ خبیث غلاموں اور فاسقوں اور فاجروں کی اولاد
کے ہاتھ قتل ہو جائیں۔ ہمارے خون سے ان کے ہاتھ رنگے جائیں اور
ہمارا گوشت ان کی غذا بنے!!

افسوس ہے ان پاک بدنوں پر جو دشت بلا میں بے گور وکفن پڑے ہوئے ہیں اور جو تیروں کے زخم خوردہ ہیں اور جنہیں صحرا کے جانور اپنی خوراک بنائے ہوئے ہیں!

اے یزید اگر تو ہمارے شکست کو غنیمت سمجھتا ہے تو یاد رکھ تجھے اس کا تاوان بھی ادا کرنا ہوگا اس روز جب کہ تجھے اپنے کئے کا پھل ملے گا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا خدا ہی پر ہمارا بھروسہ ہے وہی ہمارا ملجا اور جائے پناہ ہے اور اسی سے ہماری اُمید وابستہ ہے

تو جتنا مکر کرنا چاہتا ہے کرلے اور جس قدر کوشش کرنا چاہتا ہے کوشش کرلے۔ اس ذات کی قسم جس نے ہمیں وحی۔ کتاب اور نبوت و انتخاب سے مشرف کیا ہے تو ہمارے درجات نہیں پائیگا اور نہ ہماری منزلت کو پہنچیگا۔ اور نہ تو ہمارے ذکر کو مٹا سکتا ہے۔ نہ اس ننگ و عار کو دور کرسکتا ہے جو تجھ پر ہم پر ظلم وستم کرنے کی وجہ عائد ہوا ہے۔ تیری رائے کمزور اور دن گنتی کے ہیں۔ تیری جماعت منتشر ہو جائے گی اس روز جب کہ منادی ندا کرے گا کہ خدا کی لعنت ہے ظالم اور تعدی کرنے والے پر۔

تعریف ہے اس خدا کے لئے جس نے اپنے اولیاء کا خاتمہ بخیر کیا اور اپنے اصفیاء کی مرادیں برلائیں اور انہیں اپنی رحمت۔ مہربانی

خوشنودی کی طرف بلایا اور تو ان پر ظلم کر کے بدبختی اور شقاوت میں مبتلا ہو گیا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان (اولیاء و اصفیاء) کی وجہ ہمارا اجر پورا کرے۔ ہمیں ثواب کثیر بخشے اور ہمیں حسن خلافت اور رحمان امامت عطا فرمائے وہ (خدا) مہربان ہے اور اپنے بندوں سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں۔

"چوں یزید این نوع فصاحت و بلاغت واشارات وکنایات واحتجاج را از حضرت صدیقہ صغریٰ بدید واین کلمات دہشت وسخنان درشت کہ از قوارع بلایا ومقارع منایا ودندان افعی ونیش مار گزندہ تر بود بشنید و درونش از میزان وعدوان اگندہ تر گشت واز ہول وبیم نمی توانست آل حضرت را دچار رنج وزحمتی وارد و آبی بر آتش دل وسینہ بر افشاند از راہی دیگر وعذری دیگر بر آمد واین شعر بخواند۔

یا صیحتہ تحمد من صوائح   ما اھون الموت علی النوائح"

رازق الخیری صاحب نے اپنی تالیف "سیدہ کی بیٹی" میں جناب زینب سلام اللہ علیہا کے اس خطبہ کا ترجمہ دیا ہے لیکن ترجمہ اصل سے کسی قدر بدلا ہوا ہے لفظی نہیں ہے۔ بہرحال خطبہ درج کرنے کے بعد جو خیالات اس کے متعلق ظاہر فرمائے وہ ہم نقل کرتے ہیں:۔

یزید کا دربار شامیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ہر شخص بے حس وحرکت اس طرح بیٹھا یا کھڑا تھا جس طرح پتھر کی مورتیں ان کی زبانیں اور ان کے ہونٹ چپکے ہوئے تھے۔ ان کے دل دریائے حیرت میں غوطے کھا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب شیر خدا کی بیٹی لاکھوں کے مجمع میں شیر کی طرح دہاڑ رہی اور رعیت کے سامنے ان کے بادشاہ کو للکار رہی تھی خود یزید دانت پیس پیس لیتا۔ ہونٹ چباتا اور تاؤ پیچ کھا رہا تھا مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ سیدہ کی بیٹی کی تقریر روانی کا ایک چشمہ تھا کہ ابلا چلا آرہا اور فصاحت کا ایک دریا تھا بہے چلا جا رہا تھا۔ او

کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اس تقریر سے بی بی زینبؑ نے صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ایک ناقابل فراموش خدمت انجام دی۔ اس تقریر سے شامیوں کو معلوم ہو گیا کہ خلافت حکومت میں تبدیل ہو کر اسلام کو کیسا زبردست دھچکا لگا ہے۔"

علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت زینبؑ کی شجاعت وجراءت ایک مرتبہ دو مرتبہ سے مخصوص نہیں بلکہ اُس کا ظہور ہر اس موقع پر ہوتا رہا جب مشکلات کا ہجوم اور مصائب کا اژدہام تھا جب کہ تماشائیوں سے بازار۔ کوٹھے اور برآمدے مملو تھے۔ کوفہ میں داخلہ کے وقت۔ کوفہ سے نکلنے کے موقع پر۔ راہ میں۔ بازار شام میں ہر مناسب موقع پر زینبؑ کی زبان فریضہ تبلیغ میں گویا تھی۔ انہوں نے حق کو واضح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ انہوں نے ہر موقع پر ایسی تقریر کی جو کسی ایسے خطیب سے بھی ناممکن

ہے جس کے لئے تمام خاطر جمعی اور راحت و اطمینان
کے اسباب موجود ہوں" (ماخوذ از شہید انسانیتؑ)

شرح

اصل خطبہ اور اس کا ترجمہ درج کرنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں چند مشکل الفاظ اور اشارات کی مختصر شرح بھی کر دیں۔

کان عاقبۃ الذین اساؤ السوی الخ ۔جناب زینب علیہا نے بعد حمد و صلوٰۃ اس آیت قرآنی سے خطبہ شروع فرمایا۔ یہہ آیت سورہ روم میں کفار عجم اور حکایت عاد و ثمود کے قصہ کے ضمن میں وارد ہوئی کہ کس طرح عجم مغلوب ہوئے اور عادؑ و ثمود اپنے افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ کی وجہہ بلیات میں مبتلا اور ہلاک ہوئے ۔جناب زینبؑ کا اس آیت سے خطبہ ابتداءً کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ظاہر فرمادیں کہ جیسا کہ عاد و ثمود ہلاک و تباہ ہوئے اسی طرح یزید اور اس کے ساتھی ہلاک ہوں گے اور ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو عاد و ثمود اور کفار کا عجم کا ہوا۔ اس کے علاوہ یہہ بتا دینا مقصود تھا کہ جو لوگ خدا کی آیات کا تمسخر اور استہزاء کرتے ہیں وہ مثل کفّار اور مشرکین کے ہیں۔

لا تحسبن الذین کفروا الخ الایۃ۔ اس آیت کے معنی

ترجمہ میں دید یئے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ نے یزید کی فتح وغیرہ کا حال بیان فرما دینے کے بعد اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ٹھیر جا ٹھیر جا کیا تو خدا کا یہہ ارشاد بھول گیا اور پھر یہہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہہ آیت یہود و نصاریٰ۔ مشرکین اور منافقین کے متعلق ہے۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ۔ مشرکین و منافقین کو جو مہلت دنیا میں دی یعنی انکی عمریں دراز کیں اور ان کے لئے اسباب دنیا فراہم کئے وہ اس لئے نہیں ہے کہ ان کے لئے بہتری و بہبودی ہو بلکہ اس لئے کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو اور جتنا چاہیں وہ ظلم و جور کریں تا عذاب سخت کے مستوجب ہو جائیں۔ پس جناب زینبؑ نے یزید اور اس کے ساتھیوں کو بتا دیا کہ تم یہہ نہ سمجھو کہ خدا نے جو تم کو مہلت دی ہے وہ اس لئے ہے کہ خدا نے تم میں خیر و نیکی پائی بلکہ اس لئے کہ تم کو پورا موقع دے کہ تم خوب معاصی میں مبتلا ہو اور پھر تمہاری گرفت کرے۔

یا ابن الطلقاء۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی طَلِیق اس کو کہتے ہیں جو قید ہو کر پھر آزاد کر دیا گیا ہو۔ اسلام میں طلقاء وہ لوگ کہے جاتے ہیں جو فتح مکہ کے بعد بطور قیدی آنحضرتؐ کے پاس پیش کئے گئے اور آپ نے انہیں آزاد فرما دیا۔ مجمع البحرین میں ہے کہ فتح مکہ کے روز جب سب قریش ایک جگہہ جمع کئے گئے تو آنحضرتؐ نے

ان کو مخاطب کر کے فرمایا ماتدون انی فاعل بکم یعنی اے قریش تمہارے ساتھ میں کیا سلوک کروں گا اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ قریش نے جواب دیا کہ ہمارا گمان ہے کہ آپ ہم سے اچھا سلوک کریں گے اور ہم آپ سے سوائے خیر خوبی کے اور کچھ نہ دیکھیں گے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اذھبوا فانتم طلقاء یعنی جاؤ تم سب آزاد کر دئے گئے۔ تواریخ میں ہے کہ ابوسفیان اور ان کے فرزند رشید معاویہ سرداران مشرکین وکفار بھی اس جماعت میں شریک تھے اور خائف وترسان تھے کہ دیکھیں رسول اللہ اُن کے لئے کیا سزا تجویز فرماتے ہیں لیکن جب رسول اللہؐ نے آزادی کا اعلان فرمادیا تو خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے گھر واپس ہوئے۔ جناب زینبؑ نے خطبہ میں یزید کو یابن الطلقاء فرما کر اسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ ابوسفیان یزید کا دادا اور معاویہ اس کا باپ یہہ دونوں طلقاء سے تھے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے الطلیق لا یورث یعنی آزاد کردہ وارث نہیں ہوسکتا۔ پس یزید اور اس کے باپ دادا کی کیا منزلت تھی ظاہر ہے اور یہہ کیوں کر وارث خلافت رسول ہوسکتے تھے۔

مَنۡهَل۔ بفتح میم وسکون نون وفتح ھاء معنی میں مشرب یعنی پانی پینے کی جگہہ کے ہے۔ صحرا وبیابان میں ہر جگہہ پانی میسّر نہیں

ہوتا بلکہ خاص خاص جگہ ملتا ہے اور وہاں قافلے اور مسافر وارد ہوتے اور سیراب ہوتے ہیں۔

مِنْقَلْ ۔ بروزن مقعد ہے اس راستہ کو کہتے ہیں جو پہاڑوں میں سے گذرتا ہے۔

اِحنا ۔ بکسر ہمزہ ہے اس کے معنی بغض وکینہ ہیں۔ حدیث میں آیا ہے وفی قلوبکم البغضاء والاحن۔

شَلّ ۔ بفتح شین وتشدید لام راندن کے معنی رکھتا ہے اور شَلَلْ ہاتھ خشک ہوجانے کو کہتے ہیں۔ مقام نفرین میں کہا جاتا ہے اَشَلّہا اللّٰہ۔

فریت جلدك وما جززت الا لحمك یعنی تو نے اپنی ہی جلد کو شگافتہ کیا اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہمارا خیال ہے کہ جناب زینب نے اس قول میں اس قرابت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو جناب امام حسینؑ اور یزید کے درمیان تھی۔ عبد مناف کے کئی لڑکے تھے جن میں سے ہاشم اور امیہ بھی تھے۔ ہاشم کی اولاد میں آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ ہیں۔ امیہ کی اولاد ابوسفیان۔ معاویہ اور یزید۔ اس طرح یزید امام حسینؑ کا چچیرا بھائی ہوتا ہے پس جب کہ یزید۔ باوجود اس قرابت کے امام حسینؑ کو شہید کیا تو گویا اپنی جلد چاک

کی اور اپنے ہی گوشت کے تکڑے کیئے۔ بعض مسلمان علماء، جو خارجی اور ناصبی تھے اس سے فائدہ اُٹھا کر کہہ گئے ہیں کہ امام حسینؑ اور یزید دو شہزادے تھے اور عزیز تھے جو آپس میں لڑے ایک کو فتح ہوئی ایک کو شکست پس اس میں حسینؑ کے لئے تاسف یا گریہ و بکا کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ یزید کو ملامت کرنا درست ہے۔ یہہ علماء یقیناً حضرت نوح اور ان کے بیٹے کا واقعہ بھول گئے جو قرآن مجید میں بتا دیا گیا ہے کہ حضرت نوح کا بیٹا جب ان سے منحرف اور ہلاک ہو گیا تو مردود و ملعون ہو گیا۔ اسی طرح یزید اور اس کے اسلاف جب پیغمبر وقت سے پلٹ گئے اور آپ سے برسرپیکار ہوئے تو باوجود اس قرابت کے جو ان کو آنحضرتؐ سے تھی مردود و ملعون ہو گئے اور کوئی ذی عقل اور صاحب ایمان ان کو محض آنحضرتؐ کی قرابت کی وجہہ اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہہ فعل جائز و درست ہو سکتا ہے۔ اسی طرح آنحضرتؐ اور ابوجہل کی مثال ہے۔ ابوجہل آنحضرتؐ کا چچا تھا جس نے رسول اللہ سے مخالفت کی تھی۔ ان علماء کے نظریہ کے بموجب تو مسلمانوں کو ابوجہل کو بھی برا نہ سمجھنا اور برا بھلا نہ کہنا چاہیئے۔

فُرعل۔ بچہ گفتار کو کہتے ہیں اور اسکی جمع فراعل ہے۔

کہتے ہیں کہ جب فرعل کشتگان کے لاشوں پر آتا ہے تو خوش ہو کر ایسا منہ کھولتا ہے کہ گویا ہنس رہا ہے۔

اصدر کنپٹی کے دو شریانوں کو کہتے ہیں۔ یہاں مطلب اس حصے سے ہے جو آنکھوں اور کانوں کے درمیان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جاءیضرب اصدریہ یعنی سر پیٹتا آیا۔ ابن اثیر اپنی کتاب نہایہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے یضرب اصدریہ۔

باب (۱۵)

حالات سفر اہل بیت از دمشق تا مدینہ منورہ

روایات میں ہے کہ نعمان ابن بشیر اثنائے سفر میں اہل بیت کی تعظیم و تکریم کا بیحد لحاظ رکھتے تھے حتیٰ کہ جہاں قافلہ اترتا تو اپنا خیمہ اور سپاہیوں کے خیام اہل بیتؑ کے خیموں سے ایک میل کے فاصلہ پر نصب کراتے تھے تاکہ یہ بزرگوار آزادی سے رہ سکیں اور کسی نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے۔ اہل بیتؑ جس منزل پر اترتے تھے

وہاں مجلس عزاء برپا کرتے اور وہاں کے لوگ شریک ہوتے تھے
ابن طاؤس نے روایت لکھی ہے کہ جب اہل بیتؑ سرزمین
عراق میں داخل ہوئے تو جناب زینبؑ نے نعمان بن بشیر سے
کہا کہ کربلا لے چلے نعمان نے سمعاً و طاعۃً کہا اور قافلہ کو کربلا پہونچا دیا
جب اہل بیتؑ حائر شریف میں داخل ہوئے تو حضرت جابر بن عبد اللہ
انصاریؓ اور ایک جماعت بنی ہاشم سادات آل رسول کو حضرت
سید الشہداء کی مرقد منور پر پایا جو سب زیارت کے لئے آئے تھے
اہل بیت یہاں قیام فرمائے اور سب مل کر مجلس عزا برپا کی خوب نالہ
و ماتم کیا اور پھر جانب یثرب روانہ ہوئے۔ کتاب لہوف۔ عوالم اور
منتخب شیخ طریح میں بھی یہہ روایت ہے اور تقریباً یہی واقعات
بتائے گئے ہیں۔

اعثم کوفی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں اہل بیت مع سرہائے شہداء
مدینہ جاتے ہوئے بیس ۲۰ صفر کو کربلاء وارد ہوئے جناب امام زین العابدینؑ نے
سرہائے شہداء کو ابدان طاہرہ سے ملحق فرمایا اور بعد ادائی مراسم
عزاداری راہی مدینہ ہوئے۔

امام زین العابدینؑ کا سرہائے شہداء کا ساتھ لانا اور کربلا میں
بدنوں کے ساتھ ملحق کرنا خصوصاً سر اقدس سید الشہداء کی تدفین بحث

طلب ہے اس پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ آئندہ روشنی ڈالیں گے۔

سبط ابن جوزی نے اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے امالی میں یہہ روایت لکھی ہے کہ روز اربعین یعنی بیس صفر کو یہہ واقعات پیش آئے۔ اگرچہ انہوں نے سال کا تعین نہیں کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ واقعہ دوسرے سال اربعین کا ہے۔ ان دونوں کی روایات میں جابر بن عبداللہ انصاری کی ملاقات کا ذکر نہیں ہے۔

مقتل ابی مخنف میں روایت ہے کہ اہل بیت کربلا آئے۔ حضرت جابر سے ملاقات ہوئی اور اہل بیتؑ نے چند روز قیام کر کے مراسم عزاداری بجالائے۔ اس میں انہوں نے نہیں بتایا کہ کب اہل بیت کربلا پہونچے اور سرہائے شہدا کی تدفین کا بھی ذکر نہیں ہے۔

کتاب الفصول المہمہ میں اہل بیتؑ کے مدینہ جاتے ہوئے کربلا آنے اور قیام کرنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔

ابو مخنف نے اپنے مقتل میں۔ محمد ابن حسن حر عاملی نے وسائل الشیعہ میں۔ صاحب روضۃ الاذکار و سید بن طاوسؒ نے اہلبیتؑ کا اربعین اول کو کربلا آنا اور حضرت جابر سے ملاقات کرنا لکھا ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ روز اربعین امام حسینؑ کی زیارت پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے اسلئے کہ اس روز

اہل بیتؑ کربلا تشریف لائے اور امام زین العابدینؑ نے سرہائے شہداء کو بدنوں سے ملحق اور دفن فرمایا۔

فی زماننا شیعوں میں یہی خیال عام طور پر رائج ہے کہ اربعین کو اہل بیت اطہار وارد کربلا ہوئے اور سرہائے شہداء کو دفن فرمایا۔

مختلف روایات درج کر دینے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حسب ذیل امور پر تنقیدی نظر ڈالیں۔

(۱) امر اول یہ کہ بعد شہادت امام حسینؑ اہل بیت اطہار کربلا آئے یا نہیں؟ اگر آئے تو کتنے دفعہ اور کب؟

(۲) امر دوم یہ کہ حضرت جابرؓ سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کب ہوئی؟

(۳) امر سوم یہ کہ امام زین العابدینؑ سر اقدس حضرت امام حسینؑ اور سرہائے شہداء ہمراہ لائے اور دفن فرمایا یا نہیں اور اگر دفن فرمایا تو کب دفن فرمایا۔

امر اول کے متعلق یہ کہ کتب مقاتل و اخبار سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ دو دفعہ کربلا آئے یہاں قیام فرمایا اور مراسم عزاداری بجا لائے پہلی دفعہ کوفہ سے دمشق جاتے ہوئے کربلا پہونچے اور اربعین کربلا میں کیا چنانچہ ہم نے اوپر ان روایات کو درج کیا ہے جن سے ظاہر و ثابت ہوا کہ سترہ یا اٹھارہ صفر

کو اہل بیتؑ وارد کربلا ہوئے اور بیس صفر تک قیام کیا۔ دوسری دفعہ یعنی شام سے مدینہ جاتے ہوئے اہل بیتؑ کا کربلا آنا اکثر روایات سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اکابر علماء شیعہ مثلاً شیخ مفید۔ علامہ مجلسی۔ علامہ حلی لکھتے ہیں کہ اہل بیت دمشق سے راست مدینہ چلے گئے۔ کربلا گئے اور نہ وہاں قیام کیا مولانا سید اولاد حیدر صاحب فوق "صحیفۃ العابدین" میں لکھتے ہیں کہ باتفاق فریقین ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ بروز اربعین داخل کربلا ہوئے مگر اختلاف یہہ ہے کہ بعض بزرگوار شام سے مدینہ جاتے ہوئے کربلا روز اربعین پہونچنا بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کوفہ سے شام جاتے ہوئے کربلا میں قیام کیا۔

متضاد اور مختلف روایات کی موجودگی میں تصفیہ کرنا بہت مشکل ہے کہ صحیح تاریخی واقعہ کیا ہے۔ قیاس و قرینہ سے کہا جا سکتا ہے کہ پہلی دفعہ یعنی کوفہ سے شام جاتے ہوئے اہل بیت کا کربلا آنا اور دو تین روز قیام کرکے مراسم عزاداری کا بجالانا مشکل معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس وقت اہل بیتؑ کو بطور قیدی اشقیاء شام لیجا رہے تھے اور ان ملاعین کو بیحد عجلت تھی چاہتے تھے کہ اہل بیتؑ کو جلد تر دمشق پہونچادیں تو ایسی صورت میں کیوں کر ممکن تھا کہ ان بزرگواروں کو کربلا، جانے وہاں قیام کرنے اور مراسم عزاداری بجالانے کی اجازت دیتے۔ کوفہ سے دمشق

تک جو منازل بتائے گئے ہیں تو بعض روایات میں تو فادسیہ منزل بتائی گئی ہے اور بعض میں اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ روایات میں ہے کہ جب یزید نے اہل بیتؑ کو قید سے رہائی اور مدینہ جانے کی اجازت دی تو جناب زینبؑ نے اس شقی کو کہلا بھیجا کہ ایک مکان خالی کرادے تاقبل روانگی مجلس عزا برپا کیجائے اس لئے کہ شہادت حسینؑ کے بعد سے مراسم عزاداری بجالانے کا موقع نہیں دیا گیا۔ جناب زینبؑ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ سے شام آتے وقت اہل بیتؑ کو کربلا، جانے وہاں قیام کرنے اور مراسم عزاداری بجالانے کا موقع نہیں ملا ورنہ آپ یہہ نہ فرماتیں کہ "اب تک ہم کو عزاداری کا موقع نہیں دیا گیا" اور صاحب طراز المذہب کا خیال ہے کہ اہل بیت طاہرینؑ کوفہ سے شام جاتے وقت کربلا نہیں آئے اور نہ حضرت جابرؓ سے ملاقات ہوئی۔ تحریر فرماتے ہیں۔" اما بیان اول کہ اہل بیتؑ دراربعین اول بزیارت مرقد منورہ آمدہ باشند وبا جابر ملاقات نمودہ باشند بدلائل حسیہ وعقلیہ ونقلیہ چنداں بعید است کہ محل اعتنا ونشاید شمرد"۔ صاحب طراز المذہب کی رائے سے ہم کو بھی اتفاق ہے۔

شام سے مدینہ جاتے ہوئے اہل بیت طاہرین کا کربلا آنا قیام فرمانا اور مراسم عزاداری بجالانا بالکل قرین عقل وقیاس ہے اس لئے

کہ اس دفعہ آپ سب آزاد تھے۔ ولیل سفر نعمان ابن بشیر ہمدرد۔ دوستان آل محمدؐ سے تھے اس لئے جناب زینبؑ کے احکام کی تعمیل یقیناً کی ہوگی اور کربلاء لائے ہوں گے۔

امر دوم یہہ ہے کہ اہل بیتؑ کی ملاقات حضرت جابرؓ سے ہوئی یا نہیں۔ ہوئی تو کب ہوئی؛ روایات سے یہہ تو بالکلیہ ثابت ہے کہ حضرت جابرؓ ایک گروہ کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے اب رہا یہہ کہ اربعین اول کو آئے یا دوسرے سال روز اربعین آئے تو اس کے متعلق بھی روایات میں اختلاف ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ حضرت جابرؓ دوسرے سال آئے ہوں گے اور اسی زمانہ میں اہل بیتؑ بھی شام سے مدینہ جاتے ہوئے کربلاء پہونچے اور حضرت جابرؓ سے ملاقات ہوئی۔ امام حسینؑ کی شہادت دسویں محرم کو واقع ہوئی اور ایک عرصہ تک شہروں اور قریوں کے باشندوں کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی بلکہ بتدریج لوگ اس سے واقف ہوتے گئے ایسی صورت میں اس کا امکان کم تھا کہ حضرت جابرؓ اس خبر وحشت اثر سے فوراً مطلع ہوتے اور اربعین اول کو کربلاء پہونچتے۔ یہہ ہمارا محض خیال ہے لیکن ایقان کے ساتھ اس خبر کی تردید نہیں کیجا سکتی اس لئے کہ حضرت جابرؓ اکابر صحابہ رسول اللہؐ سے تھے اور آل رسولؐ کے بڑے عاشق شیدائی تھے۔ جب انہیں

امام حسینؑ کی مدینہ سے جانب عراق روانگی کی اطلاع ہوی ہوگی تو ضرور آپ کے حالات اور واقعات سے باخبر رہے ہوں گے (بلکہ کیا عجب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش بھی کی ہوگی اور کسی مجبوری کی وجہ حاضر نہ ہو سکے) جیسے ہی امام علیہ السّلام کی شہادت کی خبر پائی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کربلا، پہونچ گئے ہوں گے۔ پھر سال دوم بھی زیارت کے لئے آئے ہوں گے اور اہل بیتؑ سے ملاقات ہوئی ہوگی۔

طراز المذہب میں کتاب مخزن البکا، کتاب تظلم الزہرا سے ایک روایت درج کی گئی جو دراصل اعمش کی کتاب بشارۃ المصطفےٰ سے اخذ کی گئی ہے کہ عطیہ عوفی راوی ہیں کہ جب حضرت جابرؓ یوم اربعین زیارت حضرت سید الشہداءؑ کے لئے کربلا، آئے تو میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دیکھا کہ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر زیارت مرقد منور سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد مجھ سے کہا کہ مجھے کوفہ لے چلو۔ اس روایت میں اہل بیتؑ کے کربلا، آنے اور حضرت جابرؓ سے ملاقات ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ صاحب طراز المذہب یہہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ اربعین اول کے زمانہ میں جب حضرت جابرؓ کربلا آئے تو اہل بیتؑ سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ بعد زیارت حضرت جابرؓ نے کوفہ میں قیام کیا اور وہاں سے کبھی کبھی زیارت کے لئے

آتے تھے۔ سال دوم اربعین میں بھی زیارت کو آئے اور اس دفعہ اہل بیتؑ سے ملاقات ہوئی۔

تیسرا امر یہ ہے کہ آیا امام زین العابدینؑ سرہائے شہداء ہمراہ لاکر دفن فرمائے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں بھی روایات مختلف ہیں ہم ایک علیحدہ باب میں تفصیل کیساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

باب (۱۶)

حالات جناب زینبؑ بزمانہ قیام کربلا

کتاب نورالابصار میں روایت ہے کہ دمشق سے مدینہ جاتے ہوئے بیس صفر کو اہل بیتؑ کربلا پہونچے۔ جب قتل گاہ میں آئے تو دیکھا کہ حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری مع ایک گروہ بنی ہاشم موجود ہیں۔ سب نے مل کر خوب عزاداری کی اطراف و اکناف کے قریوں کی عورتیں بھی شریک عزا ہوئیں۔

فاضل خراسانی اپنی تالیف حرقۃ الفواد میں تحریر فرماتے ہیں

کہ جناب زینبؑ جب قتل گاہ میں پہونچیں تو خود کو قبر منور حضرت سید الشہداؑ پر گرا دیا اور عرض کیں یا اخاہ یا اخاہ و یا ابن اماہ وقرت عیناہ بای لسان اشکوا الیک من الکوفۃ و الشام وا یذاء القوم اللئام ومن ای المصائب اشرح من الضرب والشتم او من شماتۃ اھل الشام۔ (ترجمہ) اے بھائی اے بھائی۔ اے میرے ماں جائے۔ اے ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کس زبان سے آپ سے وہ مصائب بیان کروں جو ہم پر کوفہ و شام میں گذرے اور اس قوم لئیم نے کس طرح ہم کو ایذائیں پہونچائیں کن کن مصائب کا ذکر کروں؟ کیا زدوکوب کا حال کہوں؟ کیا سب وشتم اور اس شماتت کا جو اہل شام نے کیا بیان کروں؟ اس کے بعد چند اشعار پڑھیں۔

کتاب ریاض الشہادت میں روایت ہے کہ جناب زینبؑ نے کربلا سے روانگی کے وقت مرقد منور سے لپٹ کر فرمایا "اے بھائی کوفہ سے شام جاتے ہوئے اور زندان شام میں میں نے آپ کے یتیموں کی نگرانی اور پاسبانی کی اور ایسی حفاظت کی کہ جو تازیانے ان کیلئے بلند ہوتے تھے وہ میں اپنے جسم پر لے لیتی تھی اور کبھی بہن ام کلثوم بچوں کو بچانے کے لئے خود کوڑوں کی مار برداشت کر لیتی

تھیں"

روایات میں ہے کہ زمانہ قیام کربلاء میں جناب زینبؑ بیحد مغموم ومحزون وگریہ کناں رہیں اور جب آپ کو وہاں سے روانہ ہونے کہا گیا تو انکار فرمائیں۔ جناب امام زین العابدینؑ سے فرمایا یا علی یا قرۃ عینی دعنی اقیم عند اخی حتّی جاء یوم ورد عدی لانّی کیف یلقیٰ اھل المدینۃ واری الدور الخالیۃ۔ (اے علی ابن الحسین اے قرۃ العین مجھے چھوڑ دو کہ میں بھائی کے پاس رہوں یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ میں کیونکر اہل مدینہ سے ملاقات کرسکوں گی اور خالی گھروں کو دیکھ سکوں گی!) جناب امام زین العابدینؑ نے عرض کی کہ پھپی اماں آپ کا ارشاد بجا ہے کہ سب عزیز و اقرباء کو کھو کر ہم کیوں کر مدینہ جائیں اور خالی گھروں میں رہیں لیکن خدا کی رضا اسی میں تھی اور نانا رسول اللہؐ کا حکم یہی تھا جو بابا حسینؑ نے بجالایا۔ بہرحال امامؑ کے سمجھانے۔ منت وسماجت کرنے پر جناب زینبؑ کربلاء سے جانب مدینہ روانہ ہوئیں۔

لکھا ہے کہ جب اہل بیتؑ نے کربلا میں قیام فرمایا اور صبح وشام شدت سے نالہ۔ گریہ وبکا کرتے رہے تو بالآخر نعمان ابن بشیر امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

اے سیدؑ سردار میرے میں آپ پر فدا ہو جاؤں اگر بی بیوں اور بچوں کی گریہ وزاری کا یہی حال رہا تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہہ ہلاک ہو جائیں گے لہذا اب روانگی قافلہ کی اجازت ہو۔ امام علیہ السّلام نے اجازت دی۔ نعمان نے محملیں تیار کرائیں اور کوچ کا اعلان کیا۔

روانگی سے قبل اہل بیت میں کہرام برپا ہوا۔ ہر ایک بی بی نے نظم ونثر میں بین کیا اور خوب رو پیٹ کر روانہ ہوئی جب اہل بیتؑ مدینہ سے امام حسینؑ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے تو سید وسردار امام حسین علیہ السّلام اور اٹھارہ بنی ہاشم ساتھ تھے اب جب کہ امام وآقا۔ اٹھارہ عزیزوں کو کھو کر۔ لوٹ وغارت گری۔ اسیری وبے پردگی۔ دربدری کے مصائب برداشت کر کے۔ یہہ بزرگوار مدینہ کا رخ کئے ہوں گے تو ان کے قلوب کا کیا حال ہوا ہو گا اور ان پر کیا گذری ہو گی اس کا اندازہ کرنے کے لئے تصور شرط ہے۔ الفاظ میں اس حالت وکیفیت کی تصور کشی بالکل ناممکن ہے۔

باب (۱۷)

حالات سفر از کربلا تا بمدینہ منورہ

بحر المصائب میں روایت ہے کہ کربلا سے روانہ ہونے کے

بعد اہل بیتؑ جب پہلی منزل پر پہنچے تو ہاتف کی آواز سنی کہ حضرت سیدالشہداء کے مرثیہ کے طور پر اشعار پڑھ رہا ہے۔ اہل بیتؑ یہاں قیام فرمائے اطراف واکناف کے اعراب بادیہ کی کثیر تعداد جمع ہوگئی اور ماتم سرائی و عزاداری حسینؑ برپا ہوئی۔ منزل دوم پر بھی زن و مرد جمع ہوئے اور مجلسِ عزا برپا ہوئی۔ منزل پنجم پر بھی لوگ جمع ہوئے مجلس ہوئی اور جناب زینبؑ مصائب روز عاشورا و نوائب جناب خامس آل عبا نظم میں بیان فرمائیں۔ بحارالانوار میں یہ ابیات ہیں۔

روایت ہے کہ جب منزل نہم میں اہل بیتؑ کا قیام ہوا تو جناب زینبؑ نے جناب فاطمۃ الزہراؑ کو مخاطب کرکے کہا یا اماہ رجعنا وقلوبنا مقروحۃ وجفوننا من البکاء مجروحۃ ورجالنا مقتولۃ واموالنا منہوبۃ (اے اماں ہم مدینہ واپس آرہے لیکن ایسی حالت سے کہ ہمارے قلوب مجروح ہیں۔ روتے روتے ہمارے سینہ و شکم متفضر ہوگئے ہیں۔ ہمارے مرد قتل کردئے گئے۔ ہمارا امال واسباب لوٹ لیا گیا)

کتب اخبار میں لکھا ہے کہ منزل منزل طے کرتے ہوئے اہل بیتؑ مدینہ پہونچے۔ ہر منزل پر زن و مرد جوق جوق حاضر ہوتے تھے اور مجلس عزا برپا ہوتی تھی اور مراسم عزاداری بجالائے جاتے

تھے۔

مفتاح البکاء میں روایت ہے کہ جب مدینہ قریب آیا تو نعمان بن بشیر امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے سید و سردار آپ کے جد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کا شہر دیکھائی دے رہا ہے یہ سُن کر امام علیہ السّلام نے ایک آہ سرد بھری اور رونے لگے۔

مجمع المصائب۔ مہیج الاحزان۔ محرقۃ القلوب۔ روضۃ المصائب تحفۃ الذاکرین۔ جلاء العیون اور مخزن البکا مقتل میلانی ان سب کتابوں میں روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ نے سواد مدینہ دیکھا تو امام زین العابدین علیہ السّلام نے ایک ایسی آہ سرد بھری کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی روح پرواز کرنے کو ہے۔ جناب زینبؑ نے بی بیوں کو پکار کر کہا اے بی بیو۔ اے بہنو عماریوں سے اتر جاؤ۔ پیدل ہو جاؤ کہ مدینہ آگیا۔ نانا رسول اللہ کا روضہ منور نظر آرہا ہے۔ سب بی بیاں اتر پڑیں۔ سیاہ جھنڈے بلند کئے گئے اور سب کی نالہ و فریاد سے خروش محشر نمایاں ہوا۔

باب (۱۸)

ورود اہل بیت اطہار در مدینہ و حالات مدینہ

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت سیدھے مدینہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ شہر سے کچھ فاصلہ پر اُتر گئے چند سے قیام فرمایا اور پھر شہر میں داخل ہوئے۔

لہوف میں لکھا ہے کہ جب قافلہ مدینہ کے قریب پہونچا توجناب امام زین العابدین علیہ السّلام اتر پڑے۔ خیمے نصب کرائے اور سب بی بیوں کو اتارا خیموں میں پہونچائے۔

ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت لکھی ہے کہ جب اہل بیت اطہار مدینہ کے قریب پہونچے تو شہر کے قریب ایک مکان میں اترے اور اسکے اطراف خیمے نصب کئے گئے۔ جناب فاطمہ بنت امیرالمومنین علی علیہ السّلام نے جناب زینبؑ سے عرض کی کہ نعمان بن بشیر نے ہم کو نہایت تعظیم و تکریم۔ آرام و راحت کے ساتھ مدینہ پہونچایا ہے پس چاہیئے کہ ہم سے جو کچھ بھی ممکن ہو انھیں

بطور صلہ دیں ۔جناب زینبؑ نے فرمایا" خدا کی قسم کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی چیز ایسی نہیں جو ہم بطور صلہ نعمان کو دیں مگر ہاں میں اپنا حلہ اور چند چیزیں دیتی ہوں ۔ یہہ فرما کر آپ نے ایک حلہ ۔ دست بند مرسلہ اور قلادہ نعمان ابن بشیر کے پاس بھیجا اور معذرت کی کہ اس سے زیادہ کچھ نہ دے سکیں ۔نعمان بن بشیر نے یہہ سب چیزیں واپس کیں اور کہلا بھیجا کہ میں نے مال دنیا کی طمع سے یہہ خدمت بجا نہیں لائی بلکہ خدا گواہ ہے کہ صرف خوشنودی خدا اور رسولؐ کے لئے ۔

بحر المصائب اور بعض کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ جب اہل بیت طاہرین مدینہ سے قریب اترے اور خیمے نصب کئے گئے تو درمیان میں جناب امام حسین علیہ السّلام کا خیمہ نصب کیا گیا جو شہادت کے بعد اب تک نصب نہیں ہوا تھا اور اس میں حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام کی مسند بچھائی گئی ۔جب جناب زینبؑ نے خیمہ اور مسند دیکھی تو آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ بیہوش ہوگئیں اور جب آپ کو ہوش آیا تو فرمایا یا اخی یاحسین هولاء جدك وامك واخوك الحسن وهولاء اقربائك ومواليك ينظرون قدومك ومسلون عنى فما جوابی ۔فكيف اتكلم وما لسانی ۔ یا نور عینی قد قضيت نحبك واورثتني حزنا طويلا مطولا يا ليتني مت وكنت نسيا منسيا ۔

(ترجمہ) اے بھائی۔ اے حسینؑ یہہ آپ کے نانا۔ آپ کی ماں آپکے بھائی حسن اور آپ کے اعزاء اقرباء۔ دوست و موالی آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اور آپ کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں۔ اے بھائی بتائیے میں انھیں کیا کہوں اور کس زبان سے کہوں۔ آپ تو قضا کر گئے اور مجھے حزن و غم طویل کا وارث کر گئے۔ اے کاش میں پہلے مر گئی اور نسیا منسیا ہو گئی ہوتی۔

پھر مدینہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا (ایا مدینۃ جدی فاین یومنا الذی قد خرجنا منك بالفرح والمسرۃ والجمع والجماعۃ ولکن رجعنا الیك بالاحزان والآلام من حوادث الزمان والانام فقدنا الرجال والبنات تفرّق شملنا الشتات دخل الزمان علینا و فرق بیننا ان الزمان مفرق الاحباب)

(ترجمہ) اے نانا کے مدینہ کہاں ہے وہ دن جب ہم خوش خوش تجھ سے نکلے تھے اور ہماری جماعت کثیر تھی۔ آج ہم تیری طرف حوادث زمانہ کی وجہ ہموم و غموم لئے واپس آئے ہیں۔ ہم نے ہمارے مردوں اور لڑکیوں کو کھو دیا۔ ہماری جماعت پراگندہ ہو گئی۔ زمانہ نے ہم کو پریشان کر دیا اور زمانہ ہمیشہ احباب کو پراگندہ کر دیتا ہے۔

اس کے بعد جناب زینبؑ روضہ رسولؐ کی طرف منہ کر کے

کہا یا جداہ انا ناعیۃ الیک من بناتک و بنیک
یعنی اے نانا میں آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی سنانی لائی ہوں۔
پھر اہل مدینہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا یا اھل الیثرب والبطحا
یعنی اے یثرب وبطحاء۔ اتنا کہہ کر ایک ایسی آہ جگر خراش کی کہ قریب
تھا کہ آپ کا کلیجہ پھٹ جائے پھر فرمایا این الاحباء والاصدقاء
این الرجالات والھاشمیات ھلا یجیئون ولم لا یجیبون
وھلا یساعدوننی ولم ینصروننی او لم یعلموا ما اصابنا
وما اصبنا افلا ینظرون الی الرجال المذبوحہ والدماء
المسفوحہ والابدان المسلوبہ والاموال المنھوبہ والجیوب
المشقوقات والاطفال الصارخات والخیام الخالیات الممزقات
(ترجمہ) کہاں ہیں ہمارے دوست واحباب۔ کہاں ہیں ہمارے
ہاشمی مرد اور عورتیں وہ کیوں نہیں آتے اور کیوں مجھے جواب نہیں دیتے
اور کیوں میری مدد نہیں کرتے۔ کیا ان کو ہمارے مصائب کا علم نہیں
کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے ذبح کئے ہوئے مردوں کو ہمارے بہتے
ہوئے خونوں کو۔ ہماری چھینی ہوئی چادروں کو۔ لٹے ہوئے مال واسباب
کو۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے دامن چاک ہیں۔ ہمارے بچے
رو رہے ہیں۔ ہمارے خیمے خالی اور پھٹے ہوئے ہیں)

لکھا ہے کہ جناب زینبؑ کی بیقراری و اضطراب کا اس وقت یہہ عالم تھا کہ آپ کبھی اٹھتی تھیں۔ کبھی بیٹھ جاتی اور کبھی زمین پر گر پڑتی تھیں اور بی بیوں سے فرماتی تھیں کہ مجھے کسی طرف صحرا میں نکل جانے دو میرے لئے ممکن نہیں کہ شہر میں داخل ہوں بنی ہاشم اور اہل مدینہ کو منہ دیکھاؤں اور ان کے سوالات کا جواب دوں۔

یہاں ہم ایک نفسیاتی نکتہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تقریباً سب مورخین۔ صاحبان مقاتل و اخبار اس پر متفق ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام مدینہ کے قریب پہونچنے کے بعد اہل بیت اطہار کو راست شہر مدینہ اور گھروں کو نہیں لے گئے بلکہ چند دے شہر کے باہر قیام فرمایا۔ سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یہہ ایک نفسیاتی نظریہ ہے کہ اگر کسی انسان کو کوئی بڑی وحشت ناک یا دردناک خبر یا کوئی غیر معمولی خوش خبری یکدم سنادی جائے تو بعض اوقات ہلاک ہوجاتا ہے اور اگر ہلاک نہ بھی ہو تو اس کا دماغ اس قدر متاثر ہوجاتا ہے کہ مجنون اور بدحواس ہو جاتا ہے۔ خبر چاہے خوشی کی ہو یا غم کی بتدریج سنائی جائے تو سننے والے پر اتنا صدمہ اور اثر نہیں ہوتا۔ جناب امام زین العابدینؑ جو حجت اللہ اور امام وقت تھے اور جو علم لدنی کے حامل تھے اس نفسیاتی راز سے بخوبی واقف تھے۔

اگر یکدم اہل بیت کو مدینہ لیجاتے اور بیت الشرف میں داخل کرتے تو خالی گھر کو دیکھ کر یقیناً اتنا صدمہ ہوتا کہ بی بیوں کے کلیجے پھٹ جاتے دم نکل جاتے اس لئے امام علیہ السّلام نے ایسا انتظام فرمایا کہ اہل بیت مدینہ کے باہر کچھ قیام فرمائیں۔ مدینہ کو دور سے دیکھیں۔ بنی ہاشم اور اہل مدینہ جمع ہوں پرسہ دیں اور اہل بیتؑ رو پیٹ کر کچھ دل کی آگ بجھائیں پھر قدرے تسکین و سکون ہو جائے اور شہر مدینہ میں داخل ہوں اور بیت الشرف تشریف لیجائیں۔

کتب مقاتل میں مسطور ہے کہ جب حضرت سید الشہداؑ کا لٹا ہوا قافلہ مدینہ کے قریب پہونچا اور اہل مدینہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو کوئی گھر میں نہ رہا سب مرد و زن سیاہ لباس پہنے سر و پا برہنہ برہنہ پر طمانچے مارتے بال نوچتے گرد و غبار میں اٹے ہوئے قیام گاہ اہل بیتؑ پر پہونچ گئے اور وہاں اس قدر آہ و بکا نالہ و فریاد کئے کہ قیامت کا نمونہ نظر آیا۔

صاحب ریاض المصائب تحریر فرماتے ہیں کہ پانچ وقت مدینہ میں شورش بزرگ اور آشوب عظیم واقع ہوا۔ ایک وہ وقت جب اُحد کے روز آنحضرتؐ کی شہادت کی غلط خبر پھیلی۔ دوسرے وہ وقت جب آنحضرتؐ کی وفات واقع ہوئی۔ تیسرے جب جناب

امیر علیہ السلام کی شہادت کی اطلاع آئی۔ چوتھے جب جناب امام حسینؑ آخری دفعہ مدینہ سے جانب عراق روانہ ہوئے۔ پانچویں وہ وقت جب اہل بیتؑ رہا ہو کر شام سے مدینہ آئے۔

بحر المصائب میں کتاب عمان البکاء اور میلانی سے روایت ہے کہ جب اہل بیتؑ مدینہ کے قریب ایک مکان میں اترے اور لٹا ہوا اسباب رکھ دیا گیا اور سب بیٹھے ہوئے مشغول نالہ و بکا تھے تو یکایک اہل مدینہ۔ زنان مہاجر و انصار کا غلغلہ سنا تو جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ان کا استقبال کرنا چاہیئے چنانچہ آپ اور سب بی بیوں نے ایسا ہی کیا۔ جب زنان مدینہ کی ان سیاہ پوش بی بیوں پر نظر پڑی اور مکان میں سوائے امام زین العابدینؑ کے اور کسی مرد کو نہ پایا تو انہوں نے ایک کہرام برپا کیا اس کے بعد کچھ عورتیں جناب زینبؑ کے اطراف جمع ہوئیں کچھ جناب ام کلثوم اور دوسری بی بیوں کے پاس چلی گئیں یتیم بچوں کو گودوں میں لیکر تسلی و دلاسہ دینے لگیں۔ جب عورتوں نے جناب زینب سے پرسش احوال کی تو آپ نے جو کچھ مصائب گذرے تھے یعنی حضرت سیّد الشہداء اور شہداء کربلاء کے شہادت کے حالات ان کے لاشہائے بے سر کا بلا غسل و کفن و دفن چھوڑ دیا جانا۔ قیام کا لٹنا اور جلنا۔ اہل بیتؑ کی اسیری دربدری۔ جناب

سکینہؑ کی قید خانۂ شام میں وفات وغیرہ کا حال اس قدر دردناک پیرایہ میں بیان فرمایا کہ سامعین میں تہلکہ پڑ گیا۔ گریہ و بکا سے قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔

روایت ہے کہ جب زنان مدینہ اہل بیتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو جناب زینبؑ کو پہچان نہ سکیں اس لئے کہ کثرت مصائبؑ و آلام جسمانی و روحانی سے آپ کی صورت و شکل میں تغیر عظیم واقع ہو گیا تھا۔ ام لقمن حضرت عقیل ابن ابی طالب کی ہمشیرہ نے اپنے بھائی اور بھتیجوں کی موت پر ندبہ فرمایا اور مرثیہ کہا جس کا ایک شعر یہ تھا۔

ایھا القاتلون ظلما حسینا ابشروا بالعذابِ والتنکیل

(اے حسین کو ظلم سے قتل کرنے والو۔ تمہیں خوش خبری ہو عذاب و تنکیل کی)

روایت ہے کہ جب امام زین العابدینؑ نے دیکھا کہ اہل بیتؑ کے گریہ و بکا میں شدت ہوتی جا رہی ہے تو آپ نے جناب زینبؑ اور بی بیوں کو صبر و سکون کی تلقین فرمائی اور مدینہ چلنے کے لئے کہا۔ جناب زینب نے فرمایا کہ اے علی ابن الحسینؑ تم امام اور حجت خدا ہو تمہارا حکم واجب التعمیل ہے لیکن تم ہی بتاؤ کہ بھائی حسینؑ کے بغیر میں کیونکر مدینہ میں داخل ہوں اور خالی گھر میں جاؤں تم مجھے اجازت دیدو کہ میں

صحرا و بیابان میں نکل جاؤں اور وہیں اپنی عمر گذار دوں ۔ القصہ سب بی بیاں اٹھیں اور مدینہ جانے کے لئے ایک جگہ جمع ہو گئیں عزاداروں ۔سوگواروں کی ہیئت سے جانب مدینہ روانہ ہوئیں جب جناب ام کلثومؑ کی شہر مدینہ پر نظر پڑی تو آپ نے شدت سے گریہ فرمایا اور چند اشعار پڑھیں ۔جس کے پہلے شعر کا مطلب یہہ تھا " اے ہمارے نانا کے شہر ہم کو قبول نہ کر کیوں کہ ہم غم و حسرت لئے ہوئے تیرے طرف آئے ہیں " بعض کتب میں یہہ اشعار جناب زینبؑ کے بتائے گئے ہیں ۔ لکھا ہے جب آپ کی مدینہ پر نظر پڑی تو آپ نے روضہ رسول اللہؐ کی طرف منہ کیا اور رسول اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا یاجدنا نشکوا الیك بنو امیہ (اے نانا ہم آپ سے بنی امیہ کی شکایت کرتے ہیں) اور پھر وہ اشعار پڑھیں جس کے پہلے شعر کا مطلب ابھی اوپر لکھا گیا ۔

ابو مخنف نے روایت لکھی ہے کہ اہل بیتؑ روز جمعہ مدینہ میں داخل ہوئے ۔ اس روز اہل مدینہ کے رونے پیٹنے کا وہی عالم تھا جو روز وفات پیغمبرؐ تھا ۔ جناب ام کلثومؑ بروایتی جناب زینبؑ قبر رسول اللہؐ پر پہونچ کر کہا یاجداہ انی ناعیۃ الیك ولدك الحسین (اے نانا میں آپ کے پاس آپ کے فرزند حسین مظلوم کی سنائی لائی ہوں)

مرقد منور سے ایک ایسا نالہ بلند ہوا کہ لوگ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔

مولانا رازق الخیری نے جناب زینبؑ کے ان دلی جذبات اور کیفیات کو جو رسول اللہ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کے روضوں پر پہونچنے کے وقت ہوں گے خوب ادا فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"نماز ظہر کا وقت تھا جب بی بی زینبؑ کا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا...... سیدھی سرور کائنات کے مزار مبارک پر پہنچیں۔ اس وقت دل کی جو حالت ہوئی ہوگی الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہے۔ بین۔ فریاد۔ نالہ وشیون زبان سے کچھ نہ کیا مگر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور دل جو کچھ عرض کر رہا ہوگا اس کا مفہوم یہہ ہو سکتا ہے۔

نانا جان! آپ کی نواسی۔ آپ کی جگر گوشہ۔ آپ کی پیاری بیٹی فاطمہ زہراؑ کے آنکھوں کا نور اور آپ کے دل کا سرور۔ آپ کی زینبؑ وہ زینبؑ جو آپ کے مبارک کندھوں پر جب آپ

سجدے میں ہوتے سوار ہوتی تھی۔ وہ زینب
جسے آپ گود میں لیتے اور پیار کرتے تھے۔ اپنے
پیارے بھائیوں۔ اپنے عزیز بھتیجوں اور اپنے
چاند سے بیٹوں کو دین مستقیم اور اسلام کی بقاٗ
کی خاطر قربان کر کے مزار اقدس پر حاضر ہوئی ہے
ہائے کیسی سنگدلی اور بے دردی کے ساتھ سفاکوں
نے ان پر تیر برسائے اور تلواریں چلائی ہیں۔ ان کا
قصور بس یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کا انہدام
منظور اور اس شخص کی بیعت قبول نہ کی جس کی دادی
نے احد کی لڑائی میں امیر حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا جس کا
دادا منافق تھا جس کے باپ نے خلافت کے
حصول کے لئے مسلمانوں کا خون پانی کی طرح
بہایا۔ میرے باپ کو طرح طرح سے پریشان
کیا اور ان پر تہمتیں رکھیں اور الزامات اٹھائے
تھے۔ نانا جان! آپ کے آگے جبریل جیسے فرشتہ
کا سر جھکتا تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کی ذریت
آپ کے اہل بیت اصول اسلام کے خلاف مطالبہ

پر سر تسلیم خم کر سکتے حسین بھائی اور ان کے ساتھیوں
نے اپنی جانیں دینی منظور کیں مگر یہ منظور نہ کیا کہ ان
کی وجہ سے اسلام کو ضعف پہنچے اور آپ کے
ناموس پر حرف آئے۔ ہم لوگ گنتی میں بہت
تھوڑے تھے اور وہ لوگ بہت زیادہ مگر اس پر
بھی انھوں نے جبر و تعدی ظلم و ستم کی انتہا
کر دی۔ جس دریا سے درند اور پرند سیراب ہو رہے
تھے اس پر پہرہ لگا دیا گیا اور تین دن تک آپ کے
پیاروں کے حلق میں پانی کی ایک بوند نہ گئی ہم نے
فساد مٹانے کے لئے راستہ طلب کیا تو انہوں نے
راستہ بند کر دیا اور چاروں طرف سے گھیر کر
ایسے میدان میں بند کر دیا جہاں نہ کوئی درخت
تھا نہ امن و سکون کی جگہہ۔ دھوپ کی شدت
اور آفتاب کی تمازت نے ان کے جسموں کو جھلس
دیا اور پانی میسر نہ آسکنے کی وجہ سے ان کی زبانیں
باہر نکل آئیں لیکن آپ کے بتائے ہوئے راستہ
پر چلنے والوں نے ایک قدم پیچھے نہ ہٹایا اور آپ کے

دین کے لئے آپ ہی کا کلمہ پڑھنے والوں کے ہاتھ
۱۰ محرم کو سرکٹوا کر جانیں دیدیں ۔جس جسم کو آپ کلیجے
سے چمٹاتے تھے سر الگ کرنے کے بعد اس پر
گھوڑے دوڑائے گئے اور جن کانوں پر آپ نے
لب ہائے مبارک رکھے تھے ان کو گوشوارے
گھسیٹ کر لہو لہان کیا گیا۔ آپ نے حاتم طائی
کی بیٹی کو چادر اڑھائی تھی مگر آپ کی نواسیاں پھٹے
کپڑوں کھلے چہروں رسیوں سے بندھی ہزاروں
آدمیوں کا تماشہ بنیں ؎

متعدد کتب مقاتل و تاریخ میں لکھا ہے کہ پندرہ روز تک اہل مدینہ
مراسم عزاداری و سوگواری بجالائے ۔ یوں تو اہل بیت اور دوستان
اہل بیت عمر تمام سوگوار رہے لیکن پندرہ روز تک شب و روز مراسم
عزاداری ادا ہوتے رہے ۔

صاحبان بصیرت ۔ عاشقان حسینؑ اگر ان مصائب کو جو حضرت
سید الشہدا ۔شہدا ء کربلا اور اہل بیتؑ پر کربلا ۔ کوفہ و شام میں گذرے
اور پھر اہل بیت کے مدینہ آنے اہل مدینہ حضرت محمد حنفیہ ۔ حضرت ام البنین
جناب فاطمۃ صغریٰ اور دوسرے بنی ہاشم سے ملاقات کرنے ۔ مقد

رسول اللہ۔ فاطمۃ الزہراء۔ حسن مجتبیٰ پر جانے کے پر درد حالات و واقعات بغور پڑھیں تو عمر بھر ایسا روئیں گے کہ آنکھوں سے دریا بہہ جائیں اور صحراؤں کو تر کر دیں بلکہ آنسوؤں کے عوض خون دل و جگر روئیں گے جو دشت و صحرا کو لالہ گون کر دیگا اور اس کے بعد بھی ان مصائب عظمیٰ کی تلافی نہ ہوگی۔

باب (۱۹)

بیان وفات حضرت صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا

جناب زینب سلام اللہ علیہا کی تاریخ وفات اور مدفن کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ بحر المصائب میں مسطور ہے کہ جناب زینبؑ پر واقعہ کربلاء اور ان مصائب اور ان بلاؤں اور زحمتوں کا جو آپ پر کوفہ و شام میں وارد ہوئیں اس قدر اثر ہوا کہ آپ کے موئے مبارک سفید ہو گئے۔ آپکی کمر خمیدہ ہو گئی دائم الحزن رہیں یہاں تک کہ رحلت فرمائیں۔ اس ہی کتاب میں یہہ بھی روایت ہے کہ شام سے واپسی کے

چار مہینے بعد جناب ام کلثومؑ کا انتقال ہوا اور اس کے اسّی روز بعد جناب زینبؑ ایک رات اس قدر گریہ فرمائیں اور منہ پیٹیں کہ بیہوش ہوگئیں اور اس ہی عالم بیہوشی میں مرغ روح قفص عنصری سے جدا ہو کر شاخسار ریاض رضوان میں اپنا آشیانہ بنا لیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جناب زینبؑ نے ایک شب جناب فاطمۃ الزہراؑ کو خواب میں دیکھا اور بیدار ہو کر شدت سے گریہ فرمایا اور اسی سے آپ کا انتقال ہوگیا۔

صاحب انوار الشہادہ۔ بحر المصائب اور متعدد کتب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ یزید کے فسق و فجور۔ کفر و شقاق اور امام حسینؑ کو قتل کرانے کی وجہ سے اہل مدینہ اس ملعون سے متنفر ہوگئے اور اس کی بیعت توڑ دی۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر گراں کے ساتھ اہل مدینہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اہل مدینہ کو قتل کرے ان کے ملک و اموال تاراج کردے۔ اہل بیتؑ رسول کو اسیر کر کے شام روانہ کردے۔ بنی ہاشم کے محلہ کو ویران کردے۔ مسلم بن عقبہ علیہ اللعن مدینہ پہونچا اور مدینہ کو غارت کرنے۔ قتل عام کرنے کے بعد بنی ہاشم کے محلہ کو مسمار کر دیا اور اہل بیتؑ کو قید کر کے بڑے رنج و آزار کیساتھ دمشق روانہ کیا۔ عورتوں اور بچوں کو زنجیروں

میں جکڑ دیا گیا اور یہہ بھو کے پیاسے منزلیں طے کرتے تھے۔ جب دمشق سے ایک منزل کا فاصلہ باقی رہا اور سواد دمشق نمودار ہوئی تو جناب زینبؑ نے گریہ کناں درگاہ حضرت ذو المنن میں دست بدعا ہوئیں کہ اے خداوند مہربان۔ اے پناہ بیکساں۔ اے یاور درماندگان ہم غریبوں اور بیکسوں پر رحم کر اور مجھے موت عطا فرما تا میں بحالت اسیری میں یزید کی مجلس میں پیش نہ کی جاؤں۔ جناب معصومہؑ کی دعا قبول ہوئی۔ آپ یکایک علیل ہوگئیں اور حضرت سجادؑ کو طلب فرمایا اور کہا کہ یہہ میری آخری علالت ہے میں اس مرض سے جان بر نہ ہونگی اور پھر چند وصیتیں فرمائیں کہ بیٹا جب تمہارے پدر گرامی جام شہادت نوش فرمانے چلے تھے تو بیواؤں اور یتیموں کی نگرانی میرے سپرد کی تھی اب میں تم کو ان کا محافظ اور نگران قرار دیتی ہوں دوسرے یہہ کہ جب تم مجلس یزید میں جانا تو احتیاط اور نرم کلامی سے کام لینا اس لئے کہ اگر وہ شقی تمہارے قتل کا حکم دے تو تمہارا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے تیسرے یہہ کہ جب اپنے پدر بزرگوار کا سر پانا تو میری طرف سے اس کے بوسے لینا اور عرض کرنا کہ آپ کی بہن زینبؑ آپ کے فراق میں جان دیدی اور اس کا دل کباب ہوگیا۔ چوتھے یہہ کہ جب میری روح پرواز کرے تو عورتوں کے ذریعہ میرا غسل و کفن کرانا اور تم نماز جنازہ پڑھنا۔ پانچویں یہہ کہ بعد دفن میری قبر پر

تلاوت قران کرنا اس لئے کہ میں اس بیابان میں غریب ہوں۔ اِن وصایا کے بعد سب بی بیوں کو وداع کیا۔ بچوں کو بلا کر گلے لگائیں۔ پیار کیا۔ رونے لگیں اور موت کے آثار نمودار ہوئے آپنے کلمہ شہادتیں جاری فرمایا اشهد ان لا اله الا الله وان جدی رسول الله وان ابی ولی الله۔ آپ کی روح مقدس پرواز ہوگئی اور آپ کے آباء عظام امہات کرام کی ارواح مقدسہ سے ملحق ہوگئی۔ آپ کے انتقال کے بعد جناب امام زین العابدینؑ نے غسل کے لئے اشقیاء سے پانی طلب کیا اور کسی ملعون نے کہا کہ تم لوگ خارجی ہو اس لئے تمہاری اموات کے لئے غسل جائز نہیں۔ پانی نہیں ملا اور امام علیہ السّلام نے غسل کے عوض تیمم دلایا اور وہیں حوالی دمشق میں آپ کو دفن فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ نے دعا کی۔ زمین سے پانی جاری ہوا اور آپ نے جناب زینبؑ کو غسل دلایا۔ اس روایت میں جو جناب زینبؑ کی وصیتیں ہیں ان کے متعلق صاحب طراز المذہب تحریر فرماتے ہیں۔

"ہرگز در نظر ہیچ خردمند پسند نیاید۔ چگونہ با امام زمان وحجت یزدان این گونہ سخن می کنند وآنگہی مثل حضرت زینبؑ کسیکہ اورا عالمہ و

فہیمہ و عارفہ و کاملہ در لسان امام می خوانند و دیگر
اینکہ سر مبارک امام حسین گر دران وقت در شام
بود یا مکان معینے داشت کہ با امام وصیت فرماید
کہ آن سر مبارک را در عوض بوس"

(ترجمہ) کوئی عقلمند اس بات کو نہیں مان سکتا کہ جناب زینبؑ جن کو
خود امامؑ نے عالمہ فہیمہ ۔ عارفہ اور کاملہ کہا ہو امام زمان ۔ حجت خدا
زین العابدینؑ کو اس قسم کی وصیتیں فرمائی ہونگی ۔ پھر یہہ کب یقین تھا کہ
سر مبارک جناب امام حسین دمشق میں یا کسی مقام معین پر ہے کہ آپ فرمائیں
کہ سر مطہر کے میرے عوض بوسے لو۔

ہمارا خیال ہے کہ جناب زینبؑ نے وصایا تو فرمائی ہوں گی
لیکن ممکن ہے کہ روایت میں الفاظ میں رد و بدل ہو گیا ہو اور کچھ کا کچھ
لکھدیا گیا ہو۔ اِس کا بھی امکان ہے کہ راوی اول نے جو کچھ کہا ہو
صحیح کہا ہو اور مرور ایام کی وجہہ بعد میں جو روایت کی کتابت ہوتی
رہی اس میں الفاظ میں تغیر ہوتا گیا۔

شیخ محمد بغدادی اپنی کتاب منتخب السیر میں یہہ روایت لکھی ہے
کہ یزید نے بعد شہادت امام حسینؑ چاہا کہ اپنے افعال شنیعہ کو چھپائے اور
ان سے خود کو بری ثابت کرے تو ان اعمال کو ابن زیاد سے منسوب

کرنے لگا۔ جب حضرت عبداللہ بن جعفر کے انتقال کی اطلاع اس کو
ہوئی تو جناب امام زین العابدینؑ کو خط لکھا اور اس خط میں اظہار
ارادت وخلوص کرتے ہوئے لکھا کہ میں آپ کی پھپی جناب زینبؑ
سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے
کہ آل فاطمہ کے بدن کا مس کرنا باعث نجات ورستگاری ہوتا اور بہشت
میں داخل کرتا ہے پس آپ جناب زینبؑ کو باحتشام وعزت شام روانہ
فرمادیں۔ امام زین العابدینؑ نے یہہ خط جناب زینبؑ کو بتایا۔ آپ
پڑھکر شدت سے گریہ فرمانے لگیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آپ گریہ
وزاری نہ فرمائیں بلکہ سفر اختیار فرمائیں اس لئے کہ یہہ آپ کا سفر آخرت
ہوگا۔ یزید کو آپ کا دیدار تک نصیب نہ ہوگا آپ حوالی شام میں وفات
فرمائیں گی۔ جناب زینبؑ حسب ہدایت امام زین العابدینؑ سفر کی تیاری
فرماکر شام روانہ ہوئیں اور جب اس منزل پر پہونچیں جہاں آپ کی
مرقد مطہر ہے تو آپ کو مرگ یزید کی اطلاع ہوئی۔ آپ وہیں خیمہ نصب
کرایا اور اُتر گئیں۔ آپ کے خیمہ کے عقب میں ایک باغ تھا جس میں
ایک نہر بہتی تھی۔ آپ باغ میں چلی گئیں اور نہر کے کنارہ بیٹھی ہوئیں اپنے
مصائب پر گریہ فرمانے لگیں یہاں تک کہ بیہوش ہوکر نہر میں گر گئیں نہر کا
کا پانی رُک گیا اور باغبان نے یہہ سمجھ کر کہ کوئی چیز پانی کو روکدی ہے

بیلچہ مارا جو آپکی پیشانی پر پڑا پیشانی کو شگافتہ کر دیا۔ آپ کے ملازم وخادم
اس طرح مجروح حالت میں آپ کو خیمہ میں لائے۔ مالک باغ کو اس
سانحہ عظیم کی اطلاع ہوئی تو حاضر ہو کر جناب معصومہؑ سے معذرت کی
اور آپ نے قبول فرمالیا اور مالک باغ نے اقرار کیا کہ اگر اس صدمہ سے
آپ فوت ہو جائیں تو آپ کو اسی باغ میں دفن کر دیگا اور باغ آپ کے
نام پر وقف کر دیگا چنانچہ آپ کی شہادت ہو گئی اور آپ باغ میں دفن
ہوئیں۔

صاحب طراز المذہب اہل بیتؑ کے دوبارہ اسیر ہو کر
شام جانے کے متعلق چند روایات لکھ کر اور محمد بغدادی شافعی کی یہ
روایت درج کرنے کے بعد ان پر تنقید کی ہے اور اپنے خیالات کا
اظہار فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اہل بیتؑ کے دوسری
دفعہ قید کئے جانے اور یزید کی جناب زینبؑ سے نکاح کی درخواست
کے متعلق جو روایات ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اول تو متقدمین کی کتب
میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ بات تحقیق سے ثابت
ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر یزید کے کئی سال بعد تک زندہ رہے
ایسی صورت میں یزید کے نکاح کی درخواست کا امکان ہی نہ تھا۔
تیسرے یہ کہ یزید اہل بیتؑ کو اسیر کرنے کے بعد چاہے وہ

پشیمانی سے ہو یا فتنہ وفساد کے خوف سے قید سے رہا کیا اور اعزاز و اکرام
کے ساتھ مدینہ واپس کیا پس بلا وجہہ دوبارہ قید کرنے اور شام طلب کرنیکی
اس کو ضرورت ہی نہ تھی۔ چوتھے یہہ کہ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلم
بن عقبہ کو مدینہ کی غارتگری کے لئے یزید روانہ کیا تو لبطور خاص تاکید کی کہ جناب
امام زین العابدینؑ اور اہل بیتؑ سے معترض نہو اور انہیں کوئی گزند نہ پہنچائے
ہم کو صاحب طراز المذہب کی رائے سے اتفاق ہے کہ یہہ روایات
صحیح نہیں ہیں خصوصاً محمد بغدادی شافعی کی روایت۔ یہہ ان روایات
موضوعہ سے معلوم ہوتی جو ہر دور ہر قرن میں اہل بیتؑ کے مخالفین ومعاندین
ان کی منقصت اور شان گھٹانے کے لئے وضع کر لیتے تھے۔ یزید کا جناب
زینبؑ سے نکاح کی درخواست کرنا ایک ایسی لغو ومہمل بات ہے کہ
اس کو عقل سلیم مان نہیں سکتی۔ اول تو تواریخ سے ثابت ہے کہ جناب
زینبؑ کے شوہر حضرت عبداللہ یزید کے بہت بعد تک زندہ رہے
دوسرے جناب زینبؑ کی شخصیت عظمت وجلال کی کیفیت آپکے
خطبات وارشادات سے اور ان مکالمات سے جو جناب زینبؑ اور
یزید کے درمیان ہوئے اس شقی پر بخوبی واضح وروشن ہوگئی تھی۔ اس کے
بعد اسکی ہرگز جرات نہیں ہوسکتی تھی کہ اس قسم کی درخواست کا تصور بھی
کرتا۔ بجز اس کے کہ کثرت زناکاری۔ شراب خواری اور جفاکاری

سے اس کی عقل مختل ہوگئی ہو اور یہہ دیوانہ ہوگیا ہو۔ اہل بیتؑ کا دوبارہ قید ہوکر شام جانے کا مسئلہ بھی تحقیق طلب ہے جیسا کہ صاحب طراز المذہب نے لکھا ہے متقدمین کی کتب میں اس کا ذکر نہیں ہے اور قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ ایسا نہ ہوا ہوگا لیکن دمشق میں اہل بیتؑ رسول کے کئی بزرگواروں کی قبور بتائی جاتی ہیں مثلاً جناب ام کلثومؑ۔ جناب رقیہؑ۔ جناب سکینہؑ۔

بعض شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ سوائے جناب سکینہؑ کی مزار کے دوسرے جو مزارات بتائی جاتی ہیں وہ نقلی ہیں یہہ بزرگوار نہ پھر شام آئے اور نہ یہاں انتقال فرمائے۔ یہہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل دمشق نے ترکوں کی حکومت کے زمانہ میں ان مزارات کے نام سے معاشیں پیدا کرنے اور متولی کی خدمات حاصل کرنے کے لئے یہہ قبور قائم کرلئے اور انھیں اپنا ذریعہ معاش بنالیا۔

یہہ بھی روایت ہے کہ عبدالملک کے حکم سے جناب امام زین العابدینؑ کو دوبارہ شام لیجانے لگے تو جناب زینبؑ آپ کے ساتھ ہوگئیں اور دمشق کے قریب ایک باغ میں منزل کیں۔ امام حسینؑ کو یاد کرکے گریہ فرمارہی تھیں کہ باغبان نے جو خارجی وناصبی تھا آپ کے سر مبارک پر بیلچہ سے مارا اور اس صدمہ سے آپ انتقال فرمائیں اور اسی باغ میں دفن ہوئیں۔ آج کل کے ذاکرین مجالس میں یہی روایت بیان کرتے ہیں۔

صاحب خصائص زینبیہ نے روایت لکھی ہے کہ یزید کے محل میں ایک طاق مخصوص تھا جس میں بروایتی سرِ اقدس امام حسین علیہ السلام رکھا جاتا تھا اور اس میں سر مبارک کا خون جم گیا تھا۔ جب مسیّب خزاعی نے خروج کیا اور اہل بیت اطہار کو کوہ لبنان سے باہر لایا تو جب حضرت زینبؑ کی نظر اس خون پر پڑی تو اسی وقت جوار رحمت حق سے آپ واصل ہوئیں اور اسی طاقچہ کے قریب آپ کا مدفن ہوا اور اس پر ایک مسجد بنا دی گئی جو مسجد اکبر کہی جاتی تھی۔ یہہ روایت عجیب و غریب ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ کو کوہ لبنان کے کسی مقام پر قید رکھا گیا تھا جہاں سے مسیّب انہیں رہا کر کے دمشق لائے اور یہاں جناب زینبؑ نے طاقچہ میں خون دیکھا اور صدمہ سے انتقال فرمائیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ اگر حقیقتاً اہل بیتؑ لبنان کے کسی مقام پر قید تھے تو یہہ پہلا قید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تواریخ اور مقاتل سے ظاہر و ثابت ہے کہ پہلی دفعہ جب اہل بیتؑ قید ہو کر کوفہ سے شام لائے گئے تو یزید نے انہیں دمشق میں مقید رکھا اور یہاں ہی سے رہا ہو کر یہہ بزرگوار مدینہ گئے۔ ایسی صورت میں یہہ دوسری دفعہ کا قید ہونا چاہیئے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ عبدالملک کے حکم سے امام زین العابدین علیہ السلام دوبارہ گرفتار کئے گئے اور دمشق لائے گئے اور آپ کے ہمراہ جناب زینبؑ بھی آئیں۔

اگر یہہ روایات صحیح ہوں تو اس کا امکان ہوسکتا ہے کہ اس دفعہ ان بزرگواروں کو لبنانؔ کے کسی مقام میں نظر بند کیا گیا ہو لیکن ہمارے خیال میں یہہ روایت ضعیف اور غیر صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اہل بیتؑ کی مکرر گرفتاری کے روایات خود ضعیف اور غیر صحیح سمجھی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مسیب خزاعی کا لبنان تک پہونچنا صحیح نہیں ہے۔

روایت متذکرہ بالا میں جو طاقچہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ طاقچہ اب تک موجود ہے۔ یزید کے محل کا وہ وسیع ہال جس میں وہ دربار منعقد کیا کرتا۔ جس میں اہل بیتؑ بھی لائے گئے تھے اس شقی کے بعد مسجد کی شکل میں متبدل کر دیا گیا۔ اور اس کا نام مسجد اموی رکھا گیا۔ چنانچہ اب بھی وہ مسجد ہی ہے۔ اس ہال سے متصل یزید کا خانگی توشہ خانہ تھا اور اس توشہ خانہ کے ایک طاقچہ میں طشت طلا میں سر اقدس حضرت امام حسینؑ رکھا گیا تھا۔ یہہ طاقچہ اب تک موجود ہے اور لوگ یہاں زیارت پڑھتے ہیں۔

یہہ بھی روایت ہے کہ جناب زینبؑ اپنے شوہر حضرت عبد اللہ ابن جعفرؑ کے ساتھ دمشق آرہی تھیں۔ دمشق کے قریب پہونچکر یکایک علیل ہوگئیں اور انتقال فرمائیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

صاحب طراز المذہب لکھتے ہیں کہ بعض اہل خبر لکھتے ہیں کہ ایک سال مدینہ میں سخت قحط ہوا اور حضرت عبد اللہ بن جعفرؑ اپنے

عیال کے ساتھ شام روانہ ہوئے تاکہ چند روز وہاں قیام کریں اور قحط رفع ہونے کے بعد مدینہ واپس ہوں۔ حضرت عبداللہ نے شام پہونچنے کے بعد دمشق سے قریب ایک قریہ میں سکونت اختیار کی اور یہاں جناب زینبؑ علیل ہوئیں وفات پائیں اور دفن ہوئیں۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ جناب معصومہؑ کا انتقال قاہرہ میں ہوا اور آپ وہیں مدفون ہوئیں۔ چنانچہ اب بھی مصر میں آپ کا روضہ بتایا جاتا ہے۔ قاہرہ میں دو تین جگہہ آپ کی ضریح بتائی جاتی ہے ایک قناطر ابباع میں ہے۔ یہاں جو قبر ہے اس پر کتبہ ہے اور اس پر لکھا ہے۔ ھذا قبر زینب بنت احمد بن عبد اللہ بن جعفر بن محمد بن محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم کتبہ سے خود ظاہر ہے کہ یہہ قبر جناب زینبؑ کی نہیں ہے بلکہ حضرت محمد حنفیہؓ کی اولاد سے یہہ کوئی بی بی زینبؑ ہیں۔

اس کے علاوہ قاہرہ میں ایک مسجد ہے جو "جامع سیدتنا زینبؑ" کہی جاتی ہے اور اس میں جناب زینبؑ کا مزار بتایا جاتا ہے لیکن بعض باخبر اہل مصر کا بیان ہے کہ یہہ مسجد مصر کے خلفاء فاطمیہ کے کسی خلیفہ کی بہن نے تعمیر کرائی جن کا نام زینبؑ تھا اور اس میں جو قبر ہے وہ بھی ان ہی کی ہے۔ الغرض یہہ مصر والی روایت صحیح نہیں ہے اس لئے

کہ تواریخ سے جناب زینبؑ کا کسی وقت بھی مصر تشریف لیجانا پایا نہیں جاتا۔ رازق الخیری صاحب نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ جناب زینبؑ مصر تشریف نہیں لے گئیں چنانچہ کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں لکھتے ہیں:-

"بعض مورخین کا بیان ہے کہ بی بی زینبؑ نے مصر میں وفات پائی اور وہیں ان کا مزار ہے مگر مورخین یہہ نہیں بتاتے کہ مصر کا سفر کیسا کیا اور اسکی وجہ کیا تھی؟ قیاس زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن جعفر تاجر تھے اور بسلسلہ تجارت دور دراز شہروں اور مختلف ملکوں میں جاتے رہتے تھے تعجب نہیں کہ حادثہ کربلاء کے بعد مدینہ واپس آکر جب بی بی زینبؑ خاموش۔ اداس اور غمگین رہنے لگیں تو ان کی المناک زندگی کے اس دور کو دیکھ کر انکی صحت کے خیال سے کچھ عرصہ کے لئے اپنے ساتھ مصر لے گئے ہوں۔ مگر یہہ قیاس اس وجہ سے درست نہیں کہ افراد خاندان کو اب صرف ان ہی سے تقویت تھی اور وہی سب کی اُمیدگاہ تھیں ان سب کو الخصوص

علی ابن الحسینؑ کو چھوڑ کر جنہیں وہ ایک لمحہ کے لئے
آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھیں مصر محض اپنی
صحت کے لئے جانا قیاس صحیح نہیں ۔ امام زین العابدینؑ
کا سفر مصر بھی کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا اس لئے
مصر میں جن زینبؑ کا مزار ہے وہ سیّدۃ النساء
کی بیٹی کا نہیں کوئی اور زینبؑ ہونگی"

صاحب طراز المذہب لکھتے ہیں" آنچہ صحیح می نماید ایں است
کہ حضرت زینب بعد از مراجعت بمدینہ طیبہ وفات کردہ است ودر مدینہ
مدفون شدہ است"۔ ہم کو اس خیال سے اتفاق نہیں اس لئے کہ بقول
رازق الخیری صاحب" مدینہ کے قبرستانوں کی فہرست میں زینب بنت
فاطمۃ الزہراء کا نام نہیں ہے"۔ جناب زینبؑ کی ہستی ایسی نہ تھی کہ آپ
مدینہ میں مدفون ہوتیں اور آپ کی مرقد منور کا نام و نشان اور پتہ باقی نہ
رہتا۔

ہمارے خیال میں وہی روایت جس میں بتایا گیا ہے کہ مدینہ
میں قحط ہوا اور حضرت عبداللہ مع اپنے عیال کے شام آئے جناب
زینبؑ بھی آپ کے ہمراہ تشریف لائیں اور حوالی دمشق میں ایک قریہ میں
قیام فرمایا۔ وہاں علیل ہوئیں۔ انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئیں

صحیح ہے۔ اس وقت دمشق کے قریب ایک قریہ ہے جو زینبیہ کے نام سے موسوم ہے اور یہاں جناب زینبؑ کی قبر منور ہے۔ قبر پر شاندار گنبد تعمیر کی گئی ہے۔ زائرین کے ٹھیرنے کے لئے کمرے بنا دیئے گئے ہیں۔ صحن وسیع ہے۔ روضہ باغ میں واقع ہے۔ یقیناً یہہ وہی قریہ ہے جہاں جناب زینبؑ نے انتقال فرمایا جو آپ کے نام سے زینبیہ مشہور ہوگیا اور اصلی قبر منور وہی ہے جو اسی قریہ میں اب موجود ہے۔

جناب زینبؑ کی وفات کس سن میں ہوئی تواریخ سے پتہ نہیں چلتا۔ تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ۲۱ر جمادی الثانی کو آپ رحلت فرمائیں چنانچہ بقول رازق الخیری صاحب کے لکھنو اور آگرہ میں اسی تاریخ آپ کی برسی کی جاتی ہے زنانہ مجالس ہوتی ہیں۔ بعض محققین کے بیان کے مطابق حیدرآباد دکن میں ۲۴ صفر تاریخ وفات قرار دی گئی اور اسی روز مجالس عزا برپا کیجاتی ہیں۔

سنہ ۱۹۳۴ء میں راقم شام گیا تھا اور روضۂ جناب زینب علیہا السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ روضہ اقدس شہر دمشق سے تقریباً پانچ یا چھ میل ایک قریہ میں ہے جو زینبیہ کہلاتا ہے۔ موٹر کے ذریعہ دمشق سے اس مقام تک پہونچنے میں تقریباً پون گھنٹہ صرف ہوا اس لئے کہ راستہ بہت خراب تھا۔ چونکہ سوائے اہل قریہ اور زواروں کے اور کوئی آتا جاتا

نہیں اس لئے حکومت راستے کی درستی اور نگہداشت کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ اہل دمشق سے جن کی مرادیں آتی ہیں نذریں چڑھانے آتے ہیں جو شیعہ ہیں وہ مجلس کرتے اور زیارت پڑھتے ہیں اور سنی نذر چڑھانے کے بعد روضہ کے باغ میں پخت و پز کرتے۔ کھاتے پیتے۔ گاتے بجاتے ہیں جو ہمارے خیال میں غیر مستحسن ہے اس سے شیعوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔

رازق الخیری صاحب کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں لکھتے ہیں کہ

سنہ ۱۳۲۹ ہجری میں ایک ہندوستانی سیاح دمشق گیا تھا وہ اپنے سفر نامہ زیارت الشام و القدس میں لکھتا ہے کہ جنوبی جانب شہر کا وہ مشہور مقدس قبرستان ہے جو مقبرۃ الصغیر کے نام سے موسوم و مشہور ہے اس مقبرہ میں قبہ کے اندر چند مزارات خاندان نبوت کے بھی واقع ہیں... خواہر سیدنا حسینؑ شہید کربلا یعنی سیدتنا زینب بنت علیؑ اور فاطمہ بنت علیؑ کے مزارات مشہور ہے کہ اس مقبرہ میں ہیں۔ اس سیاح کے بیان سے ہم کو اختلاف ہے۔ دمشق میں قبرستان باب الصغیر تو ہے لیکن اس میں جناب زینب علیہا السّلام کا مزار نہیں ہے بلکہ جناب ام کلثومؑ اور جناب سکینہؑ کے مزارات یہاں بتائے جاتے ہیں۔

رازق الخیری صاحب نے دو اور سیاحوں کا ذکر کیا ہے جو زینبیہ

جاکر زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک سید قاسم علی شاہ دوسرے
دالی اصغر آباد۔ سید قاسم علی شاہ روضہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"روضہ زینب دمشق سے چار میل کے فاصلہ پر ہے
دو میل سڑک پختہ اور دو میل کچی ہے۔ روضہ چھوٹے
سے خوبصورت باغ میں ہے روضہ کا صحن فراخ
ہے اور فرش سنگ مرمر کا ہے۔ اندر صحن میں ایک
چھوٹا سا مربع حوض ہے صحن کے شمالی کنارے
پر زائرین کے رہنے کے حجرے ہیں۔ جنوب کی
طرف روضہ کی عمارت ہے۔ برآمدہ سفید پتھر کا
ہے۔ اندر روضہ کا کمرہ چھوٹا سا مگر عالیشان ہے
دروازہ نقرئی ہے۔ کمرہ کا جنوبی حصہ سیاہ رنگ
کے پردہ سے علیحدہ کیا گیا جو زنانہ مسجد کے طور پر
استعمال ہوتا ہے۔ قصبہ زینبیہ کی آبادی ایک ہزار
ہوگی سب اہل سنت ہیں کوئی شیعہ نہیں۔ مقبرہ
بستی سے علیحدہ ایک باغ میں ہے۔ روضہ کا
کلید بردار ستر برس کا معمر شیعہ سید ہے......
کافی صحن ہے۔ روضہ کے مقابل جدید کمرے انگریزی

طرز کے تعمیر ہوئے ہیں جو کسی ہندوستانی نے
تعمیر کرادئے ہیں۔ روضہ کے سنگی ستون کا ایک
برآمدہ سر آغا خاں کی والدہ نے تعمیر کرایا ہے
روضہ میں داخل ہوتے ہی قبلہ رُخ مسجد ہے جس کا
دروازہ صحن میں بھی ہے اس کے برابر گلدستہ اذان
کا منارہ بھی ہے ان کے برابر ایک چوکور روضہ ہے
وسط میں جناب زینبؑ کی قبر مُبارک ہے۔ قبر مبارک
پر صندوق چوبی ہے جس پر قیمتی پارچے پڑے
ہوئے ہیں...... روضہ کا گنبد آہنی چادروں کا
ہے جس پر سبز روغن ہے۔ کلس سونے کا ہے۔
یہ روضہ ترکی سلطنت کے عہد میں تعمیر ہوا۔"

سید محمود حسن صاحب والی اصغر آباد اپنے سفرنامہ شمع زیارت
میں لکھتے ہیں۔

"سنتے ہیں کہ پہلے مسلمان یزید کی قبر پر پتھر پھینکتے تھے
کسی شخص نے یہہ جگہہ حکومت سے لے کر یہاں
شیشہ سازی کا کارخانہ بنایا ہے اب وہاں بھٹی ہے
اور خاص اس جگہہ جہاں قبر ہے روزانہ شیشہ

پگھلایا جاتا ہے اور شیشہ کے برتن بنتے ہیں "۔

جب ہم شام گئے تو ہم سے بھی یہی کہا گیا ۔ ہم نے دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں معاویہ ابن ابی سفیان کی قبر بھی دیکھی جو ایک تنگ و تاریک خستہ حال کمرہ میں ہے ۔ اس کی چھت سفالی ہے ۔ اِس وقت کمرہ بالکل مقفل کر دیا گیا ہے ۔ کہا گیا کہ چند سال قبل کمرہ کا دروازہ کھلا رہتا تھا لیکن لوگ اندر جاکر قبر پر پتھر مارتے اور تھوکتے تھے اس لئے اب بالکل بند کر دیا گیا ہے ۔ کواڑ میں سے جھانک کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قبر بھی اچھی حالت میں نہیں ہے ۔ اس قبر کو دیکھ کر عبرت ہوئی کہ وہ شخص جو دنیوی حکومت سلطنت اور دولت حاصل کرنے کے لئے دین کو برباد کیا ۔ خوب دولت و زر سیم جمع کیا مثل قیصر و کسریٰ کے زندگی بسر کی آج اس کی قبر کی یہ حالت ہے کہ ایک تنگ و تاریک کمرے میں کچرے کوڑے سے بھری پڑی ہے ۔

باب (۲۰)

روایات متعلق سر اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام

اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے متعلق روایات

بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن اوپر ہم نے لکھدیا تھا کہ سر اقدس کے متعلق کہ بعد شہادت کہاں دفن ہوا علیحدہ باب میں بحث کریں گے اس لئے اس باب کا اضافہ کیا گیا۔

کتاب روضۃ المناظر میں مسطور ہے کہ سر مبارک حضرت سید الشہداؑ سنان ابن انس نخعی علیہ اللعن نے جدا کیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ شمر ملعون اس فعل کا مرتکب ہوا اور سر اقدس جسم مطہر سے جدا کرنے کے بعد عمر بن سعد کے پاس لایا اس شقی نے عبداللہ بن زیاد والی کوفہ کے حوالے کیا اور وہ ملعون یزید پلید کے پاس بھیج دیا۔ اب یزید کے پاس سے سر اقدس کہاں گیا اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔

(۱) بعض صاحبان اخبار کہتے ہیں کہ سر مطہر مدینہ لایا گیا اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کے پہلو میں دفن کیا گیا چنانچہ کافی اور تہذیب میں یہی لکھا ہے یافعی کی بھی یہی روایت ہے۔ صاحب مناقب ابو العلائی سے روایت نقل کی ہے کہ یزید سر اقدس مدینہ بھیجا اور عمر بن سعید والی مدینہ کو حکم دیا کہ بقیع میں پہلوئے جناب فاطمۃ الزہراؑ میں دفن کردے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ابن نما اس روایت سے اتفاق کرتے ہیں۔

(۲) بعض کا قول ہے کہ دمشق میں باب الفرادیس کے قریب

سراقدس دفن کیا گیا۔ صاحب طراز المذہب روایت لکھتے ہیں کہ منصور ابن جمہور ایک روز یزید کے خزانہ میں داخل ہوا تو ایک جونہ سُرخ جس پر چمڑا مڑا ہوا تھا پایا اور اپنے غلام سے کہا کہ اس جونہ کی حفاظت کرے۔ اس کو خیال ہوا کہ اس میں کوئی قیمتی جواہر ہیں۔ بعد جب جونہ کو کھولا گیا تو اس میں سراقدس امام حسینؑ پایا گیا جو ایسی حالت میں تھا کہ آپ کی ریش اقدس مخضوب حالت میں سیاہ تھی۔ منصور نے سرمبارک ایک کپڑے میں لپیٹ کر باب الفرادیس کے پاس کنار برج ثالث مشرق کی طرف دفن کرا دیا۔

(۳) بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ فلسطین کے شہر عسقلان میں سرمبارک دفن کیا گیا چنانچہ اب بھی جو شیعہ فلسطین جاتے ہیں تو زیارت کے لئے عسقلان جاتے ہیں۔

(۴) بعض صاحبان اخبار خصوصاً اہل مصر اس امر پر زور دیتے اور اصرار کرتے ہیں کہ سرمبارک قاہرہ میں مدفون ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مصر میں فاطمیین کی حکومت قائم ہوئی تو ان کے ایک خلیفہ کے زمانہ میں عسقلان سے سرمبارک مصر لایا گیا اور قاہرہ میں دفن کیا گیا۔ الشیخ السید الشبلنجی مصری اپنی تالیف " نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار" میں ایک پورا باب سراقدس کے متعلق لکھا ہے اور مختلف روایات درج کئے

ہیں - چونکہ خود مصری ہیں اس لئے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سر اقدس قاہرہ پائے تخت مصر میں مدفون ہے - اس کی تائید میں حسب ذیل روایتیں درج کی ہیں :-

(الف) ایک گروہ کا خیال ہے کہ سر اقدس جو شہر بہ شہر گشت کرایا جا رہا تھا عسقلان پہونچا اور وہاں دفن کیا گیا - الصالح طلائع وزیر ایک رقم کثیر ادا کر کے سر مبارک حاصل کیا اور بڑے اہتمام و انتظام کے ساتھ قاہرہ روانہ کیا جہاں محلہ خان الخلیلی میں دفن کیا گیا اور یہہ مقام المشہد الحسینی کے نام سے مشہور ہوا -

(ب) الشیخ علی الاجہوری رسالہ فضائل عاشورا میں لکھتے ہیں کہ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ سر اقدس حضرت سید الشہداؑ مصر میں مدفون ہے اور اہل الکشف کا بھی یہی خیال ہے -

(ج) شیخ عبدالوہاب الشعرانی نے اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ سر اقدس بلاد مشرق میں دفن کیا گیا جب اس کی اطلاع طلائع بن زریک وزیر کو ہوئی تو تیس ہزار دینار دے کر حاصل کیا اور مصر روانہ کیا اور قاہرہ میں دفن کر کے مشہد حسینی تعمیر کرایا - شعرانی کی کتاب المنن میں بھی یہی روایت درج ہے -

(د) مقریزی کی کتاب الخطط میں ہے کہ سر اقدس امام حسینؑ

عسقلان سے قاہرہ لایا گیا۔ امیر سیف المملکہ اور قاضی الموتن بن مسکین سر مبارک لائے اور روز یکشنبہ آٹھویں جمادی الآخر ۵۴۸ھ ہجری کو قاہرہ پہونچے اور تیرویں جمادی الآخر کو سر مطہر قصر شاہی (جو قصر زمرد کہا جاتا تھا) کے سرداب میں رکھا گیا اور پھر باب دہلیز میں قبۃ الدیلم کے پاس دفن کیا گیا۔ روایت میں یہہ بھی لکھا ہے کہ جب سر اقدس مدفن عسقلان سے نکالا گیا تو خون تازہ تھا خشک نہ ہوا تھا اور مشک وعنبر کی بو آرہی تھی۔

(۵) ابن عبد الظاہر کی روایت ہے کہ طلائع بن زریک وزیر المشہور بہ صالح نے جب دیکھا کہ عسقلان پر اہل یورپ کا قبضہ ہو گیا ہے تو ان کو رقم کثیر ادا کر کے سر اقدس حضرت امام حسینؑ حاصل کر لیا اور قاہرہ روانہ کیا اور باب زویلہ کے باہر دفن کرنے اور اس پر گنبد تیار کرنے کا ارادہ کیا لیکن آل مقر نے مزاحمت کی اور کہا کہ ہم اس کام کی تکمیل کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے دفن کیا اور گنبد تعمیر کرائی۔ یہہ واقعہ الفائز باللہ کی خلافت کے زمانہ یعنی ۵۴۹ھ ہجری کا ہے۔

(۶) شیخ صدوق علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کہ سر اقدس حضرت سید الشہداء شام میں یزید کے پاس پہونچنے

کے بعد کیا ہوا مورخین اور صاحبان مقاتل میں اختلاف ہے۔

(الف) ایک گروہ کہتا ہے کہ یزید پلید کے حکم سے سر اقدس شہر بہ شہر گشت کرایا گیا یہاں تک کہ شہر عسقلان پہونچا اور وہاں دفن کیا گیا۔ جب اس شہر پر نصرانیوں کا قبضہ ہوا تو طلایع رزیک جو فاطمی خلیفہ کا وزیر تھا رقم کثیر ادا کر کے سر مبارک حاصل کیا اور ریشمی کیسہ میں رکھہ کر مشک و عنبر سے معطر کیا اور پھر آبنوس کی لکڑی کے صندوق میں رکھا اور بڑے انتظام اور اہتمام کیساتھ مصر روانہ کیا۔ خود اس نے بھی تعظیماً چند منزل تک مشایعت کی۔ سر مبارک قاہرہ پہونچا اور محلہ خان خلیل میں دفن کیا گیا اور یہہ مقام مشہد الحسین کے نام سے مشہور ہوا۔ قاضی الفاضل نے وزیر کی مدح میں جو قصیدہ لکھا ہے اسمیں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ب) بعض لوگ مثلاً زبیر بن بکار اور علاء الہمدانی کہتے ہیں کہ سر مبارک اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا اور جناب فاطمۃ الزہراؑ اور امام حسن مجتبیٰؑ کے پہلو میں دفن ہوا۔ قرطبی بھی یہی لکھتا ہے۔

(ج) گروہ امامیہ کا خیال ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے چالیسویں دن یعنی روز اربعین سر مبارک کربلاء لایا گیا اور جسد اقدس

اقدس سے ملحق کر دیا گیا۔

(۶) ابو اسحٰق اسفرائینی کتاب نور العین میں لکھتے ہیں کہ اہل بیت[۲] سر اقدس کربلا، لائے اور جسد مطہر سے ملحق کئے۔

(۷) بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ مرگ یزید تک سر مطہر اس کے پاس تھا اور اس کے جہنم واصل ہونے کے بعد سلیمان ابن عبد الملک کو اس کا علم ہوا اور وہ سر اقدس برآمد کرایا تو پایا کہ گوشت پوست باقی نہ تھا بلکہ استخوان سفید ہو گئے تھے۔ اُس نے غسل و کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرادیا۔

(۸) یہہ بھی روایت ہے کہ جب اہل بیت قید سے رہا ہوئے اور مدینہ روانہ ہونے لگے تو یزید کے حکم سے سوائے سر مبارک جناب امام حسین علیہ السّلام کے باقی سب شہداء کے سر دمشق میں دفن کر دیئے گئے۔ سر اقدس حضرت سیّد الشہداء[۲] دمشق سے باہر ایک مقام پر رکھا گیا جس کی شب و روز پچاس سوار حفاظت و حراست کرتے تھے۔ جب یزید مر گیا تو محافظین نے سر مبارک اس مقام سے لاکر خزانہ شاہی میں رکھوا دیا۔ کنز الانساب میں لکھا ہے کہ یزید کے محل کے ایک حصے میں ایک طاقچہ مخصوص تھا جس میں سر اقدس امام حسین علیہ السّلام رکھا جاتا تھا۔ دمشق میں مسجد اموی سے ملحق رواق میں ایک طاقچہ ہے

کہا جاتا ہے کہ یہہ وہی طاقچہ ہے جس میں یزید نے سر اقدس طشت طلاء میں رکھا تھا۔ اس سے متصل ایک کمرہ ہے اور اس میں ایک قبر بنی ہوئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی میں سر مبارک دفن ہے اور یہہ مشہد راس الحسینؑ کے نام سے اس وقت مشہور ہے دمشق کے قبرستان بزرگ میں ایک بہت بڑی قبر بنی ہوئی جس پر گنبد بنادی گئی ہے کہتے ہیں اس میں چند شہداءؓ کے سر دفن ہیں۔

(۹) ناسخ التواریخ اور بعض اور کتب میں روایت ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سر اقدس کوفہ سے شام لیجا رہے تھے تو ایک ہاشمی جوان نے اسکو چرالیا اور حیرہ لاکر جناب امیر علیہ السّلام کے پہلو میں دفن کیا۔ ہمارے خیال میں یہہ روایت موضوعہ۔ غیر صحیح اور ناقابل التفات ہے اس لئے کہ اشقیاء دوران سفر میں سر اقدس کی اس قدر حفاظت کرتے تھے کہ سرقہ ناممکن تھا اور پھر تواریخ اور مقاتل سے سر اقدس کا یزید کے پاس پہونچنا۔ دربار میں طشت طلا میں لایا جانا اور یزید پلید کا بے ادبی کرنا بالکل ثابت ہے۔

(۱۰) یہہ بھی روایت ہے کہ جب عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے

تو انہوں نے سر اقدس کے متعلق تفحص کیا اور پتہ لگا کر کربلاء معلے روانہ کیا اور جسد مطہر سے ملحق کرا دیا۔

(۱۱) صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام سب شہداء کے سر کربلا لائے اور دفن فرمائے۔

(۱۲) سبط ابن جوزی لکھتے ہیں سر اقدس جناب امام حسین علیہ السلام اہل بیتؑ کے ہمراہ مدینہ آیا وہاں سے پھر کربلا بھیج دیا گیا اور جسد مطہر سے ملحق کر دیا گیا۔

(۱۳) ایک روایت ہے کہ سر اقدس مسجد رقہ میں مدفون ہے اور واقعہ یہہ بیان کیا گیا ہے کہ یزید جب سر اقدس دیکھا تو کہا کہ یہہ سر آل معیط کے پاس عثمان بن عفان کے سر کے عوض بھیجوں گا۔ اس وقت آل معیط رقہ میں آباد تھے چنانچہ سر مبارک ان لوگوں کے پاس بھیجا گیا اور انھوں نے ایک خانگی مکان میں اس کو دفن کیا اور بعد یہہ مکان جامع مسجد رقہ کا جز ہو گیا اور مشہد راس الحسینؑ بھی مسجد میں داخل ہو گیا

(۱۴) اعثم کوفی اپنی تاریخ میں اور صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب امام زین العابدینؑ اور اہل بیت طاہرین شام سے رہا ہو کر مدینہ روانہ ہوئے تو سر اقدس امام حسینؑ اور سرہائے شہداء ساتھ لئے ہوئے بیسویں صفر کو کربلاء پہونچے اور وہاں ان کو ابدان سے ملحق فرمادئیے

اور پھر مدینہ روانہ ہوئے ۔ زکریا بن محمد قزوینی اپنی کتاب آثار البلاد واخبار العباد میں اور ابو ریحان محمد ابن احمد البرونی کتاب آثار الباقیہ بین الامم الباقیہ میں بھی یہی لکھتے ہیں کہ بیسویں صفر کو اہل بیتؑ کربلا پہونچے اور سر اقدس حضرت سیّد الشہدا جسد مطہر سے ملحق کیا ۔

(۱۵) ملا محمد باقر بن ملا محمد تقی رشتی اپنی کتاب تذکرۃ الائمہ میں لکھتے ہیں کہ بروایتی یزید پلید سر اقدس اپنے خزانہ میں رکھا تھا ایک شب غائب ہوگیا حضرت جبرئیل لے گئے ۔

(۱۶) صاحب ریاض الشہادہ کا بیان ہے کہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ تک سر اقدس شاہی خزانہ میں تھا اُس نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا اور خفیہ طور پر سر اقدس کربلا بھیج کر جسد مطہر سے ملحق کرادیا ۔

(۱۷) ایک یہہ روایت بھی ہے کہ سر مبارک مسجد حنانہ (جو کوفہ سے قریب ہے) میں دفن ہے لیکن علما اس کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ یہہ کہتے ہیں کہ کربلا سے کوفہ لاتے وقت اشقیا نے کچھ دیر کے لئے سر اقدس یہاں رکھا تھا ۔

صاحب طراز المذہب مختلف روایات بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

"راقم الحروف جملہ این اخبار بہماں خبر کہ جبرئیل

آں سر مطہر را ببرد بیشتر عنایت ۔ ارد

و البتہ جبرئیل بردہ است و بدستیاری

حضرت سجادؑ با بدن مبارک مدفون شدہ

و در این نبش قبر نیز لازم نیاید چہ ممکن است

کہ از فراز قبر مبارک حفرہ کردہ سر مبارک را مدفون و

ملحق دادند و ازین برافزون افعال ائمہ و ابدان

مطہرہ ایشان را با دیگر قیاس نتوان کرد۔ ہیچ زیان

ندارد کہ و ہمان وقت کہ بدن مبارک مدفون کردہ

اند سر نیز با بدن بودہ و آن سر کہ مشہور بر نیزہ منصوب

شدہ برائے جہت مراعات ظاہر و حفظ پارہ مسائل

باشد و اگر کرامت و معجزہ محسوس شدہ است بجہت

نسبت آنحضرت است چہ اگر صد ہزار سر را در

صد ہزار موضع بر سر نیزہ نصب نمایند و بآنحضرت

منسوب دارند با ہزار مکان را بمدفن مبارکش نسبت

دہند نظر بمقامات ولایت و امامت از ہمہ جا بروز

معجزہ و کرامت می شود"

متعدد اور مختلف روایات کی موجودگی میں سر اقدس کے متعلق

قطعی فیصلہ کرنا کہ کہاں مدفون ہوا مشکل ہے۔ مختلف روایتوں پر غور
کرنے کے بعد ہم کو تو دو روایتیں صحت کے قریب اور قرین قیاس
وعقل نظر آتی ہیں۔ ایک یہہ کہ جب یزید اہل بیت علیہم السّلام کو
رہا کر دیا تو سر اقدس حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام جناب امام
زین العابدین علیہ السّلام کے حوالے کیا اور آپ مدینہ
جاتے ہوئے کربلا آئے اور سر مبارک دفن فرما دیا۔ اور جیسا کہ صاحب
طراز المذہب کا خیال ہے بنش قبر بھی نہیں کیا گیا بلکہ قبر کے سرہانے
علیحدہ دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوسری روایت جو صحت کے قریب
معلوم ہوتی ہے وہ عسقلان سے قاہرہ کو سر اقدس لائے جانے کی ہے
کیوں کہ بعض تواریخ میں ہے کہ یزید پلید نے سر اقدس اہل بیتؑ کو
دینے سے انکار کیا بلکہ اس کی شہر بہ شہر تشہیر کرائی اور سر مقدس
عسقلان پہونچا تو ممکن ہے عسقلان میں دفن کر دیا گیا ہو اور فاطمیہ
خلیفہ الفائز کے زمانہ میں قاہرہ لایا گیا اور وہاں دفن کر دیا گیا ہو۔

ہم کو صاحب طراز المذہب کی اس رائے سے بھی اتفاق
ہے کہ ائمہ اور انبیاء کے معاملات کو مثل معمولی ماوشما انسانوں کے
معاملات کے تصور نہ کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ صاحب موصوف نے
بیان کیا یہہ ممکن ہے کہ سر اقدس بقوت اعجاز جسم اقدس سے ملحق ہو گیا

ہو اور اشقیا کے پاس جو سر رہا اور ہر جگہہ گشت وغیرہ کرایا گیا وہ اس کی شبیہ ہو واللہ واعلم بالصواب ۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے حالات و واقعات زندگی ختم کرنے کے بعد ہم آپ کی زیارت ترجمہ کے ساتھ درج کرتے ہیں ۔ یہہ زیارت روضہ منور میں خوشخط لکھ کر آویزاں کر دی گئی اور زائرین پڑھتے ہیں ۔ اس زیارت سے جناب صدیقہ الصغریٰ کے صفات عالیہ اور کمالات ذاتیہ پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔ زیارت کیا ہے اچھا خاصا مرثیہ ہے ۔

زیارت حضرت زینب سلام اللہ علیہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ اَلسَّلَامُ

سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ کی بیٹی ۔ سلام

عَلَیْكِ یَا بِنْتَ نَبِیِّ اللّٰہِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكِ

ہو آپ پر اے نبی اللہ کی بیٹی ۔ سلام ہو آپ پر

يَا بِنْتَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَ

اے محمد مصطفیٰ کی بیٹی ۔ سلام ہو آپ پر اے انبیاء اور مرسلین کے سردار

الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ وَلِيِّ اللّٰهِ ۔ اَلسَّلَامُ

کی بیٹی ۔ سلام ہو آپ پر اے ولی اللہ کی بیٹی ۔ سلام

عَلَيْكِ يَا بِنْتَ عَلِيِّنِ الْمُرْتَضٰى سَيِّدِ الْاَوْصِيَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ۔

ہو آپ پر اے علی مرتضیٰ کی بیٹی جو اوصیاء اور صدیقین کے سردار ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ

سلام ہو آپ پر اے بیٹی فاطمۃ الزہراؑ کی جو تمام جہاں کی عورتوں کی سردار ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُخْتَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ سَيِّدَيْ شَبَابِ

سلام ہو آپ پر اے حسنؑ و حسینؑ کی بہن جو تمام نوجوانان جنت کے

اَهْلِ الْجَنَّةِ اَجْمَعِيْنَ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا السَّيِّدَةُ الزَّكِيَّةُ

سردار ہیں سلام ہو آپ پر اے پاک سیدہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الدَّاعِيَةُ الْحَفِيَّةُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا التَّقِيَّةُ

سلام ہو آپ پر اے خدا کی طرف بہترین دعوت کرنیوالی ۔ سلام ہو آپ پر اے پرہیزگار و

النَّقِيَّةُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الرَّضِيَّةُ الْمَرْضِيَّةُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ

پاک خاتون ۔ سلام ہو آپ پر اے وہ بی بی جو خدا سے خوش رہیں اور جن سے خدا خوش ہے ۔ سلام ہو آپ پر

اَيَّتُهَا الْعَالِمَةُ الْغَيْرُ الْمُعَلَّمَةُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْفَهِيْمَةُ الْغَيْرُ

اے عالمہ جنکو سوائے خدا کے اور کسی نے تعلیم نہیں دی ۔ سلام ہو آپ پر اے فہیمہ جن کو سوائے خدا کے اور کسی نے فہم

اَلمُفَهَّمَۃُ ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیکِ اَیَّتُهَا المَظلُومَۃُ ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیكِ اَیَّتُهَا

نہیں بخشی ۔ سلام ہو آپ پر اے مظلومہ ۔ سلام ہو آپ پر اے وہ جو مبتلائے

المَهمُومَۃُ ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیکِ اَیَّتُهَا المَغمُومَۃُ ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیكِ

رنج و غم رہیں ۔ سلام ہو آپ پر اے مغمومہ ۔ سلام ہو آپ پر اے

اَیَّتُهَا المَاسُورَۃُ ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیكِ اَیَّتُهَا الصِّدِّیقَۃُ الصُّغرٰی ۔

وہ جو قید کی گئیں ۔ سلام ہو آپ پر اے صدیقہ صغریٰ

اَلسَّلاَمُ عَلَیكِ اَیَّتُهَا الصَّاحِبَۃُ المُصِیبَۃُ العُظمٰی ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیكِ

سلام ہو آپ پر اے وہ جنہوں نے عظیم مصائب اٹھائیں ۔ سلام ہو آپ پر

یَا زَینَبَ الکُبرٰی ۔ اَلسَّلاَمُ عَلَیكِ یَا عِصمَۃَ الصُّغرٰی ۔ اَشهَدُ

اے زینب کبریٰ ۔ سلام ہو آپ پر اے عصمتِ صغریٰ ۔ میں گواہی

اَنَّكِ کُنتِ صَابِرَۃً شَاکِرَۃً مُجَلَّلَۃً مُعَظَّمَۃً مُکَرَّمَۃً مُخَدَّرَۃً مُوَقَّرَۃً

دیتا ہوں کہ آپ صابرہ ۔ شاکرہ ۔ مجللہ ۔ معظمہ ۔ مکرمہ صاحب عصمت و وقار

فِي جَمِیعِ حَالاَتِكِ وَمُنقَلَبَاتِكِ وَمُصِیبَاتِكِ وَبَلِیَّاتِكِ وَاِمتِحَانَاتِكِ

ثابت ہوئیں جمیع حالات ۔ انقلابات ۔ مصائب ۔ بلاؤں ۔ اور امتحانوں میں

حَتّٰی فِي اَشَدِّهَا وَاَمَرِّهَا دهی واللّٰه وَکَونِكِ فِي هٰذَا المَکَانِ

خصوصاً اس سخت ترین اور تلخ ترین موقع پر جب کہ آپ کے بھائی پیاسے

وَاَخُوكِ العَطشَانِ مَصرُوعٌ فِي عُمقِ

اور تلوار اور نیزوں کے زخموں سے چور چور

الحائِرِ مِنْ كَثْرَةِ جِرَاحَاتِ السَّيْفِ وَالسِّنَانِ وَالشِّمْرُ

حائر کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اور شمر (ملعون)

جَالِسٌ عَلَى صَدْرِهِ۔ وَاحُزْنَاهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْكِ يَا بِنْتَ الزَّهْرَاءِ

آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھا تھا۔ افسوس آپ کے بھائی پر اور آپ پر اے فاطمۃ الزہرا کی بیٹی

وَبِنْتَ خَدِيجَةَ الْكُبْرَى۔ اَشْهَدُ اَنَّكِ قَدْ نَصَحْتِ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ

اے خدیجہ کبریٰ کی بیٹی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ۔ اس کے رسولؐ

وَلِاَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَلِفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

امیرالمومنینؑ۔ فاطمۃ الزہراؑ اور حسنؑ وحسینؑ کی خیرخواہی کی اور ان کی

وَنَصَرْتِيهِمْ بِقَلْبِكِ وَلِسَانِكِ وَجَاهَدْتِ فِي اللّٰهِ بِلِسَانِكِ

مدد فرمائی اپنے دل سے اور اپنی زبان سے اور خدا کی راہ میں جہاد فرمایا

حَقَّ جِهَادِهِ فَنِعْمَةُ الْاُخْتِ اَنْتِ لِلْحُسَيْنِ وَنِعْمَ الْاَخُ

اپنی زبان سے جیسا کہ جہاد کرنا چاہیئے تھا۔ آپ حسینؑ کی کیا اچھی بہن ثابت

لَكِ اَبُوعَبْدِ اللّٰهِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكُمَا وَعَلَى مَنْ

ہوئیں اور ابوعبداللہ الحسین آپ کے کیا اچھے بھائی ہیں خدا کی صلوات و سلام آپ

اَحَبَّكُمَا وَنَصَرَكُمَا وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَلَبَتْ قِنَاعَكِ

دونوں پر اور اس شخص پر ہو جس نے آپ دونوں کو دوست رکھا اور مدد کیا اور خدا

وَضَرَبَتْ كِعَابَ الرِّمَاحِ عَلَى اَعْضَائِكِ وَحَرَّقَتْ خِيَامَكِ وَاللّٰهُ

کی لعنت ہو اس قوم پر جس نے آپ کی چادر چھینی اور بھالوں نے آپکے اعضاء پر مارا اور

عِيالَكَ اَمْ سَمِعَتْ بِذٰالِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ وَلَمْ تَحْزَن ۔ يَا سَيِّدَتِي

آپکے خیمے جلاؤ آپکے عیال کو قید کیا یا ان سب واقعات کو سُن کر اظہار حزن وملال نہیں کیا بلکہ ان

وَمَوْلَاتِي اَنَا زَائِرُ اَخِيكِ الْحُسَيْنِ وَ زَائِرُكِ وَمُحِبُّكُمَا وَمُعِينُكُمَا فَاشْفَعُوا

پر راضی اور خوش ہو ئے۔ اے میری سیدہ۔ میری مولا میں آپکے بھائی حسینؑ اور آپکا زائر ہوں ۔ آپ کا محب ومعین ہو

لِي وَلِاٰبَائِي وَاُمَّهَاتِي وَاَجْدَادِي وَاَسْئَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِحَقِّكِ وَبِحَقِّ

پس آپ سب شفاعت فرمائیں میری ۔ میرے آباء و اجداد کی ۔ میری ماؤں کی ۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں

جَدِّكِ وَاَبِيكِ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاُمِّكِ

آپ کے حق کا ۔ آپ کے نانا ۔ آپکے والد ماجد امیر المومنین علیہ السّلام ۔ آپ کی والدہ

فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاَخِيكِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

ماجدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السّلام اور آپکے بھائیوں حسن اور حسین علیہما السلام کے

عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ

حقوق کا واسطہ دے کر ۔ میرا سلام ہو آپ سب پر اے اہل بیت نبیؐ

وَمُخْتَلِفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبَطَ الْوَحْيِ وَالتَّنْزِيلِ جَمِيعًا

جن کے پاس ملائکہ آتے جاتے تھے ۔ جن کے گھر میں وحی آتی تھی اور قران

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔

نازل ہوتا تھا ۔ اور خدا کی رحمت اور برکات تم پر نازل ہوں ۔